مُصنف کی دیگر کتب

نازلی
آنچ
نفرت
محبت کا انتقام
تغلق
یزید
یورش
شہاب الدین غوری
فرخندہ
خون کی ہولی
قائد اعظم اور ان کا عہد
خطبات قائد اعظم

فاخرہ

(ایک معرکہ آرا معاشرتی ناول)

رئیس احمد جعفری

مقبول اکیڈمی
ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طابع ـــــــــ ملک مقبول احمد
مطبع ـــــــــ پنجاب پریس لاہور
قیمت ـــــــــ تیس روپے

○

مقبول اکیڈمی، لاہور

انتساب

بیگم محمد شعیب (وزیر مالیات حکومت پاکستان کے نام

حصّہ اوّل

اِنکار

تم بھی ناداں ہو جو کرتے ہو شکایت ناظر
درد دل کا کہیں اظہار کیا کرتے ہیں

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے لیکن افسوس میں آپ سے محبت نہیں کر سکتی ۔"

"میں جانتا ہوں ، ہمدردی کا شکریہ ، آپ مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں اس کا شکوہ نہیں ۔"

"لیکن فخری کہتا ہے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں ۔"

"شاید اس نے یہ تو کبھی نہیں کہا ہوگا کہ آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں ؟"

"ہاں یہ کبھی نہیں کہا ۔ اور کہہ بھی کیسے سکتا تھا ۔ !"

"بس تو قصہ ختم ، پھر اس گفتگو سے حاصل ؟"

"کیا واقعی آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں ؟"

"خود آپ کا کیا خیال ہے ؟"

"مجھے چھوڑیئے اپنی بتائیے ۔"

"بس یوں کہہ سکتا ہوں کہ فخری نے کچھ جھوٹ نہیں کہا ۔"

"لیکن کیوں کرتے ہیں آپ مجھ سے محبت ؟ کون سی خاص بات ہے

مجھ میں جس بات نے آپ کو محبت کرنے پر مجبور کر دیا؟ میں روز آئینہ دیکھتی ہوں، مگر کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوئی کہ خوبصورت ہوں، سلیقہ کا جہاں تک تعلق ہے کھانا تک پکانا نہیں آتا۔ ہنرمندی کا یہ عالم ہے کہ کپڑے درزی سے سلواتی ہوں۔ ذہانت کی یہ کیفیت ہے کہ اس سال بڑے اچھے نمبروں سے فیل ہو گئی، سارا گھر مجھ سے نالاں ہے، امّی بیزار ہیں میری نالائقی سے، ہر کوئی ناخوش ہے۔ کوئی مجھے ہتھنی کہتا ہے، کسی کی نظر میں منہ پھٹ ہوں۔ کسی کا خیال ہے کہ بدتمیزی مجھ پر ختم ہے۔ نفرت، حقارت اور بیزاری کے اس طوفان میں جب یہ آواز میرے کانوں میں پڑتی ہے کہ کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ یا چاہتا ہے تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرا مذاق اڑایا جا رہا ہے، مجھے بنایا جا رہا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ لفظ میرے کان میں پڑیں؟"

"کیا یہ لفظ آپ نے مجھ سے ہی سنے ہیں؟"

"نہیں آپ سے نہیں۔ فخری کہتا ہے۔"

"تو گلا میت فخری سے ہونی چاہیئے نہ کہ مجھ سے!!"

"لیکن کہتا تو آپ کے متعلق ہے۔"

"میں اُسے منع کر دوں گا۔"

"کیا وہ آپ کی بات مان لے گا؟"

"نہ مانے تو آپ منع کر دیجئے گا۔"

"وہ میری بھی نہیں مانے گا۔"

"جب تک اس کا مقصد نہیں پورا ہوجاتا وہ آپ کی ہر بات مانے گا۔"

"آپ مجھ سے محبت کرنا چھوڑ دیجئے، خود بخود اسے خاموشی اختیار کرنا پڑے گی۔"

"آپ مجھ سے محبت کرنا شروع کر دیجئے، اس کے بعد وہ خاموشی اختیار کر لے گا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے! — وعدہ کیجئے آپ مجھ سے محبت نہیں کریں گے!"

"کیا یہ وعدہ آپ نے کبھی فخری سے بھی لینے کی کوشش کی ہے؟"

"فخری سے! — فخری سے کیوں؟"

"وہ بھی تو آپ سے محبت کرتا ہے؟"

"وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے! آپ کو کیا معلوم؟"

"یہ بھی خوب رہی! — کہیں چھپتی ہے محبت، کہیں چھپتی ہے پیار کی آنکھ؟"

"گویا آپ نے میری ایک چوری پکڑ لی؟"

"صرف آپ کی نہیں فخری کی بھی!"

"اچھا فرض کر لیجئے اگر یہی بات ہے پھر!"

"پھر کیا کچھ نہیں!"

"پھر آپ ہمارے راستے سے ہٹ کیوں نہیں جاتے؟"

"کس طرح ہٹوں! کہئے تو یہ شہر چھوڑ دوں! بزم و انجمن کی شرکت

چھوڑ دوں ! یہ دنیا چھوڑ دوں ؟"

"یہ کچھ نہ کیجئے صرف میرا پیچھا چھوڑ دیجئے ۔!"

"آپ کی یہی بات میری سمجھ میں نہیں آ تی !۔۔ میں نے کس دن آپ سے اظہارِ محبت کیا ! میں نے کس دن آپ سے رومان لڑانے کی کوشش کی ! میں نے کب اور کس دن آپ سے چاہا کہ آپ میری بن جائیے ۔ آپ نے میری کس بات سے یہ سمجھا ہے کہ میں آپ کے پیچھے پڑا ہوں ؟!"

"مخزی کہتا ہے "

"بکتا ہے ۔!"

"آپ خود بھی تو اعتراف کر رہے ہیں !"

"آپ کے پوچھنے پر !"

"اس کے معنی یہ ہوئے کہ مخزی سچ کہتا ہے !"

"اس کے سچ کہنے سے آپ کا کیا بگڑتا ہے !"

"آپ نہیں جانتے کہ اس کی زبان سے یہ باتیں سن کر میری کیا کیفیت ہوتی ہے !"

"کیا آپ مجھ سے نفرت کرنے لگی ہیں ؟"

"نہیں ۔ آپ سے ہمدردی اور اپنے آپ سے نفرت !"

"خیریت تو ہے یہ کیوں ؟"

"آپ نیک ہیں، شریف ہیں، قابل ہیں، خوش اطوار ہیں، دنیا جہان خوبیاں آپ کے اندر موجود ہیں، آپ کو ٹھکراتے ہوئے میرے دل کو

صدمہ ہوتا ہے ۔!"

"پھر بھی آپ فخری سے محبت کر سکتی ہیں، اور مجھ سے نہیں کر سکتیں!"

"محبت دلیل اور حجت سے نہیں پیدا ہوتی، میرا دل اسے چاہتا ہے!"

"لیکن اس کا کچھ سبب بھی تو ہو گا۔!"

"بس یہی کہ میں اسے چھوڑ نہیں سکتی"

"اس لئے کہ وہ امیر ہے، میں غریب ہوں! اس کے پاس موٹر ہے، اور میں پا پیادہ گھومتا ہوں! وہ نوٹوں سے کھیلتا ہے، اور میری جیب ہمیشہ خالی رہتی ہے۔!"

"یہی سمجھ لیجئے ––– زندگی جذبات کا نام نہیں، حقیقت کا نام ہے، ٹھوس حقیقت کا نام۔!"

"مجھے نہیں معلوم تھا آپ فلسفہ بھی جانتی ہیں"

"میں بھی یہ نہیں جانتی تھی کہ اس عام حقیقت کو آپ نظر انداز کر جائیں گے۔!"

"یہ سچ ہے کہ فخری آپ کو جو کچھ دے سکتا ہے، میں نہیں دے سکتا، اس کے پاس سب کچھ ہے میرے پاس کچھ نہیں ––– لیکن ایک ایسی چیز ہے جو صرف میرے پاس ہے اس کے پاس نہیں۔!"

"وہ کیا! کون سی چیز!"

"محبت –––!"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ فخری مجھ سے محبت نہیں کرتا! مجھے دھوکا

دیتا ہے! جھوٹ بولتا ہے مجھ سے! آخر اُسے کیا ضرورت ہے اس کی!"

"ضرورت ہوتی تو ایسا کرتا کیوں!"

"اس کی دولت کیا نہیں خرید سکتی! سب کچھ خرید سکتی ہے۔ انتہا حد یہ ہے کہ آپ کو بھی ——!"

"یہ بہت ذلیل قسم کا ذاتی حملہ ہے!"

"بے شک میرے الفاظ تلخ ہیں، لیکن ہیں سچ —!"

"آپ فخری کی توہین بھی کر رہے ہیں!"

"اسے چھوڑیے، —— اس کی توہین تو نہ جانے کتنی مرتبہ ہو چکی ہے!"

"اس کی توہین کون کر سکتا ہے بھلا؟"

"آپ نہیں جانتیں، میں جانتا ہوں، کاش میں بھی نہ جانتا ہوتا —!"

"صاف صاف کیوں نہیں کہتے!"

"کیا کہوں، آپ کو تکلیف ہو گی خواہ مخواہ —!"

"لیکن میں سننا چاہتی ہوں..."

"کیا یقین آ جائے گا —؟"

"ہاں کر لوں گی یقین —!"

"بارہا اس کی توہین ہو چکی ہے، آپ کے سامنے اُس کا پہلا عشق نہیں ہے، بے شک آپ وہ پہلی لڑکی ہیں جس نے اُس سے محبت کی ہے، اور اُس کی کمزوریاں دیکھتے ہوئے آنکھیں بند کر لی ہیں، ورنہ

جن لڑکیوں کی آنکھیں کھلی تھیں اُنھوں نے اُسے میری طرح دھتکار دیا۔"

"غلط، جھوٹ ––!"

"اسی لئے تو میں کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا، آپ نے زبردستی مجھے انکشافِ حقیقت پر مجبور کیا، اور اب جھوٹا کہہ کر میری توہین کر رہی ہیں، لیکن ہاں مجھ جیسوں کی توہین ہوتی کہاں ہے!"

"اپنا قصہ چھوڑیئے، اور کہاں اس کی توہین ہوئی؟"

"شراب خانے میں، پولیس اسٹیشن پر، حوالات میں!"

"کیا وہ شراب بھی پیتا ہے؟"

"بلانوش ہے وہ تو!"

"پولیس اسٹیشن پر کیوں گیا تھا؟"

"گیا نہیں تھا پکڑ کر لے جایا گیا تھا!"

"کس جرم میں –؟"

"کوئنس گارڈن میں ایک شریف لڑکی کے تعاقب کرنے کے جرم میں!"

"اور اسی جرم میں حوالات بھی ہو گیا؟"

"نہیں، وہاں جوتے کی لعنت سے گئی تھی! لیکن دولت نے بچا لیا جیل سے!"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ رقابت آپ جیسے شخص کو، جس کی میں اتنی عزت کرتی تھی اتنا اندھا کر دیتی ہے، اتنا نیچ بنا دیتی ہے کہ وہ جھوٹا

پہلی مرتبہ آپ کی زبان سے سن رہی ہوں۔"

"میں ایک نیک اور اچھی لڑکی کو، اور جو یقیناً آپ ہی ہیں، ایک ایسے شخص سے بچانا چاہتا ہوں جو آپ کو کبھی خوش نہیں رکھ سکے گا۔ میں ایک دوست کو جو یقیناً مخزی ہے، ایک ایسے کام سے روکنا چاہتا ہوں، جو اسے اور زیادہ اخلاقی اعتبار سے پست کر دے گا۔

"وہ کس طرح؟"

"اس لئے کہ وہ شادی کے بعد بھی وہ اپنے طور طریقے نہیں بدل سکے گا۔؟"

"آخر آپ میرے اتنے ہمدرد کیوں ہیں؟"

"اب تک تو محبت جرم تھی، اب ہمدردی بھی جرم ہو گئی! — آپ بھی تو مجھ سے ہمدردی رکھتی ہیں۔ آخر مجھے اس کی اجازت کیوں نہیں؟"

"مان لیا آپ سچے ہیں، پھر بھی میرا نباہ مخزی سے ہو سکتا ہے آپ سے نہیں!"

"یہ میں جانتا ہوں۔"

"اور یہ جانتے ہوئے بھی ہمارے راستے میں پتھر بن کر حائل ہیں"

"یہی تو غلط فہمی ہے، — میں نے اگر کبھی آپ سے اظہار محبت کیا ہو تو بتا دیجیے، میں نے کبھی آپ کو روکا ہو کہ مخزی سے شادی نہ کیجئے تو کہہ دیجئے، میں نے اگر مخزی سے آپ کے خلاف کوئی بات کی ہو تو بتایئے،

بولتے ہوئے بھی نہیں شرماتے ! — کیا یہ باتیں آپ فخری کے سامنے بھی کہنے کی جرأت رکھتے ہیں ؟"

"کیوں نہیں ! — کیا میں اس سے ڈرتا ہوں !"

"لیکن فخری آپ کا دوست بھی تو ہے !"

"ہاں ہے ۔"

"اس دوستی کی عمر کیا ہے !"

"تقریباً دس سال ۔"

"اور دس سال کی اس دوستی کی قیمت ہے یہ تہمت، یہ جھوٹ، یہ افترا پردازی یہ دروغ بے فروغ !"

"اپنے بارے میں یہ الفاظ پہلی مرتبہ آپ کی زبان سے سن رہا ہوں !"

"اپنے الفاظ واپس لیجئے !"

"اگر فخری نے میرے الزامات کو قبول کرنے انکار کر لیا تو سے لڑوں گا۔"

"گویا آپ اس سے لڑنا چاہتے ہیں ؟"

"میں تو اس سے ڈرکل بھی لڑنے کو تیار ہوں ۔"

"میرے لئے ؟"

"نہیں آپ کے لئے نہیں !"

"پھر کس کے لئے ؟"

"حق اور سچائی کے لئے ۔ !"

"ڈوئل تو عورتوں کے لئے لڑا جاتا ہے حق اور سچائی کے لیے، تو آج

میں نے اگر کبھی مخزی کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو تو ثبوت دیجئے
بے شک میرا دل کڑھتا ہے، آپ پر بھی اور مخزی پر بھی، مخزی پر
اس لئے کہ وہ کئی لڑکیوں کی زندگی برباد کر چکا ہے۔ اگر آپ کو معاف
کر دیتا تو کیا بگڑ جاتا اس کا! اور آپ کو بھی خدا نے بہت سی صلاحیتیں
دی ہیں۔ وہ سب مخزی کے دامن سے وابستہ ہونے کے بعد آہوں
اور آنسوؤں میں تبدیل ہو جائیں گی۔!"

"اب آپ بد دُعا بھی دینے لگے!"

"یہ نہ کہیئے ـــ"

"پھر کیا کہوں بتا دیجئے!"

"کچھ نہ کہیئے، آپ جس راستے پر چل رہی ہیں وہ تباہی کا راستہ ہے،
میں دُعا کرتا ہوں، میرے خیالات غلط ثابت ہوں، اور آپ سُکھ
اور چین کی زندگی بسر کر سکیں،!"

"شکریہ اس نوازش کا!"

"آپ نے مجھے بلایا تھا میں چلا آیا، آپ نے جو کچھ کہا میں نے سُن
لیا، ـــ کیا اب میں جا سکتا ہوں!"

"شوق سے، جائیے، تشریف لے جائیے۔"

"ایک بات کہنا چاہتا ہوں، کیا اجازت ہے۔!"

"سُن لوں گی، ـــ فرمائیے!"

"اگر خدا نخواستہ میرے الفاظ صحیح ثابت ہوں اـــ!"

”میں خودکشی کرلوں گی۔!“

”اس کے بعد بھی آپ میرے پاس آسکتی ہیں، خودکشی کی ضرورت نہیں!“

”تاکہ آپ طعنے دے دے کر مار ڈالیں مجھے۔“

”تاکہ میں آپ کے زخمی دل پہ مرہم رکھوں، آپ کے آنسو پونچھوں، آپ کے دُکھ کو سکھ سے بدل دُوں ۔۔۔!“

”کس چیز سے! آپ کے پاس ہے کیا!“

”محبت ۔۔۔!“

”صرف محبت، آنسو نہیں پونچھ سکتی، محبت روٹی نہیں دے سکتی کپڑا نہیں دے سکتی، زندگی کا عیش نہیں دے سکتی۔ آپ کے پاس نہ دولت ہے، نہ جائداد، نہ آپ میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جذبہ بھی نہیں ہے۔ آپ امتحان کے مقابلے سے ہمیشہ کتراتے رہے ہیں۔ بقول خود آپ کو دولت سے نفرت ہے آپ روپیہ کمانا نہیں چاہتے۔ قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔! آپ میرے دکھ کو سکھ سے کس طرح بدل سکیں گے۔ آپ کے یہ خیالات آج ہیں کل نہیں رہیں گے۔“

”اگر ایسا ہوا تو بے شک اپنے دُکھ کا مداوا طلب کرنے ضرور آپ کے پاس حاضر ہوجاؤں گی!“

”شکریہ! ۔۔۔ اب آپ جاسکتی ہیں۔“

”جائیے ۔۔۔ میں تو نخری کا انتظار کر رہی ہوں۔ (گھڑی دیکھتے ہوئے)

وہ دس پندرہ منٹ میں آتے ہوں گے! مجھے ان سے ضروری باتیں کرنی ہیں،!"

"بہت خوب، میں چلا"

"لیکن ایک بات تو بتاتے جائیے،!"

"کون سی بات پوچھنا چاہتی ہیں آپ!"

"آپ نے فوزی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، کیا میں اُسے تبادو...

"شوق سے -!"

"آپ کو کسی قسم کی شکایت تو نہ ہوگی؟"

"ہرگز نہیں،!"

فخری تم آ گئے ہو!"

"ہاں، سر کے بل۔"

"میں دیر سے انتظار کر رہی تھی تمہارا!"

"تم نے جو وقت دیا تھا میں اس سے تین منٹ پہلے پہنچا ہوں!"

"ابھی ابھی رشید صاحب تشریف لے گئے ہیں!"

"وہ کیوں آیا تھا!"

"میں نے بلایا تھا۔"

"تم نے کیوں بلایا تھا! ---- فاخرہ تم نہیں جانتیں وہ رنگا سیار ہے، صورت دیکھو تو فرشتہ، سیرت پر نظر ڈالو تو شیطان!"

"ایسا نہ کہو، ایک انسان کی حیثیت سے وہ بہت اونچا اور اچھا آدمی ہے۔!"

"کیا کہا اونچا آدمی ہے وہ شیطان!"

"کیوں اپنی زبان خراب کرتے ہو! وہ شیطان نہیں ہے اچھا

انسان ہے، کم از کم ہم دونوں سے کہیں بہتر اور برتر — !"

"اچھا تو یہ بات ہے"

"کیا بات سمجھے تم !"

"وہ ڈرسے ڈانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے مجھے شکست دے دی، اُس نے تمہیں جیت لیا"

"یہ غلط ہے، نہ وہ تمہیں شکست دے سکتا ہے، نہ مجھے جیت سکتا ہے !"

پھر اس کی قصیدہ خوانی کیوں ہو رہی تھی ؟"

"ہر اچھا آدمی اس لئے تو نہیں ہوتا کہ اس سے شادی کر لی جائے، اس سے محبت کی جائے ! مخزی اچھا آدمی ہے کچھ لوگ اس سے بھی اچھے ہوں گے، ہوا کریں، محبت تو اس سے ہوتی ہے جسے دل چاہے، اور کیا تم نہیں جانتے میرا دل کسے چاہتا ہے ! میں کس سے محبت کرتی ہوں — !"

"نہیں"

"ہاں — اس شخص کا نام مخزی ہے !"

(خوش ہو کر) فاطمہ تم نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے تو تمہاری باتیں سُن کر مایوس ہو چلا تھا، اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا ہو گیا تھا"

اتنے بے حوصلہ کیوں ہو گئے ہو تم۔ کیا تمہیں خود اپنے اوپر اعتماد نہیں

"ہے — لیکن ڈرتا بھی رہتا ہوں !"

ڈر کیسا ! کس سے ! کیوں ؟"

"تم سے ، — میں نے شیر کا شکار کیا ہے ، اور اس بے جگری سے کر دیکھنے والا عش عش کر اُٹھے ، میں نہ جانے کیوں تمہارے سامنے بھیگی بلی بن جاتا ہوں۔"

"اب بنانے لگے ، مجھے نہ خوشامد پسند ہے نہ چرب زبانی ، آدمیوں کی سی باتیں کرو — ؟"

"اچھا آدمیوں کی سی باتیں کرتا ہوں ، — تباؤ رشدی سے کیا کیا باتیں ہوئیں ؟"

"بہت سی ، کہاں کہاں تک یاد رکھوں !"

"پھر بھی کچھ تو ، ؟"

"وہ کہتا تھا تمہارا انتخاب غلط ہے ، محبت میرے پاس ہے ، دولت فخری کے پاس ، محبت کو ٹھکرا کر ، دولت کا تعاقب کر کے کبھی خوش نہیں رہ سکو گی ، !"

"احمق ہے ، بکتا ہے ، — اگر میں امیر ہوں تو تم کون سی فاقہ مست ہو ! غریب تو وہ خود ہے ، اور اس طرح ایک تیر میں دو شکار کرنا چاہتا ہے ۔ ؟"

"دو شکار کیوں کر ؟"

"تمہیں میری دولت سے محروم کر دینا چاہتا ہے ۔ اور خود تم جیسی دولت بے بہا پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ،"

"نہیں وہ ایسا وہ آدمی نہیں ہے ، بے شک اس کے پاس دولت

نہیں، لیکن اسے دولت کی پرواہ بھی نہیں ۔"

"یوں کہو انگور کھٹے ہیں ؟"

"کیا تمہارا خیال ہے وہ پیپر یہ سروس کے امتحان میں ناکام ہو جاتا؟ دشمن بھی اس کی ذہانت اور قابلیت کے قائل ہیں ۔ لیکن پرنسپل صاحب کے اصرار کے باوجود، وہ انکار پہ اڑا رہا ۔ کبھی کہتا رہا میں سرکاری ملازمت نہیں کرنا چاہتا ۔ میں ملازمت کرنا ہی نہیں چاہتا ۔"

"ہاں ٹھیک ہی تو ہے، جس نے بھیک مانگنے کا فیصلہ کر لیا ہو ۔ ملازمت کیوں کرے گا ؟"

"نہیں فخری، پھر تم بہکنے لگے ، بھیک تو وہ مانگتا ہے جو کچھ نہ کر سکے ۔"
"نہایت نکما اور گاؤدی آدمی ہے ، نہ جانے کیوں تم پہ اس کا سکہ بیٹھ گیا ہے ؟"

"مجھ میں اور تم میں یہی تو فرق ہے ۔ تم جس سے خفا ہوتے ہو اس کی نیکیاں بھی برائیوں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہو، اور میں اگر کسی کی برائی کا اعتراف کرتی ہوں تو اس کی نیکی کا بھی انکار نہیں کرتی ۔"
(ہنستے ہوئے) کیا کہنا ہے ، مردوں میں تو نوشیرواں عادل، اور عورتوں میں حضورِ سرکارِ عالیہ ۔ بس ان دونوں پر انصاف ختم ہے ۔
ــــ کیا رشدی میرے بارے میں بھی کچھ کہتا تھا ؟"
"ہاں بہت کچھ ـــــ ۔"
"(دبے ہوئے اضطراب کے ساتھ) کیا کہتا تھا ؟"

"چھوڑو ان باتوں کو، میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتی جس سے فتنہ پیدا ہو"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے میری خوب خوب بُرائیاں کی ہوں گی۔!"

(مسکراتے ہوئے) جانتے ہو محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے تم سے اُس کی جنگ ہے، مجھ سے وہ محبت کا مدعی ہے، پھر بُرائیاں نہ کرے گا تو کیا قصیدے پڑھے گا۔!

"لیکن میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کہتا تھا میرے بارے میں!"

"کہتا تھا تم شرابی ہو، بدکردار ہو، کئی لڑکیوں کی زندگی تباہ کر چکے ہو، آوارہ مزاج ہو، کسی لڑکی کا تعاقب کرتے ہوئے گرفتار ہو کر رات بھر حوالات میں بھی رہ چکے ہو، لیکن روپے کے زور سے بچ گئے ورنہ جیل کی ہوا کھاتے"

(پیکرِ غضب بن کر) "اور کیا کہہ رہا تھا؟"

(شاید کچھ اور بھی کہتا) لیکن میں اس سے زیادہ نہ سُن سکی، اپنی افتادِ طبع کے خلاف بڑے سخت لہجہ میں اُسے خاموش کر دیا میں نے اِسے۔ میں نے کہا تم جھوٹے ہو، فخری کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو صرف جذبِ رقابت کا نتیجہ ہے، میں ایک بات کا بھی یقین نہیں کر سکتی"

(ذرا مطمئن ہو کر) "اس کے جھوٹ اور بزدلی کا اندازہ اس سے کر لو

کہ میری عدم موجودگی میں تم سے اس نے یہ باتیں کہیں، اتنی جرأت بھی نہ ہوگی کہ میرے سامنے زبان کھول سکتا۔ پھر میں اُسے مزا چکھاتا۔!"

"لیکن وہ تو تیار ہے یہ باتیں تمہارے سامنے دہرانے پہ!"

(بے چینی سے پہلو بدل کر) کیا کہا فاخرہ!"

"میں نے پوچھا تھا کیا یہ باتیں تم فخری کے سامنے کہہ سکتے ہو۔!"

"پھر کیا جواب دیا اس نے!"

"اس نے جواب دیا کہہ سکتا ہوں، ایک دفعہ نہیں ہزار مرتبہ، پھر میں نے پوچھا کیا تم اُس سے لڑنا چاہتے ہو! —— جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا۔؟"

"بتاؤ، میں سراپا گوش ہوں!"

"اس نے کہا، میں تو اس سے ڈوئل لڑنے کو بھی تیار ہوں۔"

"وہ مجھ سے ڈوئل لڑنے کے لئے زندہ نہیں رہے گا!"

"یہ کیا کہا تم نے! کیوں زندہ نہیں رہے گا!"

"میں اُسے ہلاک کر دوں گا۔"

"اور پھر خود پھانسی پہ چڑھ جاؤ گے۔"

"فخری کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑ سکتے ہیں پھانسی کا پھندا نہیں۔"

"کیا قتل کی سزا کوئی نہیں ہے!"

"کیوں نہیں ہے!! — لیکن میرے جو آدمی رشدی کو قتل کریں

گے اُن کا سُراغ لگانے کے لئے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے مدد طلب کی جائے تو بھی کامیابی نہ ہو گی۔

"تو کیا تم غنڈے ہو؟"

"خود ہی کہہ چکی ہو، محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے، وہ میرا رقیب بھی ہے، اور دُشمن بھی۔ میں اُسے زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ بہت ممکن ہے کہ کل ہی کے اخبار میں اس کی لاش بے کفن کی تصویر تمہاری نظر سے گزرے!"

(سہم کر) "فخری میرا دل ہول رہا ہے، خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو!"

"جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب کچھ نہیں کہنا ہے۔"

"وعدہ کرو، تم نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل نہیں کرو گے؟ رشدی کو قتل نہیں کراؤ گے!"

"تمہاری خاطر تم سے غلط وعدہ کئے لیتا ہوں!"

"اگر تم نے ایسا کیا تو پھر ہم تم ایک نہ ہو سکیں گے، پھر میں تم سے نفرت کرنے لگوں گی، پھر کسی قیمت پر تم مجھے نہیں پا سکو گے۔"

"یہ میں کیا سن رہا ہوں فاخرہ؟"

"میرے فیصلے بہت اٹل ہوتے ہیں، میں غلط نہیں کہتی — دیکھا وہ رشدی اسی طرف آ رہا ہے، نہ جانے کیوں، خدا کے لئے اس سے نہ اُلجھنا۔ اس سے کوئی بات نہ کرنا۔"

"رُشدی میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

(اور قریب آکر) "میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں، کیا یہ باتیں پھر نہیں کر سکتے؟"

"نہیں — ابھی، یہیں، اسی وقت وہ تمام باتیں ہوں گی تم بھاگ نہیں سکتے؟"

"کھیل کے میدان کے سوا تم نے کہیں اور بھی مجھے بھاگتے دیکھا ہے؟"

"بحث مت کرو — تم نے فاخرہ سے کیا کہا تھا؟"

"کیا فاخرہ نے نہیں بتایا؟"

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ فاخرہ نے غلط گوئی سے کام نہ لیا ہوگا؟"

"گویا فاخرہ نے سچ کہا؟"

"میری نظر میں تو بس فاخرہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے وہ اگر

غلط بات کہیں تو بھی میں یقین کر لوں گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ غلط گوئی کی عادی نہیں ہیں!"

"(حقارت سے) بزدل خوشامدی۔"

"یہ تم کسے کہہ رہے ہو؟"

"جس کا نام رشدی ہے۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے میرے دوست! — میں نے آج تک کسی کی خوشامد نہیں کی۔ میرے دل میں آج تک کسی کا خوف نہیں پیدا ہوا۔"

"کیا تم مجھ سے ڈوئل لڑنا چاہتے ہو؟"

"اگر تم منظور کر لو!"

"مجھے منظور ہے! — کب؟ کہاں؟ کس کے سامنے تم کہاں لڑنا چاہتے ہو؟"

"ابھی، یہیں مس فاخرہ کے سامنے۔"

(جیب سے پستول نکالتے ہوئے) کیا تمہارے پاس پستول ہے؟"

"نہیں — لیکن میں تم سے یہ پستول چھین لوں گا۔"

"جب اس کی گولی تمہارے سینے کے پار ہو چکی ہو گی!"

(بجلی کی سی تیزی سے کلائی پر گھونسہ مار کر پستول پر قبضہ کرتے ہوئے) دیکھ لیا! اب تم میرے رحم وکرم پر ہو، اب اس کی گولی تمہارا سینہ چھلنی کر سکتی ہے، کیا تم مرنے کو تیار ہو! نہیں تم تیار نہیں ہو۔ کوئی بزدل، موت سے آنکھیں نہیں لڑا سکتا۔ تمہارا چہرہ سفید

پڑ گیا ہے، دہشت سے تمہارا جسم لرز رہا ہے۔ شاید دل بھی زور زور سے دھڑک رہا ہوگا۔ مجھے اندیشہ ہے تمہاری حرکتِ قلب نہ بند ہو جائے

"رشدی صاحب یہ آپ کیا کر رہے ہیں! کیا واقعی آپ فخری کی جان لینا چاہتے ہیں۔!"

"ہاں مس فاخرہ میرا ارادہ ایسا ہی ہے۔ لیکن اگر آپ کی رائے ہو تو اس کی جان بخشی کر دوں!"

"لائیے پستول مجھے دے دیجئے"

"(گولیاں نکال کر جیب میں رکھتے ہوئے) لیجئے، حاضر ہے۔!"

"آپ دونوں صلح کر لیجئے۔!"

"میں نے لڑائی کب کی تھی!"

"وعدہ کیجئے، اب کبھی آپ فخری کی جان لینے کی کوشش نہیں کریں گے"

"وعدہ کرتا ہوں، — اگر فخری نے میری جان لینے کی کوشش کی تب بھی مزاحمت نہیں کروں گا۔ (جیب سے گولیاں نکال کر فاخرہ کی طرف پھینکتے ہوئے) لیجئے یہ حاضر ہیں، فخری کو دے دیں، وہ اپنا حوصلہ پورا کر لے۔ اگر فونٹین پن ہو تو لائیے لکھ دیتا ہوں۔ میری موت کا ذمہ دار میرے سوا کوئی نہیں، میں نے خودکشی کی ہے۔"

"رشدی صاحب!"

"مس فاخرہ کیا اب بھی کچھ کہنا ہے آپ کو!"

"ہاں، صرف ایک بات!"

"فرمائیے میں ہمہ تن گوش ہوں!"

"مجھے ذلیل نہ کیجئے، — میں آپ کی شکر گذار ہوں کہ آپ نے پستول واپس کر دیا۔ گولیاں واپس کر دیں۔ جنگ نہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن مجھے اتنا نیچ نہ سمجھئے کہ میں آپ کی جان کی گاہک ہو سکتی ہوں، یا کسی کی ایسے ناپاک کام میں شریک ہو سکتی ہوں۔"

"آپ کے بارے میں مجھے بھی یقین ہے"

"آپ نے میرے دل کا بڑا بوجھ اتار دیا"

"یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے"

"آپ کہاں جا رہے تھے اس وقت؟"

"ایک بہت ضروری کام سے!"

"تو پھر تشریف لے جائیے!"

"اب وقت نکل گیا، اب وہاں جانا بیکار ہے، لیکن یہاں ٹھہرنا بھی بیکار ہے۔ مجھے واپس جانا چاہیئے، — کیا اجازت ہے!"

"شوق سے تشریف لے جائیے، اور جانے سے پہلے میری ایک بات سنتے جائیے"

"سن رہا ہوں، فرمائیے!"

"یقین کیجئے میرے دل میں آپ کی عزت ہے۔ وقعت۔ بلکہ عظمت ہے، میں آپ کو بہت اونچا، اور بہت اچھا آدمی سمجھتی ہوں"

"آپ مجھے اونچا آدمی سمجھتی ہیں، میں فخری کو اونچا آدمی سمجھتا ہوں، !"

"میرا نام مت لو، تمہیں میرا نام لینے کا کوئی حق نہیں ہے، میں ہرگز اسے پسند نہیں کرتا۔"

"(مسکراتے ہوئے) آخر اس قدر تمہیں غصہ کیوں آجاتا ہے؟ تم بامراد ہونے کے باوجود اتنے چڑچڑے ہو، میں ناکام ہونے کے بعد بھی نہیں جھنجھلاتا۔"

"رشدی صاحب میرے خیال سے یہ جنگ بند کر دیجئے!"

"بہت اچھا مس فاخرہ۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں، آداب عرض ہے!"

"بدمعاش، شیطان"

"یہ کیسے کہہ رہے ہو!"

"تمہارے رشدی کو، اور کسے!"

"پھر وہی طعنے! رشدی میرا کوئی نہیں ہے!"

"لیکن اس کی عظمت کے ترانے خوب گائے جاتے ہیں۔"

"کم از کم اب تو تمہیں بھی اس کی عظمت کا اعتراف کر لینا چاہیے۔"

"اس شیطان کی عظمت کا اعتراف اور میں کروں!"

"ہاں — تم!"

"یہ کیوں! کس تقریب میں!"

"کیا اس نے تمہاری جان بخشی نہیں کی!"

"کیا اس میں اتنی ہمت تھی کہ مجھے مار ڈالتا۔"

"اس وقت پانسہ تو کچھ ایسا ہی پلٹا تھا۔"

"تمہاری غلط فہمی ہے!"

"میری غلط فہمی ؟"

"ہاں ـــ فقط !"

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم !"

"کیا جھوٹ کہہ رہا ہوں ؟"

"اور نہیں تو کیا ! ـــ یہ تو میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ تم نے بڑے طمطراق سے پستول نکال کر اس پر تان لیا، اس نے ایک جھٹکے میں چھین لیا، اور اس کی لبلبی دبا دیتا، تو میری زندگی تاراج ہو جاتی تم مر جاتے، میری استدعا پر اس نے پستول واپس کر دیا۔ اور اس کی گولیاں بھی میرے حوالے کر دیں، پھر نہتا ہو گیا۔ گویا اس نے اپنی اپنی زندگی پھر خطرے میں ڈال لی ۔"

"اچھا تو ـــ ؟"

"کیا یہ کوئی معمولی بات ہے !"

"غیر معمولی بھی نہیں ہے ۔"

"وہ کیسے فخری !"

"وہ جانتا تھا میں صرف دھمکا رہا ہوں، قتل عمد کا ارتکاب بہر زاہ تو نہیں کر سکتا تھا اس طرح، میں بھی جانتا تھا وہ میری جان نہیں لے سکتا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ہم دونوں نے ایک دوسرے کی جان بخشی کی، لیکن ـــ "

"لیکن کیا ! ـــ کیا ابھی کچھ باقی ہے !"

"اب تمہارا ارادہ کیا ہے !"

"میں اُسے زندہ نہیں رہنے دوں گا"

"ابھی تو وعدہ کیا تھا تم نے کہ اس کی جان نہیں لو گے"

"اس کی جان صرف ایک شرط پر بچ سکتی ہے !"

"بتاؤ کیا ہے وہ شرط ! میں اس سے منظور کرا لوں گی !"

"اُسے یہ شہر چھوڑ دینا پڑے گا"

"یعنی جلاوطن ہو گا !"

"ہاں —"

"مگر یہ تو ظلم ہے" !"

"جان بچانے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کر گزرتا ؟"

"لیکن یہ ممکن بھی کس طرح ہے ؟"

"ناممکن کیوں ہے !"

"یہ شہر اس کا وطن ہے، یہاں وہ ملازم ہے، یہاں اس کا گھر ہے ماں ہے، بھائی ہیں۔ بہنیں ہیں، اور ان سب کا بوجھ اس کے شانوں پر ہے، بھائیوں کو پڑھانا ہے، بہنوں کی شادیاں کرنا ہے، آخر ان سب کو چھوڑ کر کہاں چلا جائے ؟"

"جہاں سینگ سمائیں ! — لیکن اس کے بارے میں تمہارے معلومات بہت وسیع ہیں !"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ !"

"یہ سب باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"اُسی سے اور کس سے!"

"بہر حال اس مسئلے پر زیادہ بحث تمحیص کی ضرورت نہیں میرا پیام اس تک پہنچا دینا۔"

"میں ایسی حماقت نہیں کر سکتی۔"

"پھر مجھ سے شکایت نہ کرنا؟"

"شکایت ـــــ اگر تم نے ایسا کیا تو میرے تمہارے تعلقات دائم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔"

"تمہاری ضد سے مجبور ہو کر اتنا کر سکتا ہوں کہ اس کی جان نہ لوں۔"

"ہاں میں یہی چاہتی ہوں، ـــــ بس صرف اتنا ہی۔"

"لیکن اس کی زندگی اجیرن کر دوں گا، اس کی حالت عبرت انگیز انگیز ہو جائے گی۔"

"ارے بھائی یہ کیوں؟"

"میں اسے پٹواؤں گا، اور اس کے ہاتھ پاؤں تڑواؤں گا۔"

"کتنی رکعت کا ثواب ملے گا؟"

"جی ٹھنڈا تو ہو جائے گا۔"

"اور کیا کرو گے؟"

"پولیس والوں سے میرا یارانہ ہے، کسی جرم میں جیل بھجوا دوں گا"

"آہا کیا کہنا، بڑے تیس مار خاں ہو۔"

"پھر دیکھوں گا اپنے بھائیوں کو کہاں سے پڑھاتا ہے، اور بہنوں کی شادی کیسے کرتا ہے! بھائی اگر بھیک نہ مانگیں اور بہنیں اگر آبرو باختہ نہ ہو جائیں تو میرا نام فخری نہ رکھنا۔"

"مانا رشدی گنہگار ہے، خطاکار ہے، اس کی جان لے لو۔ اس کے ہاتھ پاؤں تڑوا دو۔ لیکن اُس کے بے گناہ بھائیوں کی خطا کیا ہے۔ اس کی معصوم بہنوں نے کیا جرم کیا ہے؟"

"کیا یہ جرم کم ہے کہ رشدی اُن کا بھائی ہے"

"کیا تمہارے کوئی بھائی بہن نہیں ہے!"

"کیوں نہیں! ایک چھوڑ کئی کئی!!"

"پھر تمہیں خدا سے ڈر نہیں لگتا؟"

"خدا کو ہمارے معاملات میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس لئے کہ ہم سب اس کے بندے ہیں، اور اس کا اصول ہے کہ ظالم کو سزا دیتا ہے، اور مظلوم کا ساتھ دیتا ہے۔"

"اچھا تو پھر تمہیں میری یہ شرط ماننا پڑے گی، اگر اُسے بچانا چاہتی ہو!"

"مجھے! ـــ کون سی شرط؟"

"ہماری شادی جلد از جلد ہوتی چاہیئے!"

"(مسکراتے ہوئے) اتنی جلدی کی کیا ضرورت! ہو جائے گی۔"

"کب ہو جائے گی! ـــ قیامت میں؟"

"نہیں ذرا امی اچھی ہولیں ، !"

"اتنے دِنوں سے تو وہ بیمار رہیں ، نہ جانے کب اچھی ہوں گی !"

"ڈاکٹر نے آس دلائی ہے جلد اچھی ہو جائیں گی ۔ کہہ رہا تھا وہ تین ہفتے میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی ۔"

"اس کے معنی یہ ہوئے کہ مجھے اور تین مہینے انتظار کرنا پڑے گا ۔"

"تو کونسا غضب ہو جائے گا ۔"

"یہ میرے دل سے پوچھو ۔"

"بچوں کی سی ضد نہ کرو ، دو تین مہینے میں کچھ نہیں بگڑ جاتا — اس شادی سے ہمیں اتنی خوشی نہیں ہو گی جتنی انہیں ہو گی ، اور ان کی خوشی میرے لئے معراج ہے ، !"

"ہمیشہ اسی طرح کی باتیں کر کے ٹال دیتی ہو ۔ صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ۔"

"زیادہ بے صبری اچھی نہیں ہوتی ، !"

"بہت اچھا جناب ، جیسی حضور کی مرضی ، لیکن یہ آخری حد ہے بے صبری کی ۔"

"شکریہ (ہنستے ہوئے) لیکن ہماری شادی میں رشدی بھی شریک ہوں گے ؟ !"

(تیوری چڑھا کر) کس حیثیت سے شریک ہو گا ؟"

"شہ بالا کی حیثیت سے ۔"

فخری نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا

"بڑی شریر ہو؟ وہ میرا شہ بالا بنے گا! یہ ہو سکتا ہے!"

"کیوں نہیں ہو سکتا، اب سے کچھ عرصہ پہلے تک تو تم دونوں میں بھائیوں کے سے تعلقات تھے!"

"ہاں تھے، لیکن اب نہیں ہیں، اب ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔!"

"صرف تم؟"

"ہاں صرف میں ۔۔ اس لئے کہ میں زیادہ باعزت ہوں اس سے!"

"ائے رخشی تم کہاں؟"

"جہاں تم وہاں ہم!"

"یوں ہی سیر سپاٹے کو آئی ہو باغ میں؟"

"صرف سیر سپاٹے کے لئے نہیں، کچھ اور مقصد بھی ہے یہاں آنے کا!"

"کیا مقصد ہے؟"

"تمہاری جاسوسی!"

(ہنستے ہوئے) میری جاسوسی کیا کرے گی تو؟ کون سا جرم کر رہی ہوں میں؟"

"کیا یہ کوئی معمولی بات ہے کہ تم نے رشدی بھائی جیسے آدمی کو اسیر دام کر لیا ہے!"

"تم غلط کہتی ہو رخشی!"

"اور تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں!"

"اصل واقعہ کیا ہے!"

"میں فخری سے محبت کرتی ہوں، رشدی سے نہیں۔"

"پھر رشدی بھائی تم پہ ہزار جان سے فریفتہ کیوں میں ہیں؟"

"اس کا جواب انہی سے لو۔"

"وہ تو نہ منہ بولتے ہیں نہ سر سے کھیلتے ہیں۔ نہ محبت کا اقرار کرتے ہیں نہ انکار، نہ تمہاری برائی سن سکتے ہیں۔ نہ تعریف کرتے تھکتے ہیں نہ تم سے وابستہ ہیں، نہ جدا ہیں، خدا ہی جانے کیا ہو گیا انہیں!"

(مسکراتے ہوئے) دماغ خراب ہو گیا ہوگا۔"

"ہاں اور کیا، یہی تو کہو گی!"

"تو اور کیا کہوں؟"

"مجھے تو بڑا ترس آتا ہے بیچارے پہ۔"

"مجھے خود!"

"پھر شادی کیوں نہیں کر لیتیں ان سے؟"

"وہ اس قابل نہیں ہیں!"

"کیا کمی ہے ان میں؟"

"غریب ہے کنگال ہے، نہ گھر، نہ زیور، نہ زر، پھر فخری اس سے زیادہ حسین بھی ہے!"

"بڑی لالچی ہو گئی ہو فاخرہ!"

انسان خود کچھ نہیں ہوتا، زمانہ اُسے سب کچھ بنا دیتا ہے۔"

"تو زمانے نے تمہیں لالچی بنا دیا ہے؟"

"ہاں، — یہی سمجھ لو۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی!"

"کیسے نہیں ہوئی؟"

"یوں کہ تم ہی تو کہہ رہی تھیں کہ رشدی سے شادی کر لو؟"

"یہ بتاؤ کیا رشدی نکما ہے؟ جاہل ہے؟"

"نہیں بڑا اچھا، بڑا قابل، بڑا شریف آدمی ہے، لیکن نکما ضرور ہے۔
تو کیا واقعی تم فخری سے شادی کا فیصلہ کر چکی ہو؟"

"ہاں، اور میرا یہ اٹل فیصلہ ہے۔"

"لیکن سُنا ہے اُس کا چال چلن اچھا نہیں ہے؟"

"نہ ہو۔"

"آنکھیں نکال کر، کیا مطلب؟"

"چال چلن اچھا نہیں ہے تو کیا بگاڑ دے گا میرا؟ زیادہ سے زیادہ
یہی ہوگا کہ عیاشی کرے گا، میری بات نہ پوچھے گا۔"

"ہاں — تو ایک عورت کے لئے کچھ کم ہے یہ؟"

"میرے لئے بہت کم ہے — ورنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں۔"

"گویا تم فخری سے محبت کرتی ہو گی وہ کرے یا نہ کرے؟ اور
ظاہر ہے وہ کیا جانے محبت کرنا تم ہی شمع کی طرح گھلتی رہو گی۔"
زندگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے رخشی، وہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے

جس میں ” نہ خدنگ ہے نہ طوفان ، نہ خرابی کنارہ “

” آج تو کچھ عجیب طرح کی دکھائی دے رہی ہو “

” ہاں تم نے سوال بھی تو عجیب سا چھیڑا تھا ۔ (مسکراتے ہوئے)
جیسی کہو گی ویسی سنو گی “

” بار بار سوچتی ہوں اور حیران رہ جاتی ہوں کہ آخر تم جیسی بلند خیال اور بلند کردار عورت نے رشدی پر فخری کو ترجیح کس طرح دی! کیا واقعی قیامت قریب آگئی ہے کہ سچی محبت میں بھی اثر نہیں رہا؟“

” ایسا معلوم ہوتا ہے تم محبت کرنے لگی ہو رشدی سے ! اس حُسن انتخاب پر میری مبارک باد قبول کرو رخشی “!

” کچھ تمہارا دماغ چل گیا ہے ! میرے لئے یہ فخر بس ہے کہ وہ مجھے بہن سمجھتا ہے اور میں بھائی کی طرح اس کا احترام کرتی ہوں !“

” بڑی چالاک ہو رخشی خدا کی قسم تم تو !“

” کیوں بھئی چالاک کیسے ہو گئی ؟“

” مجھے یہ بات نہ سوجھی ورنہ ——“

” ورنہ کیا کر لیتیں تم ؟“

” میں بھی بھائی بنا کر محبت کے جھگڑے کو ختم کر دیتی “

” ہماری سمجھ میں نہیں آیا کچھ ؟“

” ہمیشہ کی بدھو ہو تم تو !“

” اللہ ہی بچائے تم جیسے عقل مندوں سے !“

"سچ کہنا — ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں سچ کہوں گی — پوچھو!"

"کیا رشدی بھائی پہ تمہارا دل نہیں کڑھتا؟"

"بہت کڑھتا ہے، بہت زیادہ۔"

"پھر بھی یہ سنگ دلی! یہ جفا کاری!"

"رخشی تم ایک بات بالکل بھول جاتی ہو!"

"وہ کونسی بات ہے ذرا کہنا تو سہی!"

"یہ کہ میرے اور رشدی کے مزاج میں، طبیعت میں، ذات میں
گہرا اور زبردست اختلاف ہے۔"

"نہیں سمجھ میں آیا بھئی۔"

"رشدی ایک قلندر صفت شخص ہے۔ نہ اسے دنیا کی فکر
ہے نہ دنیاداری کی پروا، وہ بے انتہا قابل ہے، لیکن ترقی نہیں
کر سکتا۔ اس میں آگے بڑھنے کی امنگ نہیں ہے، وہ خدمت کرنا
چاہتا ہے، سب کی، قوم کی، وطن کی، فاقے کرے گا، دکھ
جھیلے گا، تکلیفیں برداشت کرے گا لیکن جاہ منصب کو ٹھکراتا
رہے گا۔"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے —!"

"اس کے برعکس تخری کو دیکھئے، وہ حوصلوں اور آرزوؤں سے
بھرپور ہے، وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس دولت ہے

اور وہ دولت بڑھانے کا گر جانتا ہے۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے، — کوئی انکار نہیں کر سکتا اس حقیقت سے۔"

"اگر میں رشدی سے شادی کر لوں تو میری یہ زندگی، ایک داستانِ الم بن کر رہ جائے گی۔"

"وہ کیوں بھئی!"

"وہ اس لئے کہ میں دوسروں کے بجائے اپنی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے زندہ رہنے کا شوق ہے۔ میں ٹھاٹھ، شان اور وقار کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ میں ایک شاندار کوٹھی چاہتی ہوں جو ملازموں سے بھری ہوئی ہو۔ مجھے موٹر چاہیئے، زیورات چاہئیں، اور —"

"اور کیا! وہ بھی کہہ ڈالو!"

"اور ایک خوبصورت اور شاندار شوہر چاہیئے — سچ کہنا، کیا فخری خوب صورت اور شاندار شوہر نہیں ہے —؟"

"بہت زیادہ، اس کے خوبصورت اور شاندار ہونے میں کون شک کر سکتا ہے! وہی جو اندھا ہو۔"

"اب بتاؤ میں رشدی کے پاس خوش رہ سکتی ہوں یا فخری کے پاس!"

"یہ خیالات ہیں تو بے شک فخری تمہیں خوش رکھ سکتا ہے

لیکن دھڑکا ایک بات کا ہے !"

"یہی ناکہ وہ عیاش ہے !"

"ہاں — کیا یہ معمولی بات ہے ! وہ بھی جھوٹا اس کی محبت بھی جھوٹی۔"

مان لیا رخشی وہ مجھ سے عشق ظاہر کر کے شادی کرنا چاہتا ہے شاید تم مجھ سے زیادہ جانتی ہو کہ وہ عیاش ہے، نہ جانے کتنے عشق کر چکا ہے۔ کتنے کر رہا ہے کتنے اور کرے گا، اسے میرا روپ کچھ زیادہ پسند آگیا ہے، اسے خرید رہا ہے۔ جب اس روپ میں کمی آجائے گی، مجھ سے بے پرواہ ہو جائے گا۔ ممکن ہے طلاق دیدے، یہ سب جانتے ہوئے جو میں اُس سے شادی کر رہی ہوں تو ظاہر ہے، جہاں وہ مجھے بے وقوف بنا رہا ہے میں اُسے بنا رہی ہوں، وہ اپنے نفس کے لئے مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی نا۔!"

"ہاں بے شک یہی بات ہے۔"

"چلو یہی سہی، — میں یہ بھی مانے لیتی ہوں کہ وہ مجھ سے شادی کے بعد بھی اپنے لچھنوں میں کوئی فرق نہیں آنے دے گا۔ لیکن میں آبرو باختہ نہ اب ہوں نہ کسی زمانے میں ہو سکتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو، اُس کی ہوس میرے دروازے تک اُسے کھینچ لائی ہو۔ لیکن مجھے اپنے اوپر، اپنے حسن پر، اپنی سحر طرازی پر اعتماد ہے۔

بھروسہ ہے، آج اس کی محبت کھوٹی ہے۔ لیکن میری محبت، میری
وفا، میرا خلوص دیکھ کر وہ مجبور ہو جائے گا مجھ سے سچی محبت کرنے
پر، دل کو دل سے راہ ہوتی ہے رخشی، اور اگر پھر بھی اس نے مجھ سے
محبت نہ کی تو بھی میں اس سے بے وفائی نہیں کروں گی۔ رشدی
کے لئے اپنے دل میں عزت رکھتی ہوں، لیکن محبت صرف فخری
ہی سے کرتی ہوں، یہ نہ سمجھنا کہ میں فخری کو فرشتہ سمجھتی ہوں، فرشتہ
اگر کہلایا جا سکتا ہے تو صرف رشدی، لیکن میں فرشتے سے محبت
کر کے کیا کروں گی؟ مجھے انسان سے محبت کرنی ہے۔ یہ جانتے ہوئے
کہ انسان، انسان ہی ہے اس سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں وہ ٹھوکر بھی
کھا سکتا ہے۔ لیکن ان غلطیوں میں لذت آتی ہے۔ رخشی یاد رکھو
جس روز میں اس کی صرف اس کی بن جاؤں گی، اس کے بعد دنیا کا
ہر مرد میرے لئے باپ ہوگا، یا بھائی، پھر بھی اگر اس نے مجھے
دھوکا دیا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی میرا نہ بن سکا، اس کے لئے دنیا کی
ہر عورت اور خوبصورت عورت صرف اس لئے بنی ہے کہ جس طرح اور جس قیمت
پہ بھی ممکن ہو حاصل کر لی جائے، تو رخشی اگر ملامت کے قابل ہوگا تو
تو وہ نہ کہ میں!"

"پھر تم اس کا بگاڑ کیا لوگی! ایک بے بس عورت کیا کر سکتی
ہے۔!"

"یہ نہ کہو، عورت سب کچھ کر سکتی ہے، اور اس کا انتقام خدا کی پناہ

"کیا تم میں فاخرہ پر قوت ہے!"

"صرف مجھ میں نہیں ہر فاخرہ میں!"

"تو کیا فاخرہ کئی ہیں!"

"ہاں نہ جانے کتنی، نہ جانے کہاں کہاں! خدا کی یہ دنیا بڑی وسیع
ہے رخشی، یہاں اگر نخری کی کمی نہیں ہے، تو فاخرہ کی بھی نہیں
نیکی اور بدی، روشنی اور تاریکی، سفیدی اور سیاہی اگر ساتھ ساتھ
نہ چلیں تو یہ دنیا قائم کس طرح رہ سکتی ہے -!"

"ہاں ٹھیک کہتی ہو — لیکن سوچتی ہوں رشی کا انجام کیا
ہو خدا کرے اچھا ہو (کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد) میرے خیال
میں اچھا ہی ہو گا!"

"وہ کس طرح! اس پیشگوئی کی بنیاد کیا ہے!"

"بے شک رشدی مجھ کو چاہتا ہے، دل و جان سے چاہتا
اس کی چاہت میں نفس پرستی اور ہوس پرستی نہیں ہے، لیکن میری
مجبوری، بہرحال وہ مرد ہے اور قدرت نے اس انتظام کو کیا کیا جائے
کہ مرد کے کئی دل ہوتے ہیں اور عورت کے پاس صرف ایک، مرد
اپنا عشق بھول جاتا ہے، عورت نہیں بھول سکتی، مرد ایک عشق کے
دوسرا عشق کر سکتا ہے، عورت نہیں کر سکتی، وہاں زخم دل زمانے
کے ہاتھوں جلد مندمل ہو جاتا ہے لیکن عورت کا زخم دل ہمیشہ رستا
مرد محبوب کے نعم البدل پر، — اکثر مل جاتا، اور مل ہی جاتا ہے

تابع ہو جاتا ہے، لیکن عورت کے ہاں نعم البدل نام کی کوئی چیز نہیں لہٰذا اطمینان رکھو، رشدی اس غم کو جھیل لے گا، اور مخزی نے دھوکا دیا تو جو ہستی نہ جھیل سکے گی وہ فاخرہ ہو گی، وہ اس غم میں گھل گھل کر مر جائے گی، لیکن رخشی دُعا کرو، ایسا نہ ہو، میں نے مخزی کو پاکر کوئی گناہ نہیں کیا ہے، میری اس چاہت میں فریب نہیں ہے دھوکا نہیں ہے، سچائی ہے، کھرا پن ہے، اگر میری یہ محبت ناکام ہوئی تو مر جاؤں گی، مٹ جاؤں گی، ممکن نہیں کہ اس غم کو جھیل سکوں، میرا دل نازک ہے وہ اتنے بڑے شاک کو برداشت نہیں کر سکے گا۔

رگلے میں باہیں ڈال کر، "فاخرہ تمہیں کیا ہو گیا ہے، خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو، اب بھی فاخرہ مخزی کو دھتکار دو، رشدی کو قبول کر لو۔"

"نہیں رخشی یہ نہیں ہو سکتا! ہرگز نہیں!"

"اس لئے کہ میں مخزی سے محبت کرتی ہوں۔"

"لیکن وہ دھوکے باز ہے۔"

"وہ مجھے دھوکا نہیں دے گا۔"

"جس جس کو اس نے دھوکہ دیا ہے سب کا یہی خیال تھا۔"

"لیکن میں ان سے الگ ہوں،!"

"کیا تم عورت نہیں ہو؟"

"عورت تو ہوں مگر، ــــ!"

"مگر کیا؟ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں نفرت بھی کر سکتی ہوں!"

"یہ عورت کی فطرت کے خلاف ہے!"

"لیکن فاخرہ کی فطرت کے خلاف نہیں ہے۔"

"فاخرہ بھی ایک عورت ہے؟"

"لیکن وہ شیر کا دل رکھتی ہے۔"

نہ جانے کیوں رخشی مسکرانے لگی ـــــ اس تبسم میں ہمدردی بھی تھی اور طنز بھی۔

(۶)

"بیٹی ناہید — ناہید بیٹی، !"

"جی آئی امی ؟"

"آ بھی چکو کسی طرح، — میں بلاتی ہوں تم چیونٹی کی چال چلتی ہو، ویسے ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرا کرتی ہو سارے گھر میں، !"

"آ تو گئی امی، !"

"آ گئیں — تھرمامیٹر لاؤ"

"اوہو — امی یہ وہم چھوڑ دیجئے، اب بخار وخار نہیں ہے آپ کو، !"

"لاؤ تو سہی، اطمینان ہو جائے گا ذرا !"

"آپ نہیں مانتیں تو لیجئے"

"منہ میں تھرمامیٹر رکھ کر واپس کرتے ہوئے) لو دیکھو کتنا ہے !"

"ایک نظر ڈال کر، کچھ تامل کے ساتھ) ۹۹"

"۹۹ — اس سے کم نہیں ہوگا ؟"

"ہو جائے گا امی! "

"نہیں بیٹی یہ دق کے ساتھ جائے گا۔"

"خدا نہ کرے سب ہی بیمار ہوتے ہیں اور اچھے ہو جاتے ہیں! "

"سچ کہتی ہو بیٹی — لیکن بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کبھی نہیں اچھے ہوتے! "

"وہی وہم، اس کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہیں! "

"دق کا نام اگر وہم ہے تو واقعی لقمان کے پاس بھی اس کی دوا نہیں! "

"آپ کو نہیں ہے دق۔"

"نہ ہو گی۔! "

"۹۹ تو مجھے بھی ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔! "

"چل —، — خدا نہ کرے۔"

"سچ امی۔"

"لو اب سے میرے پاس نہ اٹھا بیٹھا کرو، معلوم ہوتا ہے میری چھوت تجھ میں بھی سرایت کر رہی ہے! "

"میں تو خدا سے دعا کرتی ہوں کہ میری زندگی آپ کو دے دے! "

"دیکھو ایسی باتیں نہ کرو ورنہ زہر کھا لوں گی! "

"آپ ہی کھا سکتی ہیں نہیں کھا سکتی! "

"تجھے ہوا کیا ہے، کیوں ایسی باتیں کر رہی ہے آج! "

"پھر آپ مایوسی کا اظہار کیوں کرتی ہیں! — کیا آپ کو نہیں معلوم میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں! سلطانہ کو آپ سے کتنی بے پناہ محبت ہے! اشفاق جان چھڑکتا ہے آپ پر، یہی حال اختر کا ہے، اور وہ جو ہیں آپ کی لاڈلی اور دلاری بیٹی فاخرہ، وہ تو آپ کے نام کا کلمہ پڑھا کرتی ہیں،!"

"(با چشمِ پُرآب، بھرائی آواز میں) ناہید بیٹی!"

"جی امّی —"

"ایسی باتیں نہ کرو — خدا تم لوگوں کو سلامت رکھے۔ میں نے دنیا کی بہار دیکھ لی، بڈھی ہونے کو آئی، تم لوگوں نے ابھی کیا دیکھا ہے؟"

"ہم صرف اپنی امی کو تندرست دیکھنا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھنا چاہتے"

"بیٹی ناممکن کی آرزو نہیں کرنا چاہیے۔ میں اب نہیں اچھی ہو سکتی اور اچھا ہونا چاہتی بھی نہیں، البتہ ایک آرزو ضرور ہے اگر اللہ میاں پوری کر دیں — فاخرہ کے ہاتھ پیلے کر لوں بس!"

"وہ تو بہت جلد ہو جائیں گے! — آپ ہی کہہ رہی تھیں اس روز۔"

"ہاں فخری کے ہاں سے پیغام آیا ہے اور میں نے منظور بھی کر لیا ہے لیکن —"

"لیکن کیا امّی، ؟"

"کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے مجھے فاخرہ فخری سے مطمئن نہیں ہے!"

"ہم سے تو انہوں نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا!"

"میرے سامنے بھی کوئی ایسی بات نہیں کی، لیکن یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں میں نے، آدمی طور طریقوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسے میرے دل میں بیٹھا کوئی کہہ رہا ہے۔ یہ رشتہ فاخرہ کو منظور نہیں!"

"پھر کیا ہوگا؟"

"لیکن وہ اپنے دل بات نہیں کہتی۔ اپنا عندیہ نہیں بتاتی، پوچھو تو رضامندی کا اظہار کر دیتی ہے، اس طرح جیسے فخری سے محبت کرتی ہو!"

"کرتی ہوں گی محبت ان سے،!"

"خدا کرے کرتی ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ نہیں کرتی!"

"یہ تو بڑی مشکل ہوئی! — میں ان سے پوچھوں؟"

"ہاں ذرا باتوں باتوں میں!"

"اچھا اگر آپ کی بات سچ نکلی تب کیا ہوگا؟"

"ابھی کچھ نہیں گیا ہے انکار کر دوں گی!"

"(دانتوں تلے انگلی دبا کر) انکار کر دیں گی آپ!"

"ہاں کیوں نہیں!"

"اتنا اچھا تو وہ رشتہ ہے، اتنے مالدار تو لوگ ہیں،

سب دلدر دور ہو جائیں گے شادی کے بعد۔"

"ہاں بیٹی یہی بات ہے؟"

"کیا بات ہے امی؟"

"شاید وہ اسی لیے، اس رشتہ پر رضامند ہے۔"

"کس لئے امی؟"

"دلدر دور کرنے کے لیے۔"

"دل سے رضامند نہیں ہیں؟"

"ہاں میرا بھی خیال ہے۔"

"میں پوچھوں گی؟"

"باتوں باتوں میں اپنی طرف سے پوچھنا۔ میرا نام نہ لینا۔"

"بہت اچھا — ویسے تو میں نے کئی مرتبہ ٹٹولا ہنس کر چپ ہو رہی۔"

"تیری مذاق کی عادت ہے، ذرا سنجیدگی سے پوچھنا۔ — میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔"

اچھا پوچھ دیکھوں گی — یہ تو میں نہیں کہہ سکتی کہ اس رشتے سے وہ راضی ہیں یا نہیں۔ لیکن ایک بات ضرور کہہ سکتی ہوں، وہ یہ کہ ان زندہ دلی میں اب آورد زیادہ ہے آمد کم۔"

"ہاں بیٹی۔ یہی میں محسوس کر رہی ہوں۔"

"اس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا؟"

یاد کرجب اُس رشتے کی بات چیت نہیں ہوئی تھی، اس کی زندہ دلی اور خوش گفتاری، شوخی، اور چلبلے پن کا کیا عالم تھا یاد ہے؟"

"بہت اچھی طرح یاد ہے امّی!"

"اور اب؟"

"اب کیا کہوں! ہنستی اب بھی ہیں، مسکراتی اب بھی ہیں، ہم لوگوں کے ساتھ اُٹھتی بیٹھتی اب بھی ہیں، لیکن کبھی کچھ سوچنے لگتی ہیں، کبھی یک بیک خاموش ہو جاتی ہیں، کبھی ہنستے ہنستے سکوت اختیار کر لیتی ہیں، پہلے تو بڑی سے بڑی بات پہ خفا نہیں ہوتی تھیں۔ اب کچھ چڑچڑی سی ہوگئی ہیں، اور پرسوں تو ایک بڑی عجیب بات ہوئی!"

"کیا بات ہوئی بیٹی؟"

"وہ میز پہ بیٹھی کچھ لکھ رہی تھیں، اتنے میں سلطانہ آگئی، چونکہ وہ سلطانہ کو ہم سب سے زیادہ چاہتی ہیں لہٰذا وہ شوخ بھی ان سے بہت ہے۔"

"ہاں جانتی ہوں، — آگے!"

"سلطانہ نے ان کے ہاتھ سے قلم چھین لیا، اور ضد کرنے لگی، کچھ مت، باتیں کیجئے ہم سے کہانی سنائیے ہمیں —"

"کہانی کی عادت تو ایسی ڈال دی ہے اُس نے سلطانہ کو کہ میرا ناک میں دم ہو گیا، خیر پھر؟"

"آپا نے جھنجھلا کر سلطانہ کو دیکھا، گھورا، اور قلم اُس کے ہاتھ سے چھین لیا، یہ بالکل نئی بات تھی، شاید پہلی مرتبہ، سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہیں کھڑے کھڑے وہ رونا ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہاں جانتی ہوں، آگے کہو۔"

"آپا نے قلم سنبھال کر پھر لکھنا شروع کر دیا، شاید ایک سطر لکھ پائی ہوں گی کہ سلطانہ پر نظر پڑی، قلم پھینک دیا۔ جو لکھ رہی تھیں اُسے پھاڑ دیا، اسے گود میں لے کر پیار کیا۔ روتی جاتی تھیں اور پیار کرتی جاتی تھیں۔ سلطانہ اپنا رونا دھونا بھول کر ہق دق انہیں دیکھے چلی جا رہی تھی۔"

"پھر نا ہید ــــ ؟"

"جی امّی ــــ پھر اُسے پیار کرتی ہوئی کہنے لگیں، تیرا رونا میں دیکھ نہیں سکتی تجھے خوش رکھنے کے لئے میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گی۔ تجھے خوب پڑھاؤں گی بڑی اچھی جگہ تیری شادی کروں گی جہیز اتنا دوں گی کہ تو بھی یاد کرے گی۔ اور اس کے بعد مر جاؤں گی، سلطانہ نے پوچھا مر کیوں جاؤ گی؟ وہ کہنے لگیں پھر زندگی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اور مقصد پورا ہونے کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے۔ ہم لوگ تو سہمے ہوئے تھے کچھ نہیں بولے۔ لیکن امی اب پوچھتی ہوں کہ یہ اُنھوں نے کیا کہا؟ کیا مطلب تھا اس بات کا؟ وہ مر کیوں جائیں گی؟"

سلطانہ کی شادی کے بعد اُن کی زندگی کا مقصد کیوں پورا ہو

"دیکھو میں نہ کہتی تھی! —" (ایک آہ سرد کے ساتھ) اس نے

زندگی کا مقصد یہ بنا یا ہے کہ وہ تم لوگوں کی زندگی سنوار د

سلطانہ تم سے چھوٹی ہے۔ اس سے فراغت پانے کے بعد

حاصل ہو جائے گا"

"یعنی امی —"

"ہاں بیٹی، وہ ہرگز فخری کے ساتھ شادی پہ خوش نہیں

"پھر انکار کیوں نہیں کر دیتیں!"

"پھر تم سب کا کیا ہوگا!"

"امی ہم سب سے ان کی شادی کا کیا سروکار ہو سکتا ہے!"

"یہ ہے بیٹی — فخری دولت مند ہے، وہ ایک دولتمند

اس لئے شادی کر رہی ہے کہ اپنے چھوٹے بھائیوں اور بہنو

پرورش کر سکے۔ انہیں باعزت زندگی بسر کرنے کا اہل بنا د

کیا اب بھی تو کہے جائے گی کہ مجھے زندہ رہنا چاہیئے۔؟"

"لیکن امی تمہیں اپنے لئے، اُن کی زندگی برباد کرنا کب منظ

ہے؟"

"اُسے تو منظور ہے"

"اب تو میں ان سے صاف صاف باتیں کروں گی"

"کیا باتیں کرو گی؟"

"میں کہوں گی اگر یہ شادی منظور نہیں ہے تو انکار کر دو۔"
"اور وہ تمہارے حکم کی منتظر بیٹھی ہے کہ انکار کر دے گی؟"
"میں ان کے دل کی پوچھ کر رہوں گی۔؟"
"دیکھوں گی تم کیسے پوچھ لیتی ہو؟"
"دیکھ لیجئے گا، وہ مجھ سے اپنے دل کی بات کہہ دیتی ہیں۔"
"سب کچھ کہہ دے گی، مگر یہی نہیں کہے گی، پوچھ کر دیکھ لے!"
"لیکن امی اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ اس شادی کو پسند نہیں کرتیں تو آپ خود کیوں نہیں اس رشتے کو منسوخ کر دیتیں۔!"
"میں ڈر رہی تھی یہ سوال ضرور کرے گی؟"
"بتائیے امی۔"
"اس لئے کہ تم لوگوں کی پرورش اور پرداخت کا بار میرے بعد اس پہ آن پڑے گا۔ اور میں چند روز سے زیادہ کی مہمان نہیں ہوں!"
"خدا کے لئے ایسا نہ کہئے امی، — میری امی!"
"لیکن اب فاخرہ گئی کہاں ہے! اب تک نہیں آئی؟"
"وہیں گئی ہیں ٹیوشن پہ، — روز تو جاتی ہیں۔"
"لیکن روز تو اس وقت تک واپس آ جاتی تھی!"
"ہاں آ تو جاتی تھیں!"
"پھر اب کیوں نہیں آئی؟"

"آتی ہوں گی۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے بیٹی ـــــ اشفاق اور اختر کو بھیج، اس
میں جاکر، بڑا خراب زمانہ ہے،

"لیکن امّی! اشفاق اور اختر تو ابھی اسکول سے واپس نہیں

"(بستر سے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے) ہوں تو میں خود
ہوں میرا برقعہ کہاں ہے؟"

"امّی یہ کیا کہہ رہی ہیں! ـــ آپ جائیں گی!"

"پھر کون جائے گا! اشفاق اور اختر یہاں نہیں، تو جا نہیں
اور مجھے وہم پر وہم ہو رہے ہیں، اگر تو نے مجھے نہ جانے دیا تو
قلب کی حرکت بند ہو جائے گی، میں مر جاؤں گی۔ میرے دماغ
رگیں پھٹ جائیں گی ـــ"

"(خوش ہو کر) وہ رہیں، آپا آگئیں، آپا آگئیں!"

حصۂ دوم

گھاؤ

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما!
کام جب رُک گیا روانہ ہُوا

(۱)

بڑی حساس لڑکی تھی، !

شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنا گھر اسے پاگل خانہ نظر آیا۔۔۔!

اس پاگل خانے میں بھانت بھانت کے دیوانے جمع تھے، مرد بھی اور عورت بھی، بڑے بھی اور چھوٹے بھی بزرگ بھی اور خورد بھی، وہ بھی جن کی پیشانی پر سجدۂ عبودیت کا نشان تھا، اور وہ بھی، جو ہر قید و بند سے آزاد زندگی بسر کر رہے تھے۔

یہ ایک بہت پرانا گھرانا تھا۔ جس کا شجرۂ نسب ۱۴ سو برس پرانا تھا اور ہر پشت کی پوری تفصیل بزرگوں نے بڑے اہتمام سے محفوظ رکھی تھی،

اس گھرانے کو اپنے شجرہ نسب پہ ناز تھا، رفتہ رفتہ اس ناز نے غرور کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اور زوال و ادبار کے ساتھ یہ غرور "پدرم سلطان بود" کے نعرے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ رسی جل گئی تھی مگر اس کا بل نہیں گیا تھا۔!

اس گھر کے کئی مالک تھے۔

یہ گھر ایک ملک تھا، اور اس ملک میں کئی بادشاہ تھے، یہ بادشاہ رکھ رکھاؤ اور میل جول سے رہتے تھے، گو یہ بادشاہ ایک دوسرے کے شاکی، ایک دوسرے سے نالاں اور ایک دوسرے کے نکتہ چین تھے۔ موقع ملتا تو ایک دوسرے کے خلاف وار کرنے سے بھی نہ چوکتے، البتہ جب آمنا سامنا ہو جاتا تو حدودِ تہذیب و شائستگی کا خیال رکھتے تھے، بڑا بڑا تھا اور چھوٹا چھوٹا!

ان بادشاہوں میں تو شاید ہی کبھی لڑائی کی نوبت آئی ہو لیکن ان میں سے ہر بادشاہ کی ملکہ دوسرے بادشاہ کی ملکہ سے پرخاش رکھتی تھی، لڑائی ہوتی تھی۔ پہروں اور گھنٹوں سلسلہ جاری رہتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے، بھارت کی جنگ دوبارہ شروع ہو گئی ہے، اس جنگ کے دوران میں وہ وہ ناگفتہ بہ انکشافات ہوتے تھے کہ اللہ دے اور بندہ لے شریف لوگ بھی ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ اس طرح کی لڑائیوں سے ہوا کرتا تھا!

ان بادشاہوں میں سب سے کمزور اور رو بہ زوال بادشاہ عثمان تھا!

یہ گھر کے بادشاہ گھر کی مملکت سے نکلنے کے بعد عام شہری کی حیثیت اختیار کر لیتے تھے، کوئی کہیں کلرک تھا، کوئی چیف اکاؤنٹ

عثمان ایک عرصے سے بیمار چلا آ رہا تھا، اس کی بیوی الماس بھی دائم المریض تھی، یہ دونوں گھر کی لڑائیوں کا تماشا تو دیکھتے تھے لیکن ان میں کوئی حصّہ نہیں لیتے تھے، مگر غیر جانبداری بھی ان کے لیے بلائے جان ثابت ہوئی کوئی بھی انہیں اپنا نہ سمجھتا تھا لہٰذا طعن تعریض کے تیر ہر طرف سے برستے رہتے تھے۔ عثمان نے بھائیوں سے بھی شکایت نہیں کی، الماس نے کبھی عثمان سے شکوہ نہیں کیا۔

بدقسمتی یہ تھی کہ عثمان کی آمدنی بھی کم تھی، اور وہ کثیر العیال بھی تھا۔ اس بیماری نے اور انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے تھے، بھائی اگرچہ مدد کر سکتے تھے لیکن خیریت دریافت کرنے کے سوا کسی نے بھی بات نہ پوچھی، اگر بسر یا قرض پہ ہو رہی تھی، یا پراویڈنٹ فنڈ پہ، جو ختم ہو چکا اب الماس کے چھوٹے موٹے زیور رہ گئے تھے۔

حکیم صاحب کی تاکید تھی کہ مریض کو روزانہ شوربہ ملنا چاہیے ورنہ اس کی حالت اور ابتر ہو جائے گی۔ الماس اپنے بچوں کو فاقہ کرا کے بھی، عثمان کے لیے شوربے کا بندوبست کرتی تھی۔ لیکن ایک روز بالکل بے بس ہو گئی، ایک جھنجی کوڑی بھی گرہ میں نہیں تھی۔ اس نے بڑی لڑکی ناہیدہ سے جو کالج میں پڑھ رہی تھی، اور جس کی فیس بھی دو مہینے سے نہیں جا سکی تھی، کہا۔

"بیٹی، ذرا مجاور جی سے ایک روپیہ قرض لے آ جا کر"

وہ کسمساتی ہوئی بولی "امی ناہید کو بھیج دیجئے"

ماں نے بیٹی پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔

"نا بیٹا، کہ وہ ٹال دیں گی، شاید تجھے دیکھ کر مروت آجائے، میں خود چلی جاتی، لیکن مجھ سے تو اُنہیں اللہ واسطے کا بیر ہے، دیتی ہوں گی تو نہیں دیں گی، تیرے باپ کا معاملہ نہ ہوتا، تو ہم سب تو فاقہ کر کے بھی گذر کر لیتے، لیکن گوشت تو آنا ہی چاہیئے ورنہ انہیں شوربہ کہاں سے ملے گا۔؟"

باپ کا نام سُن کر وہ بے بس ہو گئی، جواب میں کہا،

"اچھا جاتی ہوں،!"

الماس کی بھاوج یعنی اپنی چچی کے دربار میں حاضر ہوئی، اور کمرے کے دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی، وہ بڑی زیرک تھیں سمجھ گئیں دال میں کچھ کالا ہے، بے رُخی سے بولیں،

"کیسے آنا ہوا بیٹی۔"

وہ کچھ تامل کے بعد لرزتی ہوئی آواز میں بولیں۔

"ایک روپیہ قرض دے دیجئے، ہم کل واپس کر دیں گے،"

چچی نے زہرخندہ کرتے ہوئے کہا۔

"قرض، — ایک روپیہ — ہم کل واپس کر دیں گے،!— نا بی بی چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں! معلی، اپنے بچوں ل ہماری میرے پاس روپیہ کہاں! یقین نہ ہو تو پاندان دیکھ لو،!"

اتنے میں چچی کا لڑکا شوکت آگیا، کہنے لگا،

"امی مجھے پانچ روپے دے دیجئے۔"

اسے دیکھتے ہی پھول کی طرح کھل گئیں۔ کہنے لگیں "یہ پانچ روپے کیا ہوں گے!"

وہ بولا "پیچ دیکھنے جا رہا ہوں، دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھاؤں گا۔"

پھر کچھ پوچھے بغیر تکیہ اُٹھایا، اور پانچ روپے کا ایک نوٹ اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"جا بھاگ، — چل۔"

"اسے بھڑنے کی کیا ضرورت تھی، ہوا ہوگیا۔" فاخرہ نے پھر کہا۔

"چچی جان دے دیجئے؟"

وہ برہم ہو کر بولیں،

"بیٹی تم تو پیچھے پڑ گئی ہو، جیسے خدانخواستہ ہم تمہارے قرض دار ہیں، کہہ دیا نہیں ہے، بھلے مانسوں کی طرح راہ لو۔"

فاخرہ کا جی چاہا واپس چلی جائے، لیکن بیمار باپ کی تصویر نظر کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی، اس نے کہا،

"ابا جان کے لئے گوشت منگانا ہے۔"

چچی جان پان چباتی ہوئی بولیں،

"وہ تو میں جانتی ہوں، ماشاءاللہ اللوں تللوں کا سلسلہ جاری ہے گوشت کے بغیر لقمہ نہیں اُترتا کسی کے منہ سے لیکن یعنی بزرگوں کا قول ہے چادر دیکھ کر

پاؤں پھیلانا چاہیے۔

ناخرہ سمجھ گئی کہ ان تلوں میں تیل نہیں نکل سکتا، مایوسی کے عالم میں واپس ہوئی تھی کہ دوسری چچی بل گئیں، کہنے لگیں،

"کہاں سے آ رہی ہو ناخرہ؟"

"وہ بولی" ذرا چچی اماں کے پاس گئی تھی ایک کام سے"!

وہ مسکرائیں، اور فرمانے لگیں" قرض مانگنے گئی ہوگی؟ — ملا؟"

اس نے بہت طنز سے جواب دیا۔

"نہیں —"

اس نہیں کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ قرض مانگنے نہیں گئی تھی، اور یہ بھی تھا کہ قرض نہیں ملا، دوسری چچی کو اس نکتہ میں غلطاں و پیچاں چھوڑ کر وہ آگے بڑھ آئی، لیکن قدم اٹھ نہیں رہے تھے۔ جاکر یہ کہنا تو آسان تھا کہ روپیہ دینے سے چچی نے انکار کر دیا، لیکن اس کے بعد کیا ہوگا۔؟

یہ سوچتے سوچتے وہ مڑی۔ گھر کے پاس ہی ایک دوسرا گھر تھا۔ جس میں ایک سہیلی رخشی رہتی تھی، وہ تیر کی طرح وہاں پہنچی، لیکن یہ دیکھ کر دل دھک سے ہو گیا کہ رخشی نہیں تھی، ارخشی کی ماں نے پوچھا۔

"کیوں بیٹی، آج ناوقت کیسے آ گئیں؟"

"وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی،

"ذرا رخشی کے پاس آئی تھی ایک کام سے، لیکن وہ تو ہے نہیں!"

انہوں نے نرم دلی اور دل سوزی کے لہجے میں کہا،

"وہ نہیں ہے، میں تو ہوں، مجھے بتا دو گی تو کیا ہو جائے گا، ؟"

وہ بولی "اُس سے ایک روپیہ لینا تھا!"

وہ حیرت سے بولیں "رخشی سے روپیہ لینا تھا کیا اب وہ قرض بھی لینے لگی ہے۔؟"

فاخرہ نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

"نہیں خالہ جان میں اُس سے قرض لینے آئی تھی۔"

خالہ جان نے بٹوا کھولا، اور پانچ روپے کا ایک نوٹ بڑھاتے ہوئے کہا،

"وہ اگر تمہاری بہن ہے، تو میں تمہاری ماں کی طرح ہوں، لو، واپس دینا جب چاہے۔ کوئی ایسی جلدی بھی نہیں ہے واپسی کی،!"

اپنائیت، دل سوزی، اور ہمدردی کے یہ الفاظ تیر بن کر فاخرہ کے دل پر لگے، اس کا بھرم نکل گیا تھا، اس کی کمزوری آشکار ہو گئی تھی، ۔۔۔ اس کی عزت بے نقاب ہو گئی تھی، لیکن نہیں باپا کی زندگی ان سب چیزوں سے بالا تھی، اس کے لئے اس کو زندہ رکھنے کے لئے ہر ذلت سہی جا سکتی ہے۔!"

یہ سوچ کر اُس نے نوٹ لے لیا، اور شکریہ ادا کئے بغیر گھر آئی اور ماں کے ہاتھ پر نوٹ رکھ دیا۔!

(۲)

اور جب عثمان کا انتقال ہو گیا، وہ مصائب اور شدت امراض کی تاب نہ لا کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا، تو الماس اور فاخرہ اور اس کے بھائی بہنوں ناہید اور سلطان، اشفاق اور اختر کی شامت آگئی،!

گھر میں رہنا دوبھر ہو گیا؛!

اسکول سے سب کا نام کٹا یا گیا، صرف فاخرہ کا داخلہ جاری رہا۔ وہ اسکول میں پڑھتی تھی، اور گھر میں بھائی بہنوں کو پڑھاتی تھی جس دفتر میں عثمان ملازم تھا وہاں سے ایک ہزار روپیہ گریجوئی کا مل گیا،

اس رقم میں سے کچھ قرض ادا ہوا، کچھ کے کپڑے بنے، اور کچھ سے روز مرّہ کا خرچ چلنے لگا۔

لیکن یہ ایک ہزار روپے تیزی کے ساتھ ختم ہو رہے تھے،۔ اور ان کے ختم ہونے کے بعد کیا ہو گا۔؟"

ایک روز فاخرہ اشفاق اور اختر کو بیٹھی سبق پڑھا رہی تھی۔

آج ان دونوں نے ایک لفظ بھی یاد نہیں کیا تھا، اور ویسے بھی ہر روز معاملہ کمزور ہی سا رہتا تھا۔ آج اُسے غصّہ آگیا، اس نے ان سے کہا۔

امّی یہ دونوں دن بدن بدشوق ہوتے جا رہے ہیں، اور آج تو ایک حرف بھی یاد نہیں کیا کسی نے،!

الماس نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ اشفاق ابل پڑا۔

"وہ سارا دن تو چچی کام سے بھیجتی رہتی ہیں،!

اختر نے لقمہ دیا، "کبھی کہتی ہیں ترکاری لا دو، کبھی گوشت منگواتی ہیں کبھی حکیم صاحب کے ہاں بھیج دیتی ہیں، کبھی نسخہ لینے عطار کے پاس"

ناخدہ نے حیرت سے دونوں کو دیکھا اور کہا۔

"میں تو صبح کی اسکول گئی شام کو آتی ہوں، تم لوگ دن بھر ہیرا پھیری کرتے رہتے ہو،!"

اشفاق نے بے بسی کے ساتھ کہا،

"پھر کیا کریں، کیا انکار کر دیں! اور خفا ہوں گی"

"لیکن آخر یہ سارا بار تم دونوں پر کیوں پڑ گیا ہے؟"

"اُن کا نوکر غفور نوکری چھوڑ کر چلا گیا ہے،"

"تو غفور کی قائم مقامی تم کر رہے ہو"!

الماس بیگم نے کہا "یہ تو بڑا اندھیر ہے بیٹی! اس طرح تو لڑکے

نکمے ہو کر رہ جائیں گے۔"

فاخرہ نے کہا" اور انہی پر خاندان کے مستقبل کا انحصار ہے
نہ جانے کس طرح یہ باتیں بڑی چچی کے کانوں تک پہنچ گئیں،
سچ تو ہے دیوار کے کان ہوتے ہیں، وہ تیز تیز چلتی آئیں اور
الماس سے کہنے لگیں،

"میرا کیا ذکر ہو رہا تھا؟"

"وہ اچنبھے میں آ کر ان کی طرف دیکھنے لگی، پھر بولی،
"آپ کا تو کوئی ذکر نہیں ہو رہا تھا!"

"اشفاق اور اختر کو عطار کے ہاں، حکیم کے ہاں اور سودا لینے
کون بھیجتا ہے؟"

"آپ بھیجتی ہیں!" — فاخرہ نے کہا، اور اس طرح دونوں
کی پڑھائی کا بڑا ہرج ہوتا ہے!"

بڑی چچی نے عالم جلال میں فرمایا،

"اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں — ایسے نمک حرام
لوگ بھی ہم نے نہیں دیکھے کبھی — کام کو بھیجتے ہیں تو قیمت نہیں
دیتے؟"

فاخرہ نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا،

"قیمت! — قیمت کیسی؟"

بڑی چچی نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر اشفاق اور اختر کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹے تو ہیں پوچھ لو ان دونوں سے، ـــ اکنی روز لیتے ہیں یا نہیں؟"

ناظرہ نے اور زیادہ محو حیرت ہو کر چچی جان سے سوال کیا۔

"تو کیا یہ مزدور ہیں؟"

انھوں نے برجستہ جواب دیا،

"مزدور نہیں تو کیا دھنا سیٹھ ہیں،!"

ناظرہ نے چاہا تھا کہ خاموش رہیں، لیکن خاموش نہ رہ سکی، اس نے کہا:

"یہ آپ کے اور چچا جان کے بھتیجے ہیں، ایک خاندان اور ایک خون، ایک گوشت، ایک پوست، ایک ہڈی! آپ کا اور ان کا وہ تعلق ہے، جو گوشت اور ناخن کا ہوتا ہے، آپ ان سے مزدوری لے سکتی ہیں؟"

ان اثر انگیز باتوں کا چچی جان پہ ذرا اثر نہیں ہوا، انھوں نے اسی تیکھے لب و لہجے میں کہا،

"جو سچی بات ہو گی وہ کہی جائے گی، ہم کیوں کسی کا احسان اٹھائیں! کام کراتے ہیں پیسے دیتے ہیں۔! ہم نے تو سوچا تھا غفور کے بغیر بھی ان سے اور یہ دری کا کام چلتا رہے گا، اکنی روز کے علاوہ بھی جو ہو سکے گا کرتے رہیں گے، لیکن اگر انہیں بالشتر

(بیرسٹر) صاحب، یا جج صاحب بنانا چاہتی ہو تو مبارک —
جب دن پھریں گے تو ہمارا بھی خیال رکھنا،!"

یہ کہا اور لڑکی لپٹ کی طرح چلی گئیں، الماس پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُنہیں دیکھتی رہی،!

بڑی چچی کے جانے کے بعد فاخرہ نے الماس سے کہا،
"امی یہ تو بہت بُرا ہوا— اب کیا کیا جائے!"
انھوں نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ منجھلی چچی تشریف لائیں
اُنہیں دیکھتے ہی الماس اور فاخرہ دونوں سہم گئیں، شاید اب پھر
کوئی نیا گل کھلنے والا ہے،
"منجھلی چچی نے آتے ہی بغیر کسی تمہید کے گفتگو شروع کر دی،"
"بھئی تم نے اشفاق اور اختر کو ہم لوگوں کے کام کرنے سے روک
دیا اچھا کیا، واقعی سچ بھی ہے ہم کون ہوتے ہیں ان سے کام لینے
والے،"
صفائی میں فاخرہ نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ اُنہوں نے اسے کچھ
کہنے کا موقع دیئے بغیر کہا۔
"لیکن بیٹی میں ایک بات کا فیصلہ کرنے آئی ہوں،"
فاخرہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، یہی کیفیت الماس کی

تھی، دونوں میں سے کسی نے یہ نہ پوچھا کہ کس چیز کا فیصلہ کر رہ
لائی ہیں، لیکن بمشکل انہوں نے خود آسان کر دی، کہنے لگیں،
"میں نے سنا ہے بی فاخرہ تم ٹیوشن شروع کرنے والی
فاخرہ نے پوچھا "کس سے سنا ہے آپ نے!"
وہ بولیں "کالے چور سے سنا ہے، یہ بتاؤ سچ سنا ہے یا
فاخرہ نے کچھ تذبذب کے بعد جواب دیا۔
"میں جھوٹ نہیں بولوں گی آپ نے سچ سنا ہے!"
منجھلی چچی نے سراپا قہر و جلال بن کر ارشاد فرمایا۔
"اس خاندان کی لڑکی، دوسرے گھروں میں جا کر ٹیوشن
الماس سے نہ رہا گیا، اس نے کہا "تو مہاورج کو نسا غضب
ہو گیا!"
منجھلی چچی نے اسی طرح غیظ و غضب کے عالم میں ارشا
"یہ نہیں ہو سکتا۔"
الماس نے سوال کیا "کیا نہیں ہو سکتا مہاورج؟"
وہ چیخ کر بولیں "فاخرہ ٹیوشن نہیں کر سکتی"
الماس نے بڑے نرم اور ملائم لہجے میں کہا،
آخر کیوں؟ — "ٹیوشن ہے کوئی برا کام تو نہیں
"برا کام ہے، برے کام کا ذریعہ ہے، جیسوائیں استانی
کے لباس میں کبھی جگ ہنسائی کراتی پھرتی ہیں۔ ہم اپنے خاندا

ب روکی کو بیوائی کا راستہ اختیار کرتے اپنی آنکھوں سے نہیں
جھ سکتے !"

بیوائی کا لفظ سن کر الماس اور فاخرہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا، وہ
ط نہ کر سکی اس نے کہا۔

"چچی جان ذرا زبان سنبھال کر بات کیجیے !"

چچی جان کا پارہ اور چڑھ گیا، کہنے لگیں،

"زبان سنبھال کر بات کر لو، ورنہ راکھ لگا کر کھینچ لونگی تالو سے
مھر کی زبان۔ لو اور سنو۔ ذرا اس موئی فتنی کو دیکھو، بالشت
کی جور، اور گز بھر کی زبان، ذرا گھر سے نکل کر تو دیکھ پاؤں نہ
ودوں تو نور جہاں میرا نام نہیں ،!"

فاخرہ بھی اس وقت دبنے کے موڈ میں نہ تھی کہنے لگی۔

"میرے پاؤں موم کے نہیں، نہ اس ملک میں لاقانونیت ہے،
ں بھی موجود ہے اور عدالت بھی، ذرا دیکھوں تو مجھے ٹیوشن
ے سے کون روکتا ہے، حوالات کی ایک رات یہ ساری طنطنہ
کال دے گی ،!"

الماس بیگم کو فاخرہ کی یہ بات پسند نہیں آئی، انہوں نے

"جب بدتمیز کہیں کی ——— چچی کو حوالات بھیجے گی !"
ھر مجھلی چچی سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں،

یہ بیوقوف ہے اس کی باتوں پہ دھیان نہ دیجئے ۔۔۔ لیکن
بھاوج سوچنے کی بات یہ ہے کہ اُن (عثمان) کا انتقال ہو گیا، وہ کو
دولت چھوڑ کر مرے نہیں، آپ لوگ خود اپنے بوجھ میں لدے
ہوئے ہیں، ہماری ذرا مدد نہیں کر سکتے، ہم لوگ ما شاء اللہ کئی
آدمی ٹھہرے، ایک میں، دوسری فاخرہ، تیسری ناہید، چوتھی سلمیٰ
پانچواں اللہ رکھے اشفاق، چھٹا خدا سلامت رکھے اختر، ان سب
پڑھانا بھی ہے، تربیت بھی حاصل کرنا ہے، بیماری آزاری لگی
رہتی ہے، کمانے کا انتظام بھی کرنا ہے۔ کپڑے بھی بنانا
بہت ساری ضرورتیں ہیں، آپ ہی انصاف کیجئے، یہ ضرورتیں
کہاں سے پوری ہوں گی؟"

بڑے چچی نے جواب دیا۔

"بھیک سے، ۔۔۔"

الماس نے ذرا بھی بُرا مانے بغیر اس سنجیدگی سے کہا،

"اگر ہم لوگ بھیک مانگیں گے تو یہ اُونچا خاندان اور ذ
ہوگا، لہٰذا، میں سلائی کروں گی، فاخرہ ٹیوشن کرے گی، او
اپنے خرچ کو جتنا زیادہ سے زیادہ کم کر سکتے ہیں۔ کم کریں گے
صرف اسی طرح زندگی کی گاڑی چل سکتی ہے!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں اور چچی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا
مرتبہ بڑی چچی پھر نمودار ہوئیں، انہوں نے سوال کیا،

”کیا کر رہی ہو یہاں اتنی دیر سے؟“

وہ بولیں، ”کچھ نہیں ——“

اور پھر ساری داستان شروع سے آخر تک سنا دی۔

عارفانہ انداز میں بڑی چچی یہ ساری باتیں سنتی رہیں۔ گردن ہلاتی رہیں، کبھی تیوری چڑھ جاتی، کبھی ماتھے پر شکنیں نمودار ہو جاتیں کبھی رنگ رخ بدل جاتا، جب ساری داستان سن چکیں، تو بڑے مدھم لہجے میں کہا۔

”الماس یوں تو بات بڑھے گی، مردوں تک جائے گی، چاہے حوالات کا معاملہ ہو یا جیل کا، ہم اپنی ناک اس گھر میں نہیں کٹنے دیں گے، صرف ایک صورت ہے اس معاملے کو شریفانہ اور باعزت طور پر ختم کرنے کی!!“

اس نے سر اٹھا کر بڑی بھاوج کو دیکھا اور پوچھا۔

”فرمائیے ——“

وہ کہنے لگیں: ”یہ گھر چھوڑ دو، یہاں سے کہیں اور جاؤ، وہاں جا کر چاہے فاخرہ سے ٹیوشن کراؤ، یا ناہید سے کٹاپا، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا،!“

یہ سن کر الماس پر بجلی گر پڑی اس نے کہا۔

”لیکن ہم جائیں کہاں؟“

”جہاں سینگ سمائیں،!“

"کرایہ کہاں سے دیں گے!"

"اب آئیں معاملے پر — بے شک اس گھر میں تمہارا حصہ بھی ہے، اس کی قیمت لے لو — تم اپنی جگہ خوش ہم اپنی جگہ خوش،

فاخرہ کو یہ تجزیہ بہت پسند آئی، لیکن الماس کو اسے ماننے میں تامل تھا، اس نے کہا۔

"یہ گھر —"

"فاخرہ بول پڑی، "امی جان یہ تجزیہ مان لیجئے"

چچی جان نے اطمینان کا سانس لے کر کہا،

"تو تیار ہو تم!"

"فاخرہ نے جواب دیا"

"جی ہاں ہم تیار ہیں!"

بٹوارہ ہوا، اور جو تھوڑی بہت قیمت انکی دی گئی الماس نے لے لی۔
یک دوسرے محلے میں رخشی کے والد کی کوشش سے ایک چھوٹا سا
ان پندرہ روپے ماہوار پہ لے لیا گیا، روزنگی رانتا کل کل سے نجات مل

بر گھر بٹا ہوا گویا ان خاتمہ ہوا۔
یہاں آتے ہی رخشی اور اس کے والد کی کوشش سے تین ٹیوشنیں
س پچاس روپے بھینے کی ناخرہ کو مل گئیں، اشفاق اور اختر باقاعدہ
سے جانے لگے۔ ناہید کا سلسلۂ تعلیم بھی جاری ہو گیا۔
ڈیڑھ سو روپے کی آمدنی ایسی اور اتنی تو نہ تھی کہ یہ چھوٹا سا کنبہ آسانی
سا چل سکتا لیکن الماس کی کفایت شعاری نے بڑی حد تک اس مشکل
آسان کر دیا تھا۔ ناخرہ کا یہ آخری سال تھا، بی اے کر لینے کے بعد
نے طے کر لیا تھا کہ بی ٹی کرے گی، اور کسی اسکول یا کالج میں ملازمت
ے گی۔

اسی اثنا میں، رشدی اور فخری سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی۔

یہ دونوں اسی کالج کے طالب علم تھے، رشدی ایم اے میں پڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ایل ایل بی میں بھی داخلہ لے رکھا تھا، اس کا بھی یہ آخری سال تھا۔ ایم۔ اے کا بھی اور ایل ایل بی کا بھی،

فخری بی اے کا طالب علم تھا، اس کے پیش نظر کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ کھاتے پیتے گھرانے کا لڑکا تھا۔ کافی جائداد تھی، جس سے ہر سال بہت کافی آمدنی ہوجایا کرتی تھی۔ کالج میں اس کا مشغلہ تعلیم کے بجائے لڑکیوں پہ ڈورے ڈالنا اور اگر کامیاب ہوجائے تو ذاتی ہوس کو پورا کرنا تھا۔ اس سلسلے میں کافی بدنام ہوچکا تھا۔

رشدی اور فخری میں بچپن کی دوستی تھی،

دونوں نے ساتھ ساتھ اسکول کی تعلیم ختم کی، اور کالج میں داخلہ لیا۔ رشدی ایم اے میں پہنچ گیا، لیکن فخری بی اے میں اٹک گیا۔ اس کا اسے کوئی غم بھی نہیں تھا۔ اور ساری عمر بی اے میں گزار دینے پر تیار تھا۔

رشدی اور فخری آپس میں دوست تھے لیکن دونوں کے مزاج اور طبیعت میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

رشدی غیور، سنجیدہ، ذہین اور محنتی طالب علم تھا، فخری خود غرض، ہوس پرست اور بدشوق طالب علم تھا، پھر بھی دونوں دوست تھے۔ بچپن کی دوستی بڑی پردہ پوش ہوتی ہے۔ اختلافِ مزاج بلکہ اختلافِ فطرت کے

باوجود دونوں کی دوستی قائم تھی۔

رشدی اور فخری ایک روز شام کو سیر کے لئے نکلے اور ٹہلتے ٹہلتے پبلک گارڈن تک پہنچ گئے، فخری نے کہا،

"واہ ہم تو بہت دور تک نکل آئے اب چلنا چاہیئے،!"

رشدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی کھینچتے ہوئے کہا،

"آپ سلامت رہیں! ——— ذرا ریسٹوران تک چلتے ہیں یہاں کی کافی کا بڑا شہرہ ہے،!"

فخری نے کوئی جواب نہیں دیا، ساتھ ہولیا، دونوں ریسٹوران میں پہنچے اور ایک گوشے میں جاکر بیٹھ گئے، کافی آئی اور دونوں اطمینان سے چسکیاں لینے لگے، فخری نے ایک زوردار کش لگایا اور کہا۔ یار تم تو چھپے رستم نکلے، رشدی نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا ——— کیا ہوا بھئی؟"

وہ بولا، "تم سے اُمید نہ تھی کہ رقیب روسیہ ثابت ہو گے!"

رشدی نے کش لگایا اور دُھواں چھوڑتے ہوئے زیرِلب تبسم کے ساتھ جواب میں کہا،

"کیا کہتے ہو بھائی! یہاں تو بہ قول ظفر حال یہ ہے کہ!

نہ ظفر کسی کا حبیب ہوں نہ ظفر کسی کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں جو اُجڑ گیا وہ دیار ہوں

فخری نے ایک قہقہہ لگایا، اور چھیڑتے ہوئے کہا،

"واہ تو آپ واقعی عشق فرماتے ہیں ناخدہ سے،؟"

رشدی چونک پڑا، بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

مخزی پھر ہنسنے لگا، اس نے جواب میں کہا،

گویا تم نے اقرار کر لیا، لیکن میرے دوست سوچ سمجھ کے ۔۔!"

رشدی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا،

کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

مخزی نے جواب دیا،

"کچھ نہیں بس صرف آدمی کی بات!

سنبھل کے دل محبت میں پاؤں رکھ مجنوں

اسی لئے تو آدمی آتا ہے کہتے پاؤں سے،

"میں اب بھی نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو!"

مخزی کا رنگ رخ بدل گیا، اس نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا،

"کہنا چاہتا ہوں کہ فاخرہ میرے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی، تم لاکھ آہیں بھرو، اختر شماری کرو، گریبان پھاڑو، عشق کی ساری منزل طے کر لو، مگر فاخرہ مخزی کی ہے، صرف مخزی کی، وہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔

رشدی ٹکٹکی لگائے مخزی کی طرف دیکھ رہا تھا، اور وہ کہے جا رہا تھا،

"میں جتنا اچھا دوست ہوں، اتنا ہی برا دشمن بھی ہوں، دوست کی حیثیت سے پسینے پر خون گرا سکتا ہوں، اور اگر دشمن بن جاؤں۔۔

وہ ذرا سا کھسیانا سا ہوا، اور سر اٹھا کر رشدی کو دیکھا۔ اور

وہ ایک انجام دار ہی رہ [illegible]۔

"اور اگر وہ دشمن ہو جاؤں آپ خود، پی لوں گا ۔۔ سمجھے! سمجھ گئے

رشدی صاحب!"

پیالی میں آخری گھونٹ کافی کا باقی رہ گیا تھا رشدی نے

اسے ختم کیا اور اٹھتا ہوا بولا،

"چلو ۔۔۔"

فخری نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

نہیں ہم یہاں سے فیصلہ کر کے اٹھیں گے۔"

رشدی نے سنجیدگی کے ساتھ کہا فیصلہ تو ہو گیا۔"

فخری نے تن کر کہا۔

"ابھی نہیں ہوا، ابھی ہونا باقی ہے۔"

رشدی نے کہا "کیا یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ تم بدترین دشمن ہو، اور

جس کے دشمن ہو جاؤ اس کا خون پی لیتے ہو۔"

"ہاں یہ میں نے کہا تھا۔"

"بس تو پی لینا میرا خون۔"

تم گویا اعتراف کرتے ہو کہ تمہیں فاخرہ سے محبت ہے؟"

"صرف محبت! ۔۔ عشق ہے مجھے اس سے!"

"مجھے جانتے ہو!"

"ہاں کیوں نہیں!"

"کیا تم میرے راستے کا پتھر بن سکتے ہو!"

"یہ فاخرہ سے پوچھو!"

"وہ مجھ سے محبت کرتی ہے!"

"اگر تم سے محبت کرتی ہے تو اتنے حواس باختہ کیوں ہو! کیا تمہیں اپنے آپ پر، اپنی محبت پر، اپنی محبوبہ پر اعتماد نہیں؟"

"بہت زیادہ ——"

"پھر یہ اضطراب کیوں؟ یہ گھبراہٹ کیسی؟"

"میں نہیں چاہتا کہ ہمارے تعلقات میں فرق آ جائے!"

"میں بھی نہیں چاہتا!"

"تو وعدہ کرو تم فاخرہ سے محبت نہیں کرو گے!"

"غلط وعدہ کیوں کر لو گے؟"

"تم اس سے محبت کرتے رہو گے؟"

"ہاں ہاں زندگی کے آخری سانس تک!"

"لیکن اس کا انجام؟"

"بظاہر تو انجام یہ نظر آتا ہے کہ کامیابی تمہارے حصے میں آئے گی ناکامی میرے مقدر میں!"

"یہ کیسے سمجھ لیا تم نے؟ —— کیا تم خوبصورت نہیں ہو! جوان نہیں ہو! بے انتہا قابل نہیں ہو! طلبا اور طالبات میں ہیرو کی حیثیت

نہیں رکھتے ہو! کیا اساتذہ تمہاری عزت نہیں کرتے! کیا طلباء اور طالبات کے دل میں تمہاری عظمت نہیں ہے؟"

"جانتا ہوں، مگر ——"

"مگر کیا! کہتے کیوں نہیں! بتاؤ میں سننا چاہتا ہوں۔!"

"مگر میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔!"

"بس خاکساری کا شکریہ"!

"تم امیر ہو، میں غریب ہوں۔!"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"بہت کچھ ہوتا ہے؟"

"کیا محبت بھی سوداگری ہے، کاروبار ہے؟"

"ہاں —— اکثر یک طرفہ؟

"کیا مطلب!—— یعنی؟"

"یعنی یہ کہ میرا خیال ہے کہ ناخرہ مجھ سے محبت نہیں کرتی۔"

"پھر کس سے کرتی ہے؟"

"دولت سے!"

"اور —— یہ تم نے کیسے جانا!"

"کئی بار میرے اور اس کے درمیان اس طرح کے موضوعات پر گفتگو ہو چکی ہے، میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے، وہ اُس سے شادی کرے گی جو اُسے شان و شوکت کے

ساتھ رکھ سکے، اور ظاہر ہے میں یہ سامان فراہم نہیں کر سک

"لیکن ملتی تو تم سے بہت اخلاق اور تپاک کے ساتھ ہے"

"ہاں، وہ میری عزت کرتی ہے۔ میرا احترام کرتی ہے۔!"

"صرف عزت! صرف احترام! محبت نہیں، !"

"اگر میں دولت مند ہو جاؤں تو محبت بھی کرنے لگے۔"

"کیا تم نے کبھی اس سے اظہارِ محبت کیا؟"

"کبھی نہیں، ! — ایک مرتبہ بھی نہیں۔"

"کیوں! — قسمت آزمائی کرنے میں کیا حرج ہے؟"

"جب مجھے اس کے میلان اور رجحانات کا اندازہ ہو گیا تو محبت کی توہین کیوں کرتا؟"

"میرا خیال ہے وہ آسانی سے تمہیں نہیں ٹھکرا سکتی!"

"یہ تمہارا حسنِ ظن ہے۔"

"پھر وہ تم سے اتنے تپاک کے ساتھ کیوں ملتی ہے؟ پھ
تمہارا اتنا خیال کس لئے کرتی ہے! پھر وہ تمہارے سا
چشمِ ابرو کی پیروی کیوں کرتی ہے!"

"کیا بک رہے ہو تم!"

"میں غلط نہیں کہتا، !"

"ہاں اگر جھوٹ کا نام سچ ہے تو تم بے شک غلط نہیں
میں اپنا مشاہدہ بیان کر رہا ہوں۔ اپنا تجربہ"

"لیکن میں تم سے نہیں کہوں گا کہ اسے دہراؤ!"

"کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ گذشتہ الیکشن میں تم اختر کے حامی تھے اور میں منصور کا۔!"

"ہاں یہ واقعہ ہے۔!"

"میں نے ناخدہ سے اصرار کیا کہ منصور کو ووٹ دے ہے، مگر اس نے انکار کر دیا۔! — جانتے ہو کیوں انکار کر دیا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔!"

"اس نے کہا، اختر رشدی صاحب کا امیدوار ہے میں صرف اس کو ووٹ دے سکتی ہوں۔! — کیا تم نے اس سے نہیں کہا تھا کہ اختر کو ووٹ دے؟"

"ہرگز نہیں!"

"پھر — پھر ایسا کیوں ہوا؟"

"یہ وہی بتا سکتی ہے۔ — یہ ضرور ہے کہ اس کے سامنے میں نے دوسری بات اختر کی کنویسنگ کی ضرور کی تھی۔!"

"دوسرا واقعہ سنو"

"اگر بغیر میری فرمائش کے سنانا چاہتے ہو تو سنا ڈالو"

"کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تم نے کالج کی ڈرامہ سوسائٹی کے فنکشن کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔؟"

"ہاں بے شک۔ — مخلوط تعلیم تک تو خیر کوئی مضائقہ نہیں مگر میں اسے پسند نہیں کرتا کہ طلبا اور طالبات ساتھ مل کر ایکٹنگ

کریں، گائیں، ناچیں، محبت اور عشق کا سوانگ رچائیں، !"

"ہاں مجھے تمہارے خیالات کا اچھی طرح علم ہے "

لیکن یہ سوال تم نے کیوں کیا تھا ؟"

اس لئے کہ ڈرامے میں حصّہ لینے کا وعدہ، بلکہ ایک مرتبہ ریہرسل میں شرکت کے باوجود فاخرہ نے پارٹ ـــ کرنے سے انکار کر دیا۔

"یہ میرے لئے ایک خبر ہے، اور بالکل نئی خبر، !"

"اور جانتے ہو اس نے انکار کیوں کیا ؟"

"میں کچھ بھی نہیں جانتا میرے بھائی !"

"یہ تو جانتے ہو میں ڈرامہ سوسائٹی کا سکرٹری ہوں، !"

"ہاں خوب جانتا ہوں !"

"میں نے اس سے کہا، فاخرہ تم مجھے ذلیل کر رہی ہو، تم نے وعدہ کیا تھا کہ پارٹ کروگی، ایک مرتبہ تم نے ریہرسل میں بھی شرکت کی، اگر اب دفعتاً تم نے اطلاع دی کہ پارٹ نہیں کروگی، یہ کیا مذاق ہے ؟ ـــ جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا، !"

"کیوں بار بار پوچھے جاتے ہو ؟ میں کچھ نہیں جانتا، !"

اس نے کہا اس کالج کے سب سے بڑے آدمی کو اور میری نظر میں بہت بڑے آدمی کو یہ اور میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتی جو اسے ناپسند ہو، میں نے طنز بھرے لہجے میں سوال کیا، کون ہے وہ مردِ بزرگ ؟ اس نے پوری سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا،

"رشدی صاحب ——"

میرا خون کھولنے لگا، میں نے کہا،

"کیا تم نے رشدی کو پیر و مرشد بنا کر اس کے ہاتھ پہ بیعت کر لی ہے، ؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"اگر وہ پیر و مرشد بننا چاہیں تو سب سے پہلے بیعت کے لئے جو ہاتھ بڑھے گا وہ فاخرہ کا ہوگا۔"

میں نے اور زیادہ برہمی کے ساتھ کہا۔

"فاخرہ تمہیں پارٹ کرنا پڑے گا، !"

وہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوئی۔

"ناممکن ہے فخری صاحب !"

میں نے کہا، "پھر ہمارے تعلقات میں فرق آجائے گا۔"

اس نے کہا، "مجھے اس کا افسوس ہوگا، لیکن میں گوارا کر لوں گی، !"

میں نے کہا، "فاخرہ یہ میری عزت کا معاملہ ہے، اس مرتبہ پارٹ کر لو، آئندہ نہ کرنا۔"

وہ بولی "فخری صاحب! یہ میرے ضمیر کا معاملہ ہے، کر لیا تو اپنی نظر میں ذلیل ہو جاؤں گی اور کم از کم اپنی نظر میں ذلیل نہیں ہونا چاہتی، !"

رشدی خاموشی سے یہ باتیں سنتا رہا، پھر بولا،

"یہ تعجب [illegible] ہے!"

"فخریہ نے کہا "اور سنو گے؟" رشدی مسکرا کر ہنسنے لگے

وہ بولے "تم بھی [illegible] سنائیں ان میں سے ایک کو بھی میری زبان

پر کبھی [illegible] تھا"؟

فخریہ نے [illegible] اس جواب کو سن کر [illegible] کہنے لگی،

"کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تم ذوق کے مقابلہ میں غالب کو اور

[illegible] کے مقابلہ میں انیس کو زیادہ پسند کرتے ہو؟"

"ہاں، بے شک!"

"ابھی پرسوں کا واقعہ ہے، غالب اور ذوق اور انیس و دبیر پر

لوگوں میں بحث چھڑ گئی، یہ حضرت بھی تشریف رکھتے تھے، قسم لے

لو اس لڑکی نے غالب یا ذوق کا ایک شعر بھی کبھی پڑھا ہو یا انیس و

کا ایک بند بھی کبھی اس کی نظر سے گذرا ہو، لیکن بڑھ بڑھ کر غالب

انیس کی حمایت فرمانے لگیں، میں خاموشی سے یہ پُرجوش تقریر سنتا

پھر دفعتہً مجھے یاد آیا، "اردو شاعری کے ارتقاء" پر جو ڈبیٹ ہوا

اس میں تم نے غالب اور انیس کی خوب مدح سرائی کی تھی، سمجھ گیا

یہ فاخرہ نہیں بول رہی ہے، حضرت رشدی بول رہے ہیں، —

"خوب، بہت خوب، — بڑی دور کی کوڑی لائے۔"

"میں غلط نہیں کہتا، — جب مجلس برخاست ہوگئی، تو میں

نے فاخرہ سے پوچھا، کیا تم نے غالب کا دیوان پڑھا ہے؟"

"اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا:"

"نہیں ——"

میں نے پھر سوال کیا۔

کیا تم نے داغؔ انیسؔ کا مطالعہ کیا ہے کبھی؟

پوری سادگی اور سچائی کے ساتھ اس نے کہا:

"ہرگز نہیں!"

میں نے اعتراض کیا،

"پھر ان دونوں بزرگوں کی اتنی بڑھ چڑھ کر حمایت کیوں فرمائی جا رہی تھی؟"

"جانتے ہو جواب میں اس نے کیا کہا؟"

"سلسلۂ کلام اس طرح کے خود سوالات کر کے منقطع کیوں کر دیتے ہو! —— میں نہیں جانتا!"

"اچھا تو میں بتاتا ہوں —— میرے اس اعتراض کے جواب میں اس نے بڑی معصومیت کے ساتھ جواب دیا:

"اردو شاعری کے ارتقاء پر ایک دفعہ ڈیبیٹ ہوا تھا، ان میں رشدی صاحب نے بھی تقریر کی تھی، اور ان دونوں شاعروں کی بڑی تعریف کی تھی۔"

میں نے پھر اعتراض کیا۔

"کیا تم پہ فرض ہو گیا کہ ایک بہت بڑے آدمی کی رائے کو اپنا دین وایمان قرار دے لو!"

بغیر کسی جھجک کے اس نے جواب دیا۔
"میرے نزدیک تو علم و اَدب اور تنقید کے مسائل میں رشدی صاحب جو کچھ کہہ دیں وہ حرفِ آخر ہے"!
میں نے اور زیادہ برافروختہ ہو کر پوچھا۔
"آخر تمہیں اتنا پاس و لحاظ کیوں ہے رشدی کا!"
کہنے لگی "کسے نہیں ہے"!
اور بھائی سچ یہ ہے کہ اس جواب نے مجھے لاجواب کر دیا۔
یہ کہہ کر فخری ہنسنے لگا، مگر رشدی اسی طرح خاموش اور سنجیدہ بیٹھا رہا۔

فخری نے پوچھا،
"اب کیا کہتے ہو!"
وہ بولا "وہی جو کہہ چکا ہوں"!
"کیا یہ باتیں محبت پر دلالت نہیں کرتیں!"
"بالکل نہیں" —
"پھر کس چیز پر دلالت کرتی ہیں!"
"اُس کی شرافت پر، — وہ میری عزت کرتی ہے اور نہ جانے کیوں مجھے قابل بھی سمجھتی ہے، لہٰذا میری رائے کو وقعت اور اہمیت دیتی ہے"!
"گویا وہ تم سے محبت نہیں کرتی!"

"قطعاً نہیں، — کر ہی نہیں سکتی، میں نے ایک آدھ بار اسے ٹٹولا کہ اگر باپ کی مرتا دیکھوں تو اظہارِ محبت کردوں مگر مجھے مایوس ہونا پڑا۔!"

فخری نے کہا، "میں نے اتنی ساری باتیں بتا دیں کیا تم نہیں بتاؤ گے!"

"بتا تو چکا ہوں،!!"

"مجھے تفصیل چاہیئے،؟"

"تفصیل ہے، — ایک مرتبہ دورانِ گفتگو میں اس نے کہا، — اور میرا خیال ہے میرا عندیہ تاڑ کر کہا — عورت کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ ٹھاٹھ اور عیش کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے۔ اور یہ کمزوری اب اس کی فطرت بن چکی ہے۔! وہ اسی سے شادی پسند کرتی ہے جو اُسے راحت و آرام کے ساتھ رکھ سکے، جو اس کی خواہشیں اور آرزوئیں پوری کر سکے، جو اس کے لئے زیورات کا ڈھیر لگا دے۔ اور پھر ہنستی ہوئی بولی،

"جو اس کے لئے اعلیٰ اعلیٰ درجے کے ملبوسات کی ایک شاندار دوکان گھر میں کھول دے، —"

فخری ہنسنے لگا، پھر اُس نے ایک نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے ہوئے پوچھا۔

"اس کے بعد،! — پھر!"

"پھر میں نے اُسے ٹٹولتے ہوئے کہا،"

"ہاں عام عورتوں کی یہ کمزوری تو ان کی فطرت بن چکی ہے، لیکن ایسی بھی ہوتی ہیں جو دولت کو اتنی اہمیت نہیں دیتیں جتنی زندگی گزارنے کے لیے ایک اچھے کردار اور اچھی شخصیت کے شوہر کو پسند کرتی ہیں!"

وہ زیرِ لب تبسم کے ساتھ گویا ہوئی،

"ہوتی ہوں گی — ہم نے تو نہیں دیکھیں!"

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"میں تو انکار نہیں کر سکتا!"

اس نے اشتیاق کے ساتھ پوچھا۔

"کیا آپ کی نظر سے کوئی ایسی عورت گزری ہے؟"

میں نے دل میں ڈرتے ڈرتے جواب دیا!

"ہاں کیوں نہیں — ایک تم ہی ہو!"

وہ کچھ سوچنے لگی، پھر ہنسنے لگی اور گویا ہوئی

"نہیں نہیں شری صاحب آپ غلط سمجھے — میں بھی عورت ہوں!"

یہ الفاظ اس نے سنجیدگی کے ساتھ کہے اور شاید اس اندیشے سے کہ میں نہ جانے کیا دل میں سمجھ کے بیٹھ جاؤں... دفعتاً اٹھی اور چلی گئی! —

"کیا اب بھی نہیں مانو گے؟"

"مانتا ہوں — اس لیے کہ مجھے دال کالی نظر آتی ہے!"

"کیا واقعی مجری؟"

"ہاں — اس کی آنکھوں میں التفات کی جو چمک ہے، مجھے یقین ہے بہت جلد میں اُسے محبت کے شرارے میں تبدیل کر لوں گا۔"

"واقعی تمہیں یقین ہے!"

"ہاں بھئی، — کیا میں اُسے راحت و آسائش کی زندگی نہیں بسر کرا سکتا! کیا میں اس کے سامنے زیورات کے ڈھیر نہیں لگا سکتا! کیا میں گھر میں اس کے لیے اعلیٰ درجے کے ملبوسات کی ایک شاندار دوکان نہیں کھول سکتا،"

"ہاں ہاں یہ سب کر سکتے ہو تم!"

"اور پھر کیا میں ایک سحر طراز نوجوان نہیں ہوں!"

"ضرور ہو! — کالج کے، نہ صرف کالج کے بلکہ شہر کے در و دیوار اور بام و در اس کے گواہ ہیں،!"

فخری زور زور سے ہنسنے لگا، اُس نے کہا،

"ہاں بے شک، — کیا سمجھتے ہو تم فخری کو! اپنے اس نیازمند خصوصی کو!"

(۵)

فخری موڈ میں آگیا، اس نے کہا،

"یار کافی کا ایک دور اور چلے گا،!"

رشدی نے کوئی جواب نہیں دیا، فخری نے آرڈر دیا، کافی فوراً حاضر کر دی گئی۔ اس نے دو پیالیاں بنائیں، ایک رشدی کی طرف بڑھا دی، ایک اپنے سامنے سرکالی، اس نے کافی کا ایک گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"کیا سوچنے لگے تم رشدی!"

"رشدی چونک پڑا، اس نے کہا،

"کیا واقعی تم فاخرہ سے محبت کرتے ہو؟"

"میرا خیال تو یہی ہے،!"

"لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، تمہاری یہ گیارہویں محبت ہے — ہے نا؟"

"(مسکراتے ہوئے) تم حساب میں ہمیشہ سے کچے ہو، گیارہویں

نہیں، بالکل یہی محبت!"

یہ کہہ کر پھر اُس نے ایک زور دار قہقہہ لگایا، اور پوچھا،

"کیا تمہیں اعتراض ہے کچھ؟"

"بالکل نہیں — لیکن سوال یہ ہے کہ یہ تمہاری آخری محبت ہے؟"

"اب تم بددُعا بھی دینے لگے؟"

"بددعا کیسی؟"

"آخری محبت کے معنی تو یہ ہیں کہ میرا آفتابِ زندگی لبِ بام آچکا ہے۔ یہ محبت کرنے کے بعد کسی اور محبت کے لئے زندہ رہ نہ سکوں گا؟"

"یہ نہیں ہو سکتا کہ زندگی بھر اس محبت پر قائم رہو؟"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن کیوں نہیں ہے؟"

"محبت جدّت چاہتی ہے، قدامت سے اسے نفرت ہے،!"

"یعنی بار بار محبت کرتے رہنا چاہیئے؟"

"بار بار نہیں، زندگی بھر میرے دوست،!"

"گویا فاخرہ کو اگر تم اپنانے میں کامیاب ہو گئے اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھو گے،!"

"مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرنا تو مشکل ہے لیکن جواب انکار میں بھی نہیں دیا جا سکتا،!"

"لیکن میرے دوست محبت ایک ہی بار ہوتی ہے ۔!"

"ہاں احمقوں کو ۔!"

"اور تم جیسے عقلمند !"

"ہم جیسے عقلمند ہمیشہ خوب سے خوب تر کی جستجو میں رہتے ہیں"

"سبحان اللہ ۔ ۔۔"

"پھر انسان اور جانور میں فرق کیا ہوا ۔!"

"بس نام کا فرق ہے ۔ ـــ کیا یہ کافی نہیں ہے ؟"

"محبت کرنا سیکھو فخری !"

"کس سے ! ـــ تم جیسے مرشدِ کامل سے جو حرفِ محبت تک زبان پہ نہ لا سکے ۔ ! کیوں محبت کا نام بدنام کرتے ہو دوست

"مجھے چھوڑ دو ۔! اپنی خبر لو ۔!"

"اپنی کیا خبر لوں ۔!"

"تم فاطرہ سے محبت نہیں کرتے !"

"کرتا ہوں ۔ ـــ"

"جھوٹ بول رہے ہو ۔! ـــ کوئی ہوس پرست کبھی کسی سے محبت نہیں کر سکتا ۔ تم ہوس پرست ہو ۔!"

"خدا کے لئے یہ باتیں کہیں فاخرہ کو نہ بتا دینا ۔"

"بتاؤں گا ۔ ایک ایک بات بتاؤں گا ۔!"

"جسے تم نہیں حاصل کر سکتے ۔ اسے مجھ سے چھیننے کی کوشش کرتے

یہی حقِ دوستی ہے!"

"مجھے سبق دینے کی کوشش نہ کرو، میں حقِ دوستی بھی جانتا ہوں اور حقِ وفا بھی!"

"تم کچھ نہیں جانتے!"

"جانتا ہوں، — حقِ وفا یہ ہے کہ فاخرہ کے راستے کا پتھر نہ بنوں۔ وہ جس طرح کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے بسر کرنے دوں، اور حقِ دوستی یہ ہے کہ تمہیں راہِ راست پہ لاؤں!"

"اور وہ راہِ راست کیا ہے جناب والا!"

"یہ کہ یا صرف ہوس پرستی کرتے رہو یا صرف محبت، دونوں چیزیں ایک ساتھ نہیں چل سکتیں — یا سراپا ناز بن جاؤ یا نیاز پیدا نہ کرسکے!"

"بالکل نہیں، — اور سمجھنا چاہتا بھی نہیں!"

"تباہی کا راستہ ہے!"

"بقول تمہارے گیارہ اور بقول میرے بائیس مرتبہ عشق کی منزل طے کی ہے مگر اس شان سے کہ نہ پاؤں میں چھالے پڑے، نہ اختر شماری کی نوبت آئی، نہ گریبان پھاڑنا پڑا، نہ نالہ و فغاں سے آسمان سر پہ اٹھانے کی ضرورت لاحق ہوئی —"

"تحزی —"

"ہاں سن رہا ہوں، — لیکن میری سنو، میرا اصول تو یہ ہے کہ میں

آیا۔ میں نے دیکھا، میں نے فتح کر لیا، اور فاتح کبھی مفتوح کی غلامی ن
کرتا، !"

"کیا تم فاخرہ کو فتح نہیں کر سکتے فخری، !"

"اگر زندگی کے بارے میں فاخرہ کا نقطۂ نظر وہ نہ ہوتا جو تم ابھی
کر چکے ہو، اور جو یقیناً صحیح ہے تو شاید میں اسے فتح نہ کر سکتا، کیونکہ
پھر تم سامنے آجاتے اور تمہیں راستے سے ہٹانا مشکل ہوتا، لیکن
اب !--- اب کون ہے جو فاخرہ کو مجھ سے چھین سکے، ! --- وہ
بکنا چاہتی ہے میں اُسے خرید لوں گا، اور ویسے بھی وہ میری طرف
مائل ہے۔ ملتفت ہے، --- کہیں چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی
یہ نظر اور یہ آنکھ میں بارہا دیکھ چکا ہوں، !"

"لیکن فخری پھر تمہیں اُس سے محبت کرنی پڑے گی، تم صرف اس کے
بن کر رہو گے، تم ایک شریف آدمی بن جاؤ گے، پھر تمہاری نگاہ
میں تقدس آجائے گا --- تقدس، !"

"وہاں آجائے گا، لیکن ابھی نہیں، --- ابھی تو میں جوان ہوں، ذ
بوڑھا ہو لینے دو، پھر آنکھ میں تقدس بھی آجائے گا، اور شریف
آدمی بھی بن جاؤں گا، !"

"فخری --- !"

"کیا فخری فخری کی رٹ لگا رکھی ہے، کہتے کیوں نہیں، !"

"تم فاخرہ کو دھوکا نہیں دے سکتے، میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں

"کیا کہہ لو گے تم! کیا کر سکتے ہو تم! ذرا معلوم تو ہو، !"

"میں تمہیں قتل کر دوں گا، "

یہ سن کر فخری سناٹے میں آگیا، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ ٹکٹکی لگائے ذرا دیر تک رشدی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس سے پوچھا،

تم مجھے قتل کر دو گے، !— تم! تم مجھے قتل کر دو گے !"

"ہاں میں، — "

"لیکن کیوں! — تم کون ہوتے ہو فاخرہ کے! تم تو فاخرہ کے لئے اس طرح لڑ رہے ہو جیسے کفیا دان کر رہے ہو، !"

رشدی کا چہرہ سرخ ہو گیا، اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے، ایک عجیب ہیبت سی چھا گئی، اس کے چہرے پر یہ کیفیت دیکھ کر فخری گھبرا گیا۔ رشدی کو اس رنگ میں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے بڑے نرم اور ملائم لہجے میں کہا،

رشدی تمہیں کیا ہو گیا ہے! تم اتنے حواس باختہ اور از خود رفتہ کیوں نظر آ رہے ہو !"

رشدی نے برہم لہجے میں جواب دیا،

میں فاخرہ کو تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا، !"

فخری نے طنز بھرے انداز میں کہا "ہاں ٹھیک ہے تم فاخرہ کو تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتے، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم فاخرہ سے محبت کرتے ہو، لیکن شاید تم بھی یہ بھول گئے، کہ وہ تم سے محبت

نہیں کرتی، — خود ہی اقرار کر چکے ہو۔"

"مجھے یاد ہے، — مجھے سب کچھ یاد ہے، بے شک وہ مجھ
سے محبت نہ کرے، نفرت کرنے لگے، مگر کیا وہ یا دنیا کی کوئی طاقت
مجھے اُس سے محبت کرنے سے روک سکتی ہے!" — جواب دو فخری!

"جب تک حرفِ محبت زبان پہ نہ لاؤ ملکہ ایلزبیتھ اور شہزادی ڈی
سے بھی محبت کر سکتے ہو، نتائج تو اُس وقت بھگتنا پڑتے ہیں جب
یہ لفظ زبان تک آجائے۔"

"کیا تم سُن نہیں رہے ہو کہ میں فاخرہ سے محبت کرتا ہوں۔"

"فاخرہ سے کرتے ہو، مجھ سے تو نہیں کرتے، میرے بجائے یہ
خود فاخرہ کے سامنے کیوں نہیں دہراتے! محبت ہے تو اس سے اظہار
محبت کر کے دیکھو — میرے دوست اُس سے اور نہ صرف اُس سے
بلکہ ہر عورت سے محبت کرنے کے لئے دولت چاہیئے۔ اگر تمہاری
جیب میں سونا اور چاندی ہے تو جاؤ جس سے چاہو محبت کر لو، میں
اجازت دیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ تمہاری محبت کامیاب ہوگی۔
بے زر عشق بیٹھ میں — تمہارے عشق کا لوگ مذاق اُڑائیں گے —
خود تمہاری محبوبہ بھی!"

رشدی خاموش بیٹھا تھا اور فخری کہہ رہا تھا۔

"مجھے دیکھو میری طرف دیکھو، ادھر دیکھو، میں فخری ہوں، جو
بقول تمہارے گیارہ مرتبہ اور بقول اپنے بائیس مرتبہ محبت کر چکا ہے

اور کبھی ناکام نہیں ہوا، اور اب تیئسواں عشق کر رہا ہوں، دعویٰ کرتا ہوں کہ اس میں بھی سُرخرو رہوں گا،؟"

"میں تمہارے عشق پہ تو اعتراض نہیں کرتا، تمہاری حیثیت اور اوقات سے اچھی طرح واقف ہوں، بے شک میرا عشق اس لئے ہے کہ ناکام رہے، اور تمہارا عشق اس لئے ہے کہ کامیاب ہو، میں تمہیں عشق کرنے سے نہیں روکتا، ضرور کرو، میں تو صرف مدرس رہنا دینا چاہتا ہوں، میری خواہش تو صرف اتنی ہے کہ فاخرہ کو کسی طرح کا گزند، کسی طرح کا صدمہ، کسی طرح کا دُکھ نہ پہنچے، اگر ایسا کرتے ہو تو چشم ما روشن دلِ ما شاد، اور اگر نہیں کرتے تو کم از کم فاخرہ سے محبت نہ کرو، دُنیا میں بہت سی لڑکیاں موجود ہیں کسی کو بھی اپنا بنا لو لیکن فاخرہ کو چھوڑ دو،!"

"یہ نہیں ہو سکتا میرے دوست!"

"کیا نہیں ہو سکتا،؟"

"یہی کہ فاخرہ کو چھوڑ دو — میں اس سے محبت کرتا ہوں،!"

"کاش تم محبت کرتے ہوتے!"

"کاش تم محبت کر سکتے،!"

"مجھے چھوڑ دو، — میں نے پسپائی اختیار کر لی، لیکن ایک بات یاد رکھو، اگر تم نے —"

"آگے چلو، — اگر تم نے —

میرے دوست! یہ صرف یہی نہیں کرتا کہ قاتلوں کو پھانسی کے پھندے سے چھڑاتا ہو، یہ مرزوں کو زندہ کر سکتا ہے، !"

"گویا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو، !"

"میں نے ایک صاف، سیدھی، اور سچی بات کی ہے، اسے صرف یہاں واقعہ کہا جا سکتا ہے، لیکن اگر دھمکی سمجھتے ہو تو میں تمہاری تردید نہیں کروں گا، !" رشدی اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں !"

مخزی اٹھ کھڑا ہوا، اس نے اٹھتے اٹھتے کہا،

"چیلنج میں نے نہیں دیا تم دے رہے ہو، اور میں نے اب تک اسے قبول نہیں کیا ہے، اسے اس لئے نہیں کہ تم سے ڈر گیا، اس لئے کہ جانتا ہوں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے،

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نکند رزق گدا را،

تمہاری غوغا آرائی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور ایک بات جو میں نے تم سے اب تک نہیں کہی تھی، اب کہتا ہوں، سنو، دل پہ ہاتھ رکھ کر سنو، — سن رہے ہو !"

رشدی نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ مکر مکر مخزی کی طرف مشتاقانہ دیکھنے لگا کہ دیکھئے اب کیا کہتا ہے، !

مخزی نے رشدی کے اشتیاق کو خوب پختہ کرنے کے بعد کہا۔

"اگر تم نے ناخدہ کو دھوکا دیا تو اُسے دُکھ پہنچایا، اس کی
تباہ کی تو ہیں، —

"تمھیں مار ڈالوں گا!" — یہی نا یا کچھ اور؟"

"بس یہی! — بے شک مخزی پھر میں تمہیں ہلاک کر دوں گا
بے پروائی اور نخوت کے ساتھ مخزی نے کہا۔

"نہیں تم سے یہ کام بھی نہیں ہو سکتا، کچھ اس لئے کہ یہ بازو
آزمائے ہوئے ہیں؟ اور زیادہ تر اس لیے کہ تم بغیر قتل کئے
پھانسی پا سکتے ہو، اور میں قتل کر کے بھی بچ سکتا ہوں،!

"کس طرح؟ — میں بغیر قتل کئے کس طرح پھانسی پا سک
اور تم قتل کرنے کے باوجود کس طرح پھانسی سے بچ سکتے ہو

مخزی زور زور سے ہنسنے لگا، اس نے ایک حقارت آ
نظر رشدی پہ ڈالی، پھر جیب سے ایک گنی نکالی اور اُسے میز
رکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"میرے دوست، دیکھ رہے ہو اسے؟ جانتے ہو یہ کیا
رشدی نے حقارت کے ساتھ جواب دیا۔

"ہاں زرد رنگ کا ایک دھات کا ٹکڑا،!"

مخزی پھر ہنسنے لگا، اُس نے ہنستے ہنستے کہا،

"ہاں یہی بات ہے جو تم نے کہی لیکن جانتے ہو اس زرد رنگ
دھات کے ٹکڑے کی طاقت؟ — یہ پھانسی کا پھندا بھی ہے اور

"میں فاخرہ سے اظہارِ محبت کر چکا ہوں ، اور وہ میری مح
قبول کر چکی ہے ، ــــ وہ تمہاری صرف عزت کرتی ہے ۔ ، او
جتنی جتنی یہ محبت پختہ ہوتی جائے گی ، اتنی اتنی اس کے دل
تمہاری عزت بھی کم ہوتی جائے گی ، اس لئے کہ میں اسے اپنی
توہین سمجھتا ہوں کہ وہ محبت مجھ سے کرے اور عزت تمہاری
رشدی نے جواب میں اب بھی کچھ نہیں کہا ، متمکنانہ انداز میں فخر
سے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ۔
"میں جانتا تھا کہ تم فاخرہ سے محبت کرتے ہو ، میں
یہ چاہتا تھا کہ تم اپنی شکست کو محسوس کر لو ، فاخرہ میری ۔ ا
صرف میری ہے دنیا کی کوئی طاقت اُسے مجھ سے نہیں چھین
یہ دوسری بات ہے کہ میں خود ہی کبھی اُسے اپنے گوشۂ دل
نکال پھینکوں ، !"
اب رشدی کے لب ہلے اس نے کہا ،
"گویا تمہارے دل میں یہ چور موجود ہے ؟"
بے پروائی کے ساتھ فخری نے جواب دیا ۔
"کیوں نہ ہو ، ! خواہش اور آرزو اس لئے ہوتی ہے کہ
کی جائے ، اس لئے نہیں ہوتی کہ دبائی جائے ، یہ نفس کشی
ہی کو مبارک ، ! میں نے جتنے عشق کئے ، وہ سب اتنے
شدید تھے جتنا وہ عشق جو فاخرہ سے ہے ، بلکہ مجھے یاد پڑ

ناصرہ سے میں نے جو عشق کیا تھا، وہ ناخزہ سے بھی کچھ زیادہ تھا،!"

رشدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"تو یہ بات ہے،!"

مخزی نے بے پروائی کے ساتھ جواب دیا۔

ہاں یہ بات ہے، — تم محبت کو زندگی سمجھتے ہو!"

"اور تم! — تم کیا سمجھتے ہو؟"

"میں! — میں بخار، بخار کو بار بار آنا، اور بار بار اُترنا چاہیئے، اگر وہ قائم ہو جائے تو دق ہے، سل ہے، پیامِ مرگ ہے، میں صرف ۲۴ سال کی عمر میں، موت کا پیام کیوں قبول کر لوں! یہ توفیق اللہ نے تمہیں دی ہے، چاہو تو اس پہ فخر کر سکتے ہو، لیکن میں رشک کرنے پہ بھی تیار نہیں ہوں، برخوردار،!"

رشدی کا چہرہ ایک مرتبہ پھر سرخ ہو گیا، لیکن جلد ہی یہ کیفیت دُور ہو گئی، اس نے کہا،

"اب ہمیں یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیئے،؟"

مخزی نے مسکراتے ہوئے کہا،

"ضرور، ضرور، — لیکن کیا ساتھ ساتھ، — جس طرح ہم آئے تھے؟"

رشدی نے سرد لہجے میں جواب دیا،

"نہیں — اب ہماری منزل الگ ہے، راستہ جُدا، ساتھ نہیں چل سکتے۔"

خدا حافظ! — پھر ملیں گے! — خدا نے گر ملا دیا، !"

فخری نے کہا، اور ہنستا ہوا رستوران سے باہر نکل آیا۔

(۶)

فخری چلا گیا،!

رشدی وہیں گم سم کھڑا رہا،!

اس کے قدم آگے کی طرف نہیں اُٹھ رہے تھے،!

فخری کی باتوں نے اس کے دل میں ایک طوفان برپا کر دیا تھا،!

وہ پھر رستوران میں آیا، اور وہیں باغ کے سبزے پہ جہاں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں خاموشی کے ساتھ آکر بیٹھ گیا، اس نے چائے کا آرڈر دیا، اور عالم خیال میں پہنچ گیا۔

اس کے کانوں میں فخری کے الفاظ گونج رہے تھے،

ان الفاظ میں زہر تھا، طنز تھا، حقارت تھی، نخوت تھی "

وہ اگرچہ مرنجان مرنج قسم کا آدمی تھا، نہ کسی کے بھلے میں نہ کسی کے بُرے میں، نہ ہاؤ ہو کی مجلسوں کا حصہ دار، نہ غوغا آرائیوں میں شریک، یا اپنے کمرہ میں، یا کلاس میں، یا لائبریری میں، یہ تھی اس کی زندگی،!

ایک مرتبہ لائبریری ہی میں فاخرہ سے اس کی ملاقات ہوگئی ا

آہ وہ پہلی ملاقات! !

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس ملاقات کا منظر اُس

کے سامنے آگیا۔

"مس فاخرہ آپ کچھ تلاش کر رہی ہیں شاید!

(پریشانی کے ساتھ) جی ہاں مسٹر رشدی، ممتو دیدی ہرا

کے ساتھ میں یہاں آئی تھی، جاتے وقت اپنا پرس بھول گئی، ـــ

"پرس ـــ!"

"جی ہاں جو چیز کھوئی ہے اُسے پرس ہی کہتے ہیں"!

اس جواب میں جھنجھلاہٹ بھی تھی، شوخی بھی، رشدی کو لطف

آگیا، اس نے کہا،

"لیکن اگر وہ نہ ملا!"

اس نے چڑھی ہوئی تیوری کے ساتھ جواب دیا،

"پھر میں خودکشی کر لوں گی"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف چلی گئی "!

اتنے میں رخشی آگئی، یہ دور کے رشتے سے اس کی بہن ہو

تھی، کہنے لگی،

ارے رشدی بھائی آپ؟"

رشدی نے جواب دیا "ہاں ـــ لیکن تمہیں تعجب کیوں ہوا

کیا مجھے نہ آنا چاہیے تھا یہاں ؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی " یہاں کے سوا اور آپ جا بھی کہاں سکتے ہیں ! ملا کی دوڑ مسجد تک ، !"

فاخرہ کے کانوں میں رخشی کی آواز پہنچی وہ پھر اس طرف آگئی ، اور رخشی کو دیکھ کر کہنے لگی .

"تم پھر آگئیں ؟"

وہ کہنے لگی " تمہاری بدحواسیاں ! —— تم چیزیں پھینکتی جاؤ ، میں سمیٹ سمیٹ کر رکھتی جاؤں ! —— یہ لے اپنا پرس ، یاد ہے کہاں چھوڑا تھا !"

"وہ یہاں لائبریری ہیں ، !"

"تو پھر میں باغیچہ کی بنچ سے کیسے لائی ، !"

جیسے فاخرہ کو کچھ یاد آگیا ، وہ مسکراتی ہوئی بولی ،

"ہاں تم سے الگ ہو کر میں وہیں چلی گئی تھی ، کمبخت تاریخ کی تیاری کرنے ، —— نہ جانے یہ سبجیکٹ کیوں لے لیا میں نے !"

رخشی ہنستی ہوئی کہنے لگی ،

"گیدڑ کی جب شامت آتی ہے شہر کا رخ کرتا ہے ، میں نے تو بہتیرا روکا تھا کہ فارسی لے لو ، اردو لے لو ، مگر تم اڑی رہیں کہ ہم تو تاریخ لیں گے ، اب فیل ہونا تاریخی طور پر ، —— !"

فاخرہ کا منہ اتر گیا ، رو ہانسی نظر آنے لگی ،

"پھر اب کیا کرو گی رخشی، یہ امتحان تو پاس کرنا ہی پڑے گا کسی طرح آئندہ سال دیکھا جائے گا؟"

رخشی نے رشدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ مؤرخ صاحب تمہارے سامنے کھڑے تو ہوئے ہیں ––"

پھر وہ رشدی بھائی سے مخاطب ہوئی،

"کیوں رشدی بھائی کیا آپ ہماری فاخرہ کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتے؟"

رشدی نے مسکراتے ہوئے کہا،

"آپ لوگوں نے تو تاریخ کو اتنا بڑا ہوّا بنا رکھا ہے، جیسے وہ آئن اسٹائن کا نظریۂ اضافیت ہے جو کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ رکھا کیا ہے تاریخ میں؟"

"کچھ نہیں، بہت معمولی سبجکٹ ہے، لیکن ہم دونوں، میں فاخرہ سے زیادہ، اور فاخرہ مجھ سے زیادہ احمق واقع ہوئی ہیں، کیا کریں کچھ آپ ہی دستگیری کر دیجئے تھوڑی سی!"

رشدی نے کہا "مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" –– بشرطیکہ مس فاخرہ کو اعتراض نہ ہو –!"

رخشی نے کہا، فاخرہ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ایسے ضرورت کے وقت ––

"گدھے کو باپ بنا لیتے ہیں –– کیوں مشہور ہے لڑکی تو یہی

گہ رہی تھی نا ؟"

رخشی کھلکھلا کر ہنس پڑی، ناخدہ بھی ہنسنے لگی، اور رُخشندی نے بھی
ایک قہقہہ لگایا، رخشی نے پُوچھا،

"تو پھر کب سے ؟"

رشدی نے جواب دیا،

"جب سے چاہو، لیکن پہلے میں تم دونوں کا ٹسٹ لوں گا۔
پھر تیاری شروع کراؤں گا،"!

رخشی آمادگی اور مستعدی کے ساتھ بولی:

"شوق سے، —— کیجئے کوئی سوال ؟"

رشدی نے کہا "پھر وہی حماقت کی باتیں، —— پہلے یہ تو بتادو،
کس لیک، اور کس دور کا امتحان دینا ہے ؟"

"وہ بولی، بس بابر سے عالمگیر تک کا دور!"

رشدی نے سوال کیا۔

"بابر نے اپنی تزک میں ہندوستان کے بارے میں کیا کہا ہے؟"

رخشی کی مسکراہٹ کافور ہو گئی، اس نے زیرِ لب کہا۔

"تزک ——"

"نہیں جانتیں تزک ؟"

"میں نے تو یہ نام آج ہی سنا ہے !"

"ہمایوں اور اس کے بھائیوں کے تعلقات کیسے تھے ؟"

"وہ بہت اچھے تھے، ان بھائیوں کی محبت مثالی تھی ابا"

"شاباش ـــــ اکبر کے دینِ الٰہی کی تعریف کرو"

"وہ دینِ الٰہی کا اس طرح پابند تھا جس طرح ہم سب ہیں"

بے ساختہ رُشدی کو ہنسی آگئی، اس نے کہا۔

"بے وقوف لڑکی کیوں تاریخ کا منہ چڑاتی ہے اسُن، بابر نے اپنی تزک میں، یعنی خود نوشت سوانح عمری میں، ہندوستان کے موسم کی بڑی شکایت کی ہے اور اس سے زیادہ یہاں کے لوگوں کا حقارت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بغیر سلے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں، اس پر صدمے کا اظہار کیا کہ یہاں پھل نہیں ہوتے، باغات نہیں ہیں، شاندار وسیع اور فراخ عمارتیں نہیں ہیں اور پھر ان سب چیزوں کا مقابلہ اپنے وطن سے کر کے خون کے آنسو رویا ہے، بابر کا ولی عہد ہمایوں تھا اور نہایت شریف شخص تھا، اسے اپنے بھائیوں سے غیر معمولی محبت تھی، لیکن یہ بھائی اس کی جان کے گاہک تھے اسے تاج و تخت سے محروم کرنے پر تلے رہتے تھے۔ یہ بغاوتیں کرتے تھے۔ سازشیں کرتے تھے، پکڑے جاتے تھے مگر وہ ہر مرتبہ معاف کر دیتا تھا، اکبر ہمایوں کا لڑکا تھا، جاہل، ان پڑھ لیکن نہایت ذہین ہوشیار، صاحبِ فراست۔ اس نے سوچا ہندوؤں اور مسلمانوں کو بالکل ایک کر دینا چاہیئے تاکہ ہندو مسلم سوال کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے چنانچہ اس دینِ الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب ایجاد کیا

جن میں کچھ باتیں ہندوؤں کی سے لیں کچھ مسلمانوں کی، لیکن اس معجونِ مرکب کو نہ ہندوؤں نے قبول کیا نہ مسلمانوں نے،" ۔۔۔ میں کہتا ہوں تمہیں تو تاریخ کی الف بے بھی نہیں آتی امتحان کیا دو گی!"

وہ اطمینان سے بولی: "امتحان دیں گے اور پاس ہوں گے، آخر آپ کس مرض کی دوا ہیں۔!"

فاخرہ نے زیرِ لب کچھ رخشی سے کہا، وہ ہنسنے لگی، پھر رشد سے کہا:

"سنا آپ نے یہ فاخرہ کیا کہہ رہی تھی۔!"

فاخرہ کچھ جھینپ سی گئی، شاید کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن رخشی نے اپنی ٹھونک میں کہہ ہی دیا۔

"یہ کہہ رہی ہے رشدی صاحب تو بڑے قابل آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

فاخرہ نے شرماتے ہوئے انداز میں کہا،

"تو کیا میں نے غلط کہا ہے کچھ! ہیں نہیں!"

رشدی نے کہا: "مس فاخرہ، آپ نے سنا نہیں، گھر کی مرغی دال برابر یہ میری قدر کیا کرے گی ۔۔۔"

فاخرہ بول پڑی: "سارا کالج آپ کی قابلیت کے گن گاتا ہے، آج میں نے بھی دیکھ لیا۔!"

رشدی نے ہنستے ہوئے سوال کیا،

"کیا دیکھا آپ نے؟"

"یہی کہ آپ بہت زیادہ قابل ہیں۔!"

رخشی مسکراتی ہوئی بولی،

«رشدی بھیا پر خوشامدیں ہو رہی ہیں، — رشوت، تاکہ آپ اس طرح تیاری کرا دیں۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ صاحبزادی دستکشی پڑے کی فکر میں ہیں، —!»

رشدی نے جواب دیا انسان اگر محنت کرے تو کیا ہو نہیں سکتا ہاں مس فاخرہ کیا آپ تیار ہیں ٹسٹ کے لئے!»

وہ پہلو بدل کر، گویا ہوئی۔

«جی ہاں، —»

رشدی نے سوال کیا،

«بتائیے، جہانگیر شرابی اور عیاش ہونے کے باوجود اتنی شان سے بادشاہت کس طرح کرتا گیا؟»

کچھ تامل کے بعد فاخرہ نے کہا۔

«اس لئے کہ اُسے وراثت میں ایک مضبوط اور مستحکم حکومت ملی تھی»

«نہیں مس فاخرہ یہ بات تو نہیں ہو سکتی، عالمگیر کے بیٹوں کو بھی وراثت میں ایک مضبوط اور مستحکم حکومت ملی تھی لیکن ۲۰ سال میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے!»

فاخرہ دوپٹے کے دامن میں گرہ لگانے، اور خاموش بیٹھی رہی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے رُشدی نے کہا۔

«دماغ پہ زور دیجئے، مس فاخرہ جواب کچھ ایسا مشکل نہیں ہے

"میرے خیال میں تو اس کی وجہ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے ،!"

"فرمایئے ، میں سراپا گوش ہوں سننے کے لئے ، !"

"بے شک وہ شرابی اور عیاش تھا لیکن بیدار مغز اور با حوصلہ بھی بہت زیادہ تھا ، وہ شورش اور بغاوت کی خبر سنتے ہی شراب کا جام پھینک کر گھوڑے پر سوار ہوتا اور میدانِ جنگ کی راہ لیتا تھا۔ اور اس وقت تک واپس نہیں آتا تھا جب تک مورچہ سر نہ کر لے۔"

رشدی کے منہ سے بے ساختہ نکلا ،

"گڈ ،—— بہت صحیح اور سلجھا ہوا جواب دیا آپ نے رخشی تم ثرسر کرد اچھا اب ایک سوال اور کروں گا مس فاخرہ !"

"جی ،—— فرمایئے ،!"

"یہ بتایئے ، دراشکوہ ، اور عالمگیر میں آپ کسے پسند کرتی ہیں ،؟"

"لیکن میرا جواب شاید آپ کو پسند نہ آئے ،؟"

"آپ کو میری پسند یا ناپسند سے سروکار نہ ہونا چاہیئے ، میں تو آپ کی رائے پوچھ رہا ہوں ،!"

"میرے خیال میں اگر حکومت دراشکوہ کے ہاتھ میں آتی تو شاید مغلیہ خاندان مزید سو سال تک اپنی حشمت و شوکت باقی رکھ سکتا۔!"

رشدی نے یہ جواب سن کر کہا۔

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ یہ رائے آپ نے کیوں قائم کی ہے بے شک اس رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے ، لیکن آپ کے جواب میں انفرادیت ہے

وزن ہے، اور کوئی شبہ نہیں میرے سوال کا جواب یہ بھی ہو سکتا
فاخرہ خوش ہو گئی۔ اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی، رخشی سے
کہا،

"لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آپ، جو یقیناً کامیاب ہو جائیں گی
فکر مند ہیں امتحان کے تصور سے اور رخشی جو یقیناً فیل ہو گی، اتنی بے
ہے اس کا راز کیا ہے؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"رخشی بن رہی تھی وہ مجھ سے زیادہ جانتی ہے۔"

"اگر آپ سے زیادہ جانتی ہو تو مجھ سے زیادہ بھی جانتی ہو گی
وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگی،

"دریں چہ شک۔ ۔۔۔ میں تو بن رہی تھی ما! ورنہ مجھے کیا
معلوم۔ ۔۔۔ اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں۔"
فاخرہ نے کہا مجھے سنہ اور تاریخ کا یاد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے
یہ کوئی ایسی بات نہیں۔"

"دینِ الٰہی کی تفصیل بھی مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے کچھ اور کا
بھی ہے اس میں۔"

آپ فکر نہ کریں مس فاخرہ، یہ ساری باتیں انشاءاللہ چند روز کی
نشست میں صاف ہو جائیں گی

رخشی نے پوچھا، "اگر ڈسکشن کا کیا ہو گا؟"

رشدی نے کہا، اور اُنہوں نے جس خود اعتمادی کے ساتھ عالمگیر اور دارا شکوہ کے سلسلے میں میرے سوال کا جواب دیا ہے، اس سے مجھے یقین ہے کہ یہ ڈسٹنکشن لیں گی، ممتحن یہ نہیں دیکھتا کہ طالب علم کو سن اور تاریخ یاد ہے یا نہیں! وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ طالب علم میں سوجھ بوجھ ہے یا نہیں، اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ذہین بھی ہیں اور مفکر بھی، انشاء اللہ ضرور ڈسٹنکشن لینے میں آپ کامیاب ہوں گی۔!"

پھر تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں، اس کے بعد طے ہوا کہ رخشی کے ہاں ہر روز ایک گھنٹہ بزمِ تاریخ منعقد ہوا کرے، اور پھر یہ سلسلہ قائم ہو گیا، رشدی نے بھی خاصی محنت کی، اور فاخرہ نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، رخشی بھی اپنی سی کوشش کرتی رہی، امتحان ہوا، اور دونوں کامیاب ہو گئیں، فاخرہ نے امتیاز کے ساتھ نمبر حاصل کئے۔

اس کے بعد سے رخشی اور فاخرہ میں میل جول بڑھ گیا، اکثر ملاقاتیں ہوتیں، مختلف معاملات، مسائل پہ گفتگو ہوتی، کبھی کبھی کسی مسئلے پہ بحث بھی چھڑ جاتی۔

رشدی کے سامنے چائے کی ٹرے رکھی تھی اور وہ عالمِ خیال میں ان ملاقاتوں کو یاد کر رہا تھا۔!"

وہ پہلی ملاقات جو لائبریری میں ہوئی تھی،

پھر وہ ملاقاتیں جو رخشی کے گھر ہوا کرتی تھیں،!
اور وہ ملاقاتیں، جو بغیر رخشی کے واسطے کے ہوا کرتی تھ
جتنا جتنا ملاقاتوں کا سلسلہ وسیع ہوا، اتنے ہی اتنے فاخرہ
جوہر کھلتے گئے، رشدی اس سے قریب ہوتا گیا — اور پھر
اس سے محبت کرنے لگا!، خاموش محبت، کبھی یہ جرأت نہ ہو
حرفِ محبت زبان تک نہ لا سکتا، جب کبھی یہ سوچا کہ آج دل
بات زبان تک لے آؤں گا، اس وقت دل تنبیہہ کرتا۔

"آیاز قدر خود بشناس!"

"اور وہ خاموش ہو جاتا،"

اور آج

اور آج فخری نے امید و آرزو کی وہ ذرا سی چنگاری بھی ج
دل کے خاکستر میں نہ جانے کہاں سُلگ رہی تھی، بجھا دی
اس نے فیصلہ کر لیا اب اس آخری بات پہ وہ کبھی نہیں
گا، اتنے میں بیرا آیا اور اُس نے کہا۔

"ارے صاحب آپ نے چائے تو پی نہیں،!"

رشدی نے ایک روپیہ ٹرے میں رکھا اور خاموشی کے
باہر چلا گیا، بیرا حیرت سے اُس وقت تک اُسے دیکھتا رہا، جب
وہ نظر سے اوجھل نہ ہو گیا،

(۷)

رشدی رسٹوران سے باہر نکلا ہی تھا کہ رخشی اور فاخرہ سے ملاقات ہو گئی ان دونوں کو دیکھ کر وہ جھجکا اور ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا، رخشی نے پوچھا۔

"رشدی بھائی آپ یہاں کہاں ؟"

رشدی نے جواب دیا،

"اور اگر یہی سوال میں تم سے کر دوں تو ؟"

وہ بولی "آج یہاں فلاور شو بھی لگتا ہے، ہم اس میں آئے تھے! اور آپ ؟"

"میں یوں ہی ٹہلتا ہوا آگیا تھا اس طرف،!"

"اب کیا پروگرام ہے ؟"

"کافی دیر ہو گئی اب واپس جاؤں گا !"

"تھوڑی دیر ٹھہر جائیے ہم بھی چلتے ہیں، — کیا آپ نے فخری صاحب کو نہیں دیکھا تھا ؟"

رشدی چونک پڑا، "فخری! ہاں دیکھا تو تھا، مگر تمہیں کیا
اُس سے؟"

"مجھے تو نہیں ناخرہ پوچھ رہی تھی۔!"

"ابھی تھوڑی دیر ہوئی وہ یہاں تھا، اب معلوم نہیں دو
چلا گیا۔!"

فاخرہ نے رخشی کو ٹھوکا دیا اور کہا۔

"اب چلو۔ —

رخشی اس کے ساتھ ہولی، رشدی پھر تنہا رہ گیا۔

وہ باغ سے باہر نکل گیا، "اڈمال روڈ کی طرف چل پڑا، بظاہر وہ چل
اس طرح جیسے دوسرے لوگ چل رہے تھے۔ — لیکن دماغ
بے چینی تھی، فخری، فاخرہ، بس یہ نام تھے جو اس کے ذہن
میں گردش کر رہے تھے، فخری اور فاخرہ یہ دو تصویریں تھیں
کی آنکھوں کے سامنے گردش کر رہی تھیں،

وہ سوچ رہا تھا،

فخری جیت گیا اور میں ہار گیا، — لیکن ایک شریف
کی طرح مجھے اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہیئے، یہ دونوں اگر ایک
دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو مجھے معترض نہ ہونا چاہیئے
کو خوش دیکھنا میرا فرض ہے؟"

لیکن کیا فاخرہ کو فخری خوش رکھ سکے گا؟

کیا فاخرہ فخری کے ساتھ خوش رہ سکے گی!
کیا فخری اسے تباہ نہیں کر دے گا!
کیا مجھے اُسے تباہ و برباد ہوتے دیکھتے رہنا چاہیے!
کیا میرا فرض نہیں ہے کہ اُسے ڈوبنے سے بچاؤں!
لیکن کیونکر! کس طرح!

اگر فخری نے فاخرہ کو رام کر لیا تو میرا اُس سے کچھ کہنا بیکار ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فاخرہ فخری سے محبت کرتی ہے۔ میرے سامنے جب رخشی نے اُسے پوچھا اور پھر یہ بتایا کہ فاخرہ اسے پوچھ رہی تھی تو اس کا رنگ رُخ بدل گیا تھا، رنگ رُخ کیوں بدلا تھا! کیا وہ دل کا چور نہیں تھا جو اس طرح ظاہر ہوا تھا!

اسی طرح سوچتے سوچتے اور چلتے چلتے وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔ کمرے میں بیٹھ کر ایک کتاب اُٹھائی اور اس کا مطالعہ کرنے لگا، مگر جی نہ لگا، پھر گھر سے باہر نکلا، اور بہت دور تک ٹہلتا ہوا چلا گیا۔ نہ منزل متعین تھی نہ سمت، بس وہ روانی دوانی آگے بڑھا چلا جا رہا تھا، نہ جانے کہاں! نہ جانے کس طرف، بڑی دیر تک وہ اسی طرح گھومتا رہا، خلافِ معمول کافی رات گذر لے کے بعد واپس آیا اور پھر اپنے کمرے میں جاکر کسی کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔

اتنے میں کھانا لاکر سامنے رکھ دیا گیا، جی چاہا انکار کر دے، اس لئے کہ بالکل بھوک نہیں تھی، لیکن ایسی خلافِ معمول بات کرنا ناپسند

نہیں کرتا تھا، طبیعت پر جبر کر کے دو چار نقمے کھائے اور ہاتھ دھو کر اُٹھ کھڑا ہوا، زندگی میں درماندگی خستگی کی ایسی کیفیت کبھی اس پر طاری نہیں ہوئی تھی جیسی آج ـــــ! لاکھ لاکھ اس نے جی لگانے کی کوشش کی، طبیعت کو دوسری طرف راغب کرنے کی جدوجہد کی، لیکن رہ رہ کر، رخشی کی آواز اس کے کانو میں گونجنے لگتی تھی۔

"کیا آپ نے فخری کو نہیں دیکھا تھا، ! ـــ یہ فاخرہ پوچھ رہی تھی اسے، !"

اور فاخرہ کا شرمایا ہوا، جھینپا ہوا چہرہ نظر کے سامنے آجا جیسے کوئی چوری کرتے پکڑ لیا گیا ہو۔

اور پھر اُسے فخری کی وہ باتیں یاد آنے لگتیں، جو اس نے اپنے اور فاخرہ کے متعلق کی تھیں، جن باتوں میں فخر بھی تھا، طنز اور چیلنج بھی،

ایسا معلوم ہوتا تھا دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی، اور وہ دا ہوجائے گا۔

لیکن دماغ کی رگیں نہیں پھٹیں اور وہ دیوانہ بھی نہیں ہوا لیکن یہ کیفیت جو اس پر طاری تھی اگر دیوانگی نہیں تو کیا تھی پھر اسے کیا کہیں گے !"

رات کے دو بج گئے، مگر اس کی ذہنی خلش میں اضافہ ہی

رہا۔ وہ بار بار کروٹیں بدلتا تھا، پہلو بدلتا تھا، خیالات کو یکسو کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر نہ جانے کیا بات تھی خیالات کا انتشار بڑھتا ہی جاتا تھا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی،!

(۸)

رشدی سے رخصت ہو کر تھوڑی دور چلنے کے بعد، فاخرہ
رخشی سے کہا،
آج تمہارے رشدی بھائی کچھ بجھے بجھے سے نظر آرہے تھے
وہ بولی،" ہاں محسوس تو میں نے بھی کیا تھا"!
"ضرور کوئی خاص بات ہے"!
"ہوگی، ــــ تم نے کیسے جانا؟"
"ان کا چہرہ اُترا ہوا تھا، آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں، اب
میں ہمیشہ کی سی شیرینی نہیں تھی، بلکہ ایک طرح کی کرختگی تھی
"اوہو، بڑی گہری نظر رکھتی ہو تم تو! ــــ ہونے دو نہیں
"نہیں رخشی یہ نہ کہو، رشدی صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں
پایہ کا آدمی میری نظر سے آج تک نہیں گذرا، ان میں خوبیاں
خوبیاں ہیں۔ نظر پاک، دل پاک، خیالات پاک، اور پھر ساتھ
کتنے قابل، ــــ"

"وہاں بھئی ـــ ان کا تعبیدہ کیوں پڑھے چلی جارہی ہو آج ،؟"

"ان کا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر میرا دل کڑھ رہا تھا، اسی لئے میں وہاں کھڑی نہیں رہ سکی چلی آئی، لیکن رخشی تم پوچھنا تو بھی کیا بات ہے ۔؟ لیکن تمہاری طرف سے پوچھوں گی، ہے اجازت!"

"پھر آگئیں اپنی اوقات پر! ہر وقت شرارت، ہر بات میں ایک نیا پہلو، ـــ میرا نام لینے کی کیا ضرورت ہے! خود سے نہیں دریافت کر سکتیں!"

"کیوں نہیں کر سکتی، لیکن ان باتوں میں سے ایک بات بھی میرے ذہن میں نہ تھی، ـــ نہ میں نے ان کا اُترا ہوا چہرہ دیکھا نہ سُرخ آنکھیں دیکھیں، نہ لہجے میں شیرینی کی بجائے کہ خنگی محسوس کی، نہ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر میرا دل کُڑھا، پھر تم ہی انصاف کرو مجھے کیا حق ہے ٹوہ لینے کا!"

"بڑی سنگ دل اور کٹھور ہو رخشی"؟!

"اچھا بھئی یہی سمجھو! اچھا تو چھوڑو کسی طرح!"

"اچھا تو اُس وقت تک نہیں چھوٹ سکتا جب تک وجہ نہ معلوم کر لوں ـــ میرا دل کہتا ہے کوئی خاص بات ضرور ہے، ـــ کیوں رخشی اتنے اچھے اور شریف آدمی کو افسردہ دیکھ کر تمہارا دل نہیں کُڑھتا؟"

"نہیں کُڑھتا تھا تو اب کُڑھنے لگا ہے، اچھا بھئی پوچھ لوں گی، اگر وہ نہ آئے تو میں خود ان کے گھر جا کر خیریت دریافت کر آؤں گی، اب تو ہوئیں خوش،!"

"شاباش، — ہماری رخشی بڑی پیاری لڑکی ہے۔!"

"لیکن ایک بات نہیں سمجھ میں آئی فاخرہ۔!"

"وہ کونسی بات ہے رخشی بیگم!"

"آخر رشدی بھائی کو دیکھ کر تم سٹ پٹا کیوں جاتی ہو۔!"

فاخرہ نے اس کی پیٹھ پہ ایک دوہتڑ لگایا۔

تمہارا سر۔! — پنچ کہیں کی۔!" اور پھر وہ ہنسنے لگی۔

کالج میں رخشی اور رشدی کا آمنا سامنا تو ہوتا، لیکن کوئی بات نہ ہوسکی، جب سے فاخرہ نے رشدی کی حالت کی طرف اُسے توجہ دلائی تھی وہ خود بھی فکرمند ہوگئی تھی، اب جو اس نے غور کیا تو واقعی فاخرہ کا کہنا سچ نکلا، سچ مچ رشدی کچھ افسردہ، دل گرفتہ اور پریشان سا نظر آرہا تھا، اس نے ایک مرتبہ کلاس سے نکلتے ہوئے پھر رشدی کو دیکھا، آخر ضبط نہ کرسکی، آواز دی،

"رشدی بھائی، سنیئے گا ذرا ایک بات،"!

وہ قریب آکر کھڑا ہوگیا،

"کیا بات ہے رخشی؟"

رخشی نے اُس کے سراپے پر ایک نظر ڈالی اور کہا،

"کیا آپ آج کی شام ہمارے ہاں آئیں گے؟"

"ہاں آجاؤں گا ۔۔۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں ایک بہت ضروری کام ہے! ۔۔۔ دیکھیئے آئیے گا ضرور"

"ہاں بھئی وعدہ کرتا ہوں ضرور آؤنگا"

"شکریہ!"

یہ کہہ کر وہ پھر اپنی کلاس میں چلی گئی، ناجزہ نے اس سے پوچھا،

"کہو رشدی صاحب سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں ہوئی، ـــ واقعی وہ کچھ دل گرفتہ سے نظر آرہے ہیں۔ نہ جانے کیا بات ہے!"

"پاگل کہیں کی، ـــ پوچھا نہیں؟!"

"کھڑے کھڑے کیا پوچھتی، میں نے انہیں گھر بلایا ہے وہیں اطمینان سے دریافت کروں گی! ـــ رشدی بھائی تو بڑے ہنس کر اور زندہ دل تھے، نہ جانے کیوں اوس پڑ گئی ہے بیچارے پر، ـــ خدا خیر کرے!"

"تمہارا کیا خیال ہے!"

"جب تک ان کی سن نہ لوں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"پھر تم نے "خدا خیر کرے" کیوں کہا؟ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ کچھ کچھ سمجھ رہی ہو؟!"

رخشی ہنسنے لگی، اس نے کہا،

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے، میں کچھ نہیں جانتی، پوچھ کر بتاؤں گی ـــ"

کلاس ختم ہونے کے بعد دونوں باہر نکلیں، ناجزہ نے شروع

سے رخشی کو دیکھا، اور کہا۔

"تیار ہو جاؤ استقبال کو۔ وہ تمہارے عاشق صادق مرزا انور بیگ آ رہے ہیں!"

انور بیگ کو دیکھ کر رخشی کی تیوری چڑھ گئی، اس نے جل کر کہا،

"زبان سنبھال کر بات کرو، وہ عاشق صادق ہوں گے تمہارے میں تو ان سے جوتی بھی نہ رکھواؤں، صورت دیکھو تو نور علیٰ نور، باتیں سنو تو ——

اتنے میں واقعی مرزا صاحب قریب آ گئے، اور آتے ہی انھوں نے محبت بھری نظروں سے رخشی کو دیکھا، اور کھڑے ہو گئے، گویا انہیں نہیں بلکہ خود رخشی کو ان سے کوئی کام ہے، کچھ کہنا ہے!"

رخشی نے نظر اٹھائی، اور بے رخی کے ساتھ کہا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں!"

بے چارے سٹ پٹا گئے، کہنے لگے۔

جی نہیں، —

وہ اور زیادہ خشمگین نظروں سے انہیں گھورتی ہوئی بولی،

"پھر آپ ہمارا راستہ روک کر کیوں کھڑے ہو گئے ہیں! ہٹیے جانے دیجئے!"

بے چارے نے فوراً راستہ دے دیا رخشی فاخرہ کے ساتھ آگے بڑھ آئی۔

کچھ دُور جانے کے بعد فاخرہ نے کہا ۔

"بڑی بے مروت ہو رخشی ، کوئی چاہنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے ؟"

رخشی نے گھور کر اُسے دیکھا اور بگڑے ہوئے تیور کے ساتھ گویا ہوئی ،

"اس طرح کی واہی باتیں مجھ سے نہ کیا کرو ، مجھے اس آدمی سے اور اس کی باتوں سے شدید نفرت ہے ، — یہ آدمی ہے — !"

فاخرہ ہنسنے لگی ، "تو کیا جانور ہے ۔" !

"جانور سے بھی بدتر ، ! دیکھ لینا کسی دن اس کی شامت آجائے گی میرے ہاتھوں ، !"

"ارے ایسا غضب بھی نہ کرنا ، کیا اب مار پیٹ پہ اُتر آؤ گی ؟"

"اگر اس نے اپنے طور طریقے نہ بدلے تو یہی کرنا پڑے گا !"

"بے چارا تمہارا بگاڑتا ہی کیا ہے ، یہی نا کہ محبت بھری نظروں سے دیکھ لیتا ہے ، آج تک اظہارِ محبت کی جراٴت تو کر نہیں سکا ، حالانکہ"

"اوہو ، اظہارِ محبت کی جراٴت ! ذرا یہ لفظ زبان پہ لا کر دیکھے تو سہی وہ گت بناؤں گی کہ زندگی بھر یاد کریں گے تمہارے مرزا صاحب !"

کالج سے رخصت ہو کر رخشی گھر پہنچی اور گھر کے کام میں لگ گئی
پھر مغرب کے قریب کام کاج سے فارغ ہو کر درسی کتابوں کا مطالعہ
کرنے لگی، تھوڑی دیر گزری تھی کہ رشدی آ گیا، اس نے دروازے
میں قدم رکھتے ہی کہا۔

"کیوں دھوکا دیتی ہو اپنے آپ کو! نظر کتاب پہ ہے دل کہیں
اور ــــ"

رخشی نے مسکراتے ہوئے کتاب زور سے بند کی، اور کہا۔

"آئیے ــــ واقعی اس وقت نظر کتاب پر تھی لیکن خیال آپ
میں لگا ہوا تھا!"

"اچھا میں آ گیا، بتاؤ کیا بات ہے؟"

"پہلے چائے پی لیجئے، پھر باتیں ہوں گی!"

"نہیں رخشی میں چائے نہیں پیوں گا؟"

"اچھا شربت سہی!"

"نہیں شربت بھی نہیں!"

"اچھا سادہ پانی!"

"نہیں — وہ بھی نہیں!"

"واقعی پھر فاخرہ سچ ہی کہتی ہے!"

"فاخرہ! — کیا کہتی ہے وہ؟"

"وہ کہہ رہی تھی رشدی صاحب کچھ افسردہ اور دل گرفتہ نظر آرہے ہیں۔"

"تمہارے سامنے تو بیٹھا ہوں، کیا تم مجھے افسردہ اور دل گرفتہ دیکھ رہے ہو!؟"

"ہاں —"

"جھوٹ —"

"نہیں رشدی بھیا کوئی بات ضرور ہے!"

"اچھا ہو سکتی ہے کوئی بات!"

"میں کیا جانوں! — یہی پوچھنے کو تو میں نے زحمت دی آپ کو — کل سے فاخرہ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی ہے!"

"تم فاخرہ کا بار بار نام کیوں لے رہی ہو؟"

"رشدی بھائی سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے کچھ بھی محسوس نہیں کیا تھا، کوئی غیر معمولی بات آپ میں نہیں محسوس ہوئی تھی مجھے یہ وہ فاخرہ تھی جس نے مجھے توجہ دلائی اس طرف اور پھر ماننا پڑا!"

غلط نہیں کہہ رہی تھی، !"

"آخر کیا کہہ رہی تھی !"

"آپ سے رخصت ہونے کے بعد اُس نے کہا"

"آج تمہارے رشدی بھائی کچھ بجھے بجھے سے نظر آرہے تھے، ان کا چہرہ اُترا ہوا تھا، آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، لب و لہجہ میں ہمیشہ کی سی خبریتی نہیں تھی بلکہ ایک طرح کی گرفتگی تھی — وہ بڑے اچھے آدمی ہیں، اس پایہ کا آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا، ان میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں، نظر پاک، دل پاک، خیالات پاک اور پھر ساتھ ہی ساتھ کتنے قابل — اُن کا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر میرا دل ڈوب رہا تھا۔ اسی لیے میں وہاں کھڑی نہیں رہ سکی چلی آئی ہوں — لیکن رخشی تم پوچھنا تو سہی کیا بات ہے؟ — یہی پوچھنے کے لئے میں نے تکلیف دی ہے آپ کو، !"

رخشی نے محسوس نہیں کیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ باتیں سن کر رشدی کا حال یہ تھا کہ ایک رنگ آرہا تھا ایک رنگ جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کا خون سونت لیا ہو، اس کے چہرے پر عجیب طرح کی وارفتگی نظر آرہی تھی، لیکن بہت جلد وہ اپنی کیفیت پر غالب آگیا، اس نے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"یہ فاخرہ کہہ رہی تھی !"

رخشی نے جواب دیا،

"جی ہاں، — کیا آپ کو میری بات کا یقین نہیں ہے"

"میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا،!"

"تو پھر بتائیے کیا بات ہے!"

"بات تو کچھ بھی نہیں ہے رخشی! — یہ فاخرہ کی شرافت اور انسانیت ہے کہ اُس نے میرے بارے میں اتنا اور اس طرح سوچا،!"

"خیر اس کی شرافت اور انسانیت تو واقعی شک و شبہ سے بالا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ میں اسے جواب کیا دوں گی!۔ آج ہی اُس نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ آپ سے یہ بات پوچھ کر آؤں"

"کہہ دینا اُسے غلط فہمی ہوئی تھی،!"

"لیکن میری بھی آنکھیں ہیں، میں بھی تو دیکھ رہی ہوں،!"

"کیا دیکھ رہی ہو — !"

"یہی کہ آپ افسردہ اور گرفتہ نظر آ رہے ہیں،!"

(زیرِ لب تبسم کے ساتھ) کیا تمہیں غلط فہمی نہیں ہو سکتی،!"

"ہم دونوں کو نہیں ہو سکتی،!"

(سنجیدہ ہو کر) "نہیں رخشی کوئی بات نہیں ہے، — البتہ دل میں فاخرہ کی عزت اور بڑھ گئی، کتنی ہمدرد طبیعت پائی ہے اس"

"کچھ نہ پوچھئے رشدی بھائی ہمدردی تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے،! وہ کسی کو دکھی دیکھ ہی نہیں سکتی،!"

"ہاں وہ ایسی ہی ہے ۔!"

کچھ دیر خاموش رہ کر رخشی نے سوال کیا ،

"ایک بات پوچھنے کو دل چاہتا ہے رشدی بھائی ؟"

"کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی بات کو آپ کا دل چاہا ہو ۔ اور وہ آپ نے نہ کی ہو ۔؟"

"سچ سچ جواب دیں گے آپ میرے سوال کا ۔؟"

"میرا خیال ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے جھوٹ بولنے پر آمادہ نہیں کر سکتی ۔!"

"کہیں ناخرہ آپ سے محبت تو نہیں کرتی ۔؟"

"تم بھول رہی ہو ، میں ناخرہ نہیں رشدی ہوں ، بھلا اس سوال کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں ۔!"

"اچھا یہ بتائیے آپ اُس سے محبت کرتے ہیں یا نہیں ؟"

"میں کسی سے نفرت نہیں کرتا ۔!"

"اور محبت ___ ؟"

"ہر نیک ، شریف ، اور معقول آدمی سے مجھے محبت ہے ۔!"

"یہ تو میرے سوال کا جواب نہ ہوا ۔!"

"اس سے زیادہ میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا ۔"

کچھ سوچتے ہوئے رخشی نے کہا ،

"عجیب معاملہ ہے ۔ ایک طرف میں دیکھتی ہوں ، آپ کا نام سنتے ہی

فاخرہ کی کیفیت ہی کچھ اور ہو جاتی ہے ، جیسے وہ آپ کے سوا ...
کو ایچ سمجھتی ہو۔ جیسے وہ آپ پر حد سے زیادہ فخر کرتی ہو، ...
کرے گی تو آپ کی ، ذکر کرے گی تو آپ کا ۔ اس تعریف میں ...
صاف جھلکتی نظر آتی ہے ، اس ذکر میں کچھ ایسی شان ہوتی ہے ...
الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، دوسری طرف —

" دوسری طرف کیا — !"

" دوسری طرف وہ فخری سے بھی کافی میل جول رکھتی ہے ، ...
اس میل جول میں کافی اپنائیت نظر آتی ہے ، ! "

" ہاں تمہارا خیال درست ہے رخشی ، اس کے دل میں میری ...
ہے ، اور مجھے اس پہ فخر ہے ، لیکن وہ فخری سے محبت کرتی ہے ...
اس پہ فخری کو فخر کرنا چاہیئے ، ! "

رخشی جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اس کی ماں چائے لے کر
آ گئی ، اس نے اُسے چائے دیتے ہوئے کہا۔

" بیٹی باتوں کا اتنا ہی کیا شوق — چائے کو تو پوچھ لیا ہو
لڑکے سے ۔

~~~~~~~~
~~~~~~~~

رخشی کی ماں نے بڑی دیر تک رشدی کو روکے رکھا، اور اصرار کر کے کھانا کھانے پر مجبور کر دیا۔ جب وہ دستر خوان پر بیٹھا تو رخشی نے کہا۔

"آپ کا بھی جواب نہیں رشدی بھائی، !"

اس نے لقمہ توڑتے ہوئے پوچھا،

"کون سی لاجواب بات پائی تم نے میرے اندر ؟"

"میں نے عرض کیا چائے لاؤں ؟ ارشاد ہوا نہیں، میں نے دست بستہ سوال کیا شربت پیش کروں ! فرمایا نہیں، میں نے پھر سراپا عجز و انکسار بن کر سوال کیا، اچھا سادہ پانی نوش کریں گے، جواب ایک تھا نہیں، ۔۔۔ جس پیٹ میں نہ چائے کی گنجائش تھی، نہ شربت کی، نہ پانی کی، اب چشم بد دور، دیکھتی کیا ہوں، اس نے ابھی چائے بھی غٹ غٹ کر کے پی، اور اب ماشاء اللہ کھانا بھی تناول کر رہا ہے،

رشدی ہنسنے لگا، اس نے رخشی کی ماں سے کہا،

"سن رہی ہیں چچی جان آپ رخشی کی باتیں !"

وہ جل کر بولیں: "ہاں اسے تو ایسی ہی بے تکی باتیں کرنا آتی ہیں نہ تمیز، نہ تہذیب ––– بڑے بھائی سے اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں!"

رخشی نے نہایت معصومیت کے ساتھ کہا،

"غلطی ہو گئی امی معاف کر دیجئے، میری توبہ ہے جو اب کبھی ایسی جرأت کروں !!"

انہوں نے کہا: "مجھ سے کیا معافی مانگتی ہے رشدی سے کیوں نہیں مانگتی !؟"

وہ بولی: "ہمارے رشدی بھائی تو خفا ہونا جانتے ہی نہیں، پوچھ لیجئے انہی سے !! ––– کیوں رشدی بھائی صاحب کیا آپ خفا ہو گئے تھے مجھ سے ؟" رشدی کا جواب دینے سے پہلے وہ کہہ اٹھیں۔

"رشدی بھائی کی سگی، آخر تجھے سلیقہ سے بات کرنا کب آئے گی بوڑھی ہونے کو آئی مگر اب تک بات کرنے کا ڈھنگ نہ آیا !!"

رشدی ہنسنے لگا: "ارے چچی جان آپ ابھی سے ہماری رخشی کو بوڑھا بنائے دے رہی ہیں ! ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے ۔؟"

وہ جل کر بولیں: "تم ہی لوگوں نے تو بگاڑا ہے، اسے یہی اس کے باپ کہتے ہیں، یہی تم بھی کہہ رہے ہو !!"

اس خوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا، اس کے بعد کافی کا دور چلا، پھر ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، بعض اعزا اسے خاندان کی

ذات وصفات پر تبصرے ہوتے رہے، کچھ عیش گوئیوں کا سلسلہ جاری
رہا، سامعین میں رخشی اور رشدی تھے، تقریباً اس کی والدہ کر رہی تھیں،
آخر جب رات کے گیارہ بج گئے تب رشدی اُٹھا، اس نے کہا،
"چچی جان اب آپ کو نیند آ رہی ہو گی، گیارہ بج گئے، اجازت
دیجئے، انشاء اللہ میں پھر کسی روز حاضر ہوں گا۔!"

بڑی مشکل سے اجازت ملی، اور وہ رخصت ہو کر اپنے گھر آیا۔
راستے بھر اور گھر آنے کے بعد بھی رخشی کے الفاظ اس کے کانوں میں
گونجتے رہے، اس نے فاخرہ کے مزاج اور فطرت کو ہر زاویہ سے
سمجھنے کی کوشش کی، مگر بالکل نہ سمجھ سکا، وہ حیران تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے
"بقول رخشی کے ایک طرف اس کا اتنا پاس و لحاظ، دوسری طرف
فخری سے میل جول! —— ان دونوں کیفیتوں میں مطابقت کس
طرح دی جا سکتی ہے،؟"

اور پھر اُسے فخری کی باتیں یاد آ گئیں۔
وہی باتیں جنھوں نے اس کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔
اس نے صاف اور واضح الفاظ میں نہ صرف فاخرہ سے اپنی محبت
کا اعتراف کیا تھا، بلکہ یہ اعلان بھی کیا تھا کہ فاخرہ بھی اس سے
محبت کرتی ہے۔ اور حالات کا جہاں تک تعلق تھا فخری کے
دعوے کو غلط کہنا مشکل تھا۔!

کل وہ رات بھر نہیں سو سکا تھا، آج بھی وہ کروٹوں پر کروٹیں

بدل رہا تھا، اور زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔

پھر چھیڑا حُسن نے اپنا قصّہ
بس آج کی شب بھی سو چکے ہم

یہ ساری رات بھی آنکھوں میں کٹ گئی، اُس نے لاکھ لاکھ نیند کو بلایا، لیکن وہ روٹھی رانی ایک لمحہ کے لئے بھی پاس نہ بھٹکی!!

حصہ سوم

لیل و نہار

○

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

○

(۱)

دن اسی طرح سے گزرتے رہے،

فوزی اور فاخرہ کے میل جول میں اضافہ ہوتا رہا، رشدی اور فاخرہ ایک دوسرے سے دُور ہوتے گئے لیکن اس قرب میں بھی دُوری جھلکتی تھی اور اس دوری میں بھی قرب صاف نظر آتا تھا،

فاخرہ اور فوزی ایک روز کلاس سے باہر نکلے، دروازے کے قریب فوزی نے کہا،

"فاخرہ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں،!"

وہ ایک ادائے خاص کے ساتھ بولی،

"حاضر ہوں فرمائیے،!"

"وہ کہنے لگا: یہاں نہیں،!"

اس نے شوخ نظروں سے اُسے دیکھا اور گویا ہوئی،

"پھر کہاں!"

فوزی نے جواب دیا، "کیا آج تم سہ پہر کو اپنے ٹیسٹ پر خوبیں

۵

جاؤ گی ؟"

"ضرور جاؤں گی ۔!"

"تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ واپسی پر ہم پبلک گارڈن کے رسٹوران میں

مل لیں !"

وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی ،" جی نہیں معاف کیجیے گا ، میں وہاں کسی

آدمی سے ملنے نہیں جا سکتی ۔"

"کیا مجھ سے بھی نہیں ؟"

"کسی سے بھی نہیں ۔!"

"اس میں حرج کیا ہے آخر ؟"

"یہ ہمارے خاندانی روایات کے خلاف ہے ۔! ۔۔۔ ہم دونوں

بہرحال اجنبی ہیں ، اور کسی ایسی جگہ نہیں مل سکتے جو محلِ اعتراض ہو ۔

بڑی قدامت پرست معلوم ہوتی ہو ۔!

"اگر یہ کوئی الزام ہے تو میں فخر کے ساتھ اسے قبول کرتی ہوں

اگر یہ طنز ہے تو میں پوچھتی ہوں کیا آپ اپنی بہن کے لیے اسے پسند کر

سکتے ہیں کہ اسے پبلک گارڈن کے کسی گوشے میں یا رسٹوران میں کسی

اجنبی آدمی کے ساتھ محوِ خرام یا مصروفِ تکلم دیکھیں ؟ ۔۔۔ دیکھ سکتے ہیں

فخری کے چہرے کا رنگ بدل گیا ۔

"لیکن اجنبی ہونے کے باوجود یہاں تو ہم ہیں ۔!"

"جی بے شک ، ۔۔۔ یہاں ملتے ہیں اور آزادانہ اور بے باکانہ

"اس میں کوئی قباحت بھی نہیں!"

"یہ کیوں؟"

"ہم کلاس فیلو ہیں، ایک دوسرے سے میل جول اور ربط ضبط رکھتے ہیں، لیکن حدود کے اندر!"

"حدود کی تعریف؟"

"اب زیادہ بننے کی کوشش نہ کیجیے، اتنے معصوم بھی نہیں ہیں آپ!"

"لیکن ہم گارڈن میں بھی شاید ایک سے زیادہ مرتبہ مل چکے ہیں، کیا بھول گئیں؟"

"بالکل نہیں — ہماری وہ ملاقات اتفاقی تھی، نہ میں اس نیت سے گئی تھی نہ آپ کا یہ ارادہ تھا!"

"تم نے تو تقریر شروع کر دی، پھر آخر کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟ کیا بہت ضروری ہے؟"

"بہت ضروری — بہت ہی خاص قسم کی باتیں کرنی ہیں!"

"اتنی دیر میں تو آپ بہت سی باتیں کر چکے ہوتے، مگر سارا وقت تمہید میں گزار دیا!"

"معافی چاہتا ہوں — بہر حال اب وقت اور جگہ بتاؤ؟"

وہ ذرا دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی،

"ہمارا چوتھا پیریڈ خالی ہے، تیسرا پیریڈ ختم ہونے کے بعد میں کالج کے لان پر چلی جاؤں گی، وہاں فوارے کے پاس بنچ پہ ملوں گی۔"

"لیکن وہاں تو لوگ آتے رہتے ہیں، بات کیسے ہو گی؟"
"میں کر کے بتادوں گی"
پھر وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

(۲)

چوتھے پہر میں فاخرہ ٹہلتی ہوئی فوارے کے قریب پہنچی اور سنگِ مرمر کی ایک بنچ پہ بیٹھ گئی، ذرا دیر میں فخری بھی ٹہلتا ہوا آ گیا، اس نے چاہا کہ وہ بھی بیٹھ جائے لیکن فاخرہ اور زیادہ پھیل کر بیٹھ گئی، اس نے کہا،

"آپ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے، کھڑے کھڑے باتیں کیجئے!"

فخری کچھ جزبز تو ہوا لیکن مسکرا کر کہنے لگا،

"عجیب طرح کی پابندیاں عائد کرتی ہو تم تو!"

فاخرہ نے اس بات کا جواب تو نہیں دیا، کہنے لگی،

"ہاں کہئے کیوں یاد فرمایا تھا آپ نے، کیا ہے آپ کی وہ خاص بات جس کے لئے آپ اتنے مضطرب ہو رہے تھے؟"

"ایک کھٹک ہے دل میں، کیا تم دور کر سکتی ہو یہ خلش؟"

"لیکن اس کی نوعیت بھی تو معلوم ہونی چاہئے!"

"ایک پھانس ہے جو میرے دل میں چبھی ہوئی ہے، اور اُسے صرف

تم ہی نکال سکتی ہو۔!

"اس عزت افزائی کا شکریہ ــــ لیکن آپ تو شاعری کر رہے ہیں اور افسوس میں اس فن سے بالکل نابلد، یا تو صاف صاف بات کیجیے ورنہ اس مجلس کو ختم کیجیے۔!"

فخری کچھ سٹ پٹا سا گیا، اس نے سوال کیا،

"واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو فاخرہ؟"

"کیا یہ سوال آپ کئی مرتبہ نہیں کر چکے ہیں اور ہر مرتبہ میں نے ایک ہی جواب نہیں دیا ہے کہ آپ مجھے بہت پسند ہیں، بے حد پسند ہیں۔! صرف آپ ہیں جیسے ہیں اتنا لفٹ دیتی ہوں ورنہ کسی اور کو بھی آپ نے مجھ سے یوں ملتے دیکھا ہے؟"

"ہاں ایک شخص کو ــــ ایک شخص ہے جسے تم مجھ سے بھی زیادہ لفٹ دیتی ہو۔!"

"کون ہے وہ شخص؟"

رشدی ــــ

فاخرہ کا رنگ رُخ ایک لمحہ کے لیے بدل گیا لیکن بہت جلد اپنی اصل حالت پر وہ واپس آگئی، اس نے سنبھلتے ہوئے لہجے میں کہا،

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے فخری صاحب ــــ"

"مجھے غلط فہمی ہوئی ہے؟"

"جی ہاں، ــــ میں نے کبھی رشدی صاحب کو لفٹ نہیں دیا،

"خود مجھے لعنت دیتے ہیں، اور یہ ان کی شرافت اور ذرہ نوازی ہے!"

"کیا کہا تم نے؟"

"میں نے عرض کیا، مجھے فخر ہے کہ رشدی صاحب مجھے لعنت دیتے ہیں، ورنہ میں اس قابل نہیں۔"

"لیکن میں رشدی کو بہت ناپسند کرتا ہوں۔"

"بہت برا کرتے ہیں، اگر آپ نے پھر یہ بات دہرائی تو میری نظر میں آپ کی وقعت کم ہو جائے گی۔"

"لیکن میں سچ کہنے اور سچ بولنے پر مجبور ہوں۔!"

"لیکن آپ اور رشدی صاحب بہت پرانے دوست بھی تو ہیں، اگر واقعی آپ کی نظر میں وہ اتنے ہی ناپسندیدہ ہیں تو پھر اب تک آپ کی ان کی دوستی نبھ کیسے گئی؟"

"ان باتوں سے تمہارا کیا تعلق! ان باتوں کو تم کیا جانو۔!"

"اچھا خیر، اگر آپ انہیں ناپسند کرتے ہیں تو کہیئے، مجھ سے اس سلسلے میں کیا چاہتے ہیں آپ؟!"

"تم بھی اسے ناپسند کرو، نفرت کرنے لگو اس سے!"

"خیریت تو ہے!— یہ کیوں جناب؟"

"اس لئے کہ میں—

"نہیں فخری صاحب یہ کوئی بات نہ ہوئی۔!"

"اگر میں تم سے محبت کرتا ہوں، اگر تم مجھے پسند کرتی ہو، اگر میں

لے فیصلہ کر لیا ہے کہ میری رفیقِ زندگی تم اور صرف تم ہوگی، اگر
لے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے اپنے رفیقِ زندگی ہونے کا اعزاز بخ
تو ضروری ہے کہ میری آنکھ سے دیکھو، میرے دماغ سے سوچو
زبان سے بولو، صرف اس طرح ہماری زندگی اور ہمارے مستقبل
خوشگواری پیدا ہو سکتی ہے۔!"

"بغیر اس کے نہیں؟"

"ظاہر ہے نہیں۔!"

ایک لمحہ تک فاخرہ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے ایک عزم کے
فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"سنیے فخری صاحب، ۔۔۔ بے شک میں آپ کو پسند کرتی ہو
بے شک میں ساری زندگی پوری وفاداری اور شرافت کے سا
آپ کی رفیقۂ حیات بن کر گزار دینا چاہتی ہوں، لیکن اس قیمت پر
نہیں جو آپ چاہتے ہیں یہ بہت گراں قیمت ہے، اس کا ادا کر
میرے بس سے باہر ہے۔!"

جیسے فخری کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا ہو، یہ الفاظ سن کر
اس پر ایک عجیب سی اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی، پھر اس نے
اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔!

"قیمت کیسی فاخرہ ۔۔۔ تم تو بالکل ناقابلِ فہم قسم کی باتیں کر
ہو آج۔!"

"میں یا آپ؟"

"نہیں تم —"

"آپ کا یہ خیال غلط ہے، میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ نہ میں اپنی آنکھیں بدل سکتی ہوں، نہ دماغ، نہ زبان، صرف اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی، صرف اپنے دماغ سے سوچوں گی، صرف اپنی زبان سے بولوں گی، مجھے اس سے قطعاً بحث نہیں کہ دوسرے یا زیادہ صاف الفاظ میں آپ کیا دیکھتے ہیں؟ کیا سوچتے ہیں؟ کیا بولتے ہیں،—

نجمی گم سم کھڑا تھا، پھر اس نے رکتے رکتے پوچھا،

"یعنی — یعنی"

"یعنی یہ کہ جو میری نظر میں اچھا ہے وہ اچھا ہی رہے گا، خواہ آپ اُسے شیطان کیوں نہ سمجھتے ہوں، جو میری نظر میں بُرا ہے وہ بُرا ہی رہیگا خواہ وہ آپ کی نظر میں فرشتہ کیوں نہ ہو،!"

"یہ ہے میرا ناقابلِ ترمیم اصولِ زندگی،— اگر آپ اس سے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں تو بسم اللہ ہاتھ بڑھائیے میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر زندگی کا کارزار آخری سانسوں تک طے کرتی رہوں گی، اور اگر — اور اگر آپ میرے اس نظریہ حیات سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتے تو تشریف لے جائیے، میرا، اور آپ کا راستہ الگ ہے، میری اور آپ کی منزل جدا ہے،!— آپ بہت بڑے آدمی ہیں، لیکن اپنے آپ کو بیچ کر اپنی خودی کا سودا کر کے میں آپ کو نہیں خرید سکتی،!"

"فخری پر جیسے بجلی گر پڑی تھی، وہ بھی وقتی فاخرہ کی باتیں، اس کے یہ تیور اس نے کبھی نہیں دیکھے تھے، وہ ہمیشہ شاخِ گل کی طرح نرم اور ملائم نظر آتی تھی لیکن آج تو اس میں فولاد کی سی صلابت اور سختی تھی، جواب میں وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کچھ بھی نہ کہہ سکا، بدقت تمام صرف اتنا کہہ سکا،

"مجھے تم سے اس جواب کی توقع نہیں تھی!!"

فاخرہ نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا،

"مجھے بھی آپ سے اس طرح کی باتوں کی توقع نہیں تھی، آپ اتنے اوچھے ہو سکتے ہیں اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی!!"

"میں اوچھا ہوں فاخرہ!"

"اور کیا ہیں آپ! — آپ اس شخص کو ناپسند کرتے ہیں جو بہت اچھا انسان ہے، آپ اُس شخص سے نفرت کرتے ہیں جو فرشتہ صفت ہے، آپ اس کا ذکر بدی کے ساتھ کر رہے ہیں جو دشمنوں کا بھی دوست ہے، آپ اس کی غیبت کر رہے ہیں جو آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے، — شرم آنی چاہئے آپ کو"

اور واقعی فخری کچھ شرمندہ سا ہو گیا، ایسا معلوم ہوا جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا ہو اس پر، اس نے بدقت تمام اپنے لہجہ و کلام پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم کیوں اس کی اتنی ثنا خواں اور مداح نظر آتی ہو!"

"بس اسی سے چڑ ہے مجھے!"

"سبحان اللہ کتنی اچھی چڑ ہے آپ کی! کیا آپ کی وجہ سے میں سیاہ کو سفید، اور سفید کو سیاہ کہنے لگوں؟ — کم از کم میں تو ایسا نہیں کر سکتی!"

سمجھانے کے انداز میں مخزی نے کہا،

"بات یہ ہے کہ تم حد درجہ نیک، پاک اور معصوم سرشت واقع ہوئی ہو، تم نہیں جانتیں یہ دنیا کیا ہے، اس دنیا کے لوگ کیسے ہیں؟ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تمہیں فرشتہ نظر آتے ہیں لیکن اگر ان کے چہرے کا نقاب الٹ دیا جائے تو معلوم ہوگا ان سے بڑا شیطان کوئی نہیں کتنی اچھی بات کی ہے حفیظ نے!"

"خوب کہا ہے! کہا ہے! جہاں کی اصلی

کہا ہے! بڑا مزا ہو تمام چہرے اگر کوئی بے نقاب کر دے، ہمارے سامنے جو چہرے ہیں وہ زیادہ تر نقاب پوش ہیں، ہم صرف ان کا ظاہر دیکھتے ہیں، باطن پہ نہ ہماری نظر ہے نہ ہم اُسے دیکھ سکتے ہیں!"

"شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں — شاید آپ کی اس ساری تمہید کا مطلب یہ ہے کہ رشدی صاحب کا ظاہر کچھ ہے باطن کچھ، وہ جو کچھ نظر آتے ہیں، لیکن درحقیقت بہت بڑے شیطان ہیں، ہماری گفتگو ابھی ہوتی ہے، تبھی سے آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا!"

ظاہر ہے مخزی یہی کہنا چاہتا تھا لیکن سوال کچھ ایسے تیور کے

سامنا کیا گیا تھا کہ کچھ نہ سکا، خاموش رہا،

کچھ دیر انتظار کے بعد فاخرہ نے پھر پوچھا،

"بتلائیے فخری صاحب آپ خاموش کیوں ہو گئے، میں آپ کی صاف صاف اور بے لاگ رائے معلوم کرنا چاہتی ہوں!"

فخری پھر چکر میں پڑ گیا، اس کی صاف صاف اور بے لاگ رائے یہی تھی کہ رشدی شیطان ہے، نابکار ہے، بیہودہ ہے، لیکن اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اپنی صاف صاف اور بے لاگ رائے کا اظہار فاخرہ کے سامنے کر سکتا کیونکہ جانتا تھا اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ہتے سے اکھڑ جائے گی اور وہ ہر قیمت پر اسے اپنانے کا فیصلہ کر چکا تھا، وہ خود بھی کچھ کم ضدی اور خود پرست نہیں تھا لیکن اس وقت اس کے سامنے جو ہستی پیکر جلال دیکھیں بنی بیٹھی تھی اس کے سامنے وہ ضد اور ہٹ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اگر کرتا تو ہمیشہ کے لئے اس سے ہاتھ دھو لینا پڑتے اور اس کے لئے وہ ہرگز تیار نہیں تھا، لیکن وہ خاموش بھی نہیں رہنا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ اپنے تاثرات اور واردات کسی نہ کسی رنگ میں۔ ایسے رنگ میں جو کم سے کم اشتعال انگیز ہو — اس کے سامنے ظاہر کرے، آخر اس نے رکتے رکتے کہا،

"تم تو بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو فاخرہ، میرا یہ مقصد تو نہ تھا، میں صرف اپنے دل کی تسلی کے لئے تم سے اس بحث پر گفتگو کر رہا تھا، ایک پھانس تھی جو میرے دل میں کھٹک رہی تھی، میری خواہش تھی

مگر مجھے امید تھی کہ تم اسے نکال دو گی، اور میں خوش و خرم و مسرور واپس چلا جاؤں گا، لیکن وہ پھانس تو کیا نکلتی تم نے خود تیر و خنجر سے مجھے زخمی اور لہولہان کرنا شروع کر دیا، !

یہ کہتے کہتے فخری کی آواز بھرا گئی اور اس کی آنکھیں پرنم نظر آنے لگیں، فاخرہ اس اداکاری سے متاثر ہو گئی اس نے نرم اور دھیمے لہجے میں کہا۔

"میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس کا اتنا اثر آپ لیتے،"

فخری خاموش کھڑا رہا، آخر فاخرہ نے پھر گفتگو چھیڑی، اس نے کہا "اگر ہمیں زندگی کا ساتھی بننا ہے تو ایک دوسرے کا مزاج داں بھی ہونا چاہیئے۔ کبھی ایسا ہو گا کہ آپ کو جھکنا پڑے گا، کوئی ایسا موقع آئے گا کہ مجھے جھکنا پڑے گا، صرف اس طرح زندگی کی گاڑی چل سکتی ہے، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ ڈکٹیٹر بن کر اپنی ہر بات مجھ سے منوائیں، نہ میں ایسا کر سکتی ہوں، —— پھر فاخرہ نے اپنی قیامت خیز نظریں اوپر اٹھائیں اور مسکراتے ہوئے پوچھا،

"کہئے آپ میں نے کیا عرض کیا؟"

(۳۳)

فخری نے اسی طرح کھرے کھرے جواب میں کہا،
"تم جانتی ہو وہ میرا بچپن کا دوست ہے!"
"ہاں خوب جانتی ہوں اسی لئے آپ کی باتوں نے مجبور کر دیا!
لیکن کوئی بات تو ہو گی جو میں اس کے خلاف لب کشائی پر مجبور ہوا!"
"ممکن ہے ہو لیکن آپ نے مجھے تو بتائی نہیں — اب بھی اگر ... ہے بتائیے!"
"کیا تم یقین کر لو گی!"
"اگر سچی بات ہے تو کیوں نہ یقین کر لوں گی!"
"بالکل سچی بات ہے، حلف اٹھا سکتا ہوں اس کی صداقت پر!"
"تو پھر بتائیے کیا بات ہے وہ!"
"ناہید وہ تم سے محبت کرتا ہے، فریفتہ ہے تم پر!"

فاخرہ کو بے ساختہ ہنسی آگئی، اس نے کہا

"یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہوگی، —— غلط بالکل غلط، !"

"میری بات کا یقین کرو فاخرہ، !"

"کیا آپ کو غلط فہمی نہیں ہو سکتی، ؟"

"ہو سکتی ہے لیکن اس معاملے میں نہیں، !"

"کیونکر باور کر لوں ؟"

"اس لئے نہ باور کرو کہ میں کہہ رہا ہوں، اس لئے باور کرو کہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، !"

"اگر یہ حقیقت ہے تو بے انتہا حیرت انگیز ہے !"

"مجھے اس کے سچ ہونے پر اصرار ہے !"

"چلئے مانے لیتی ہوں آپ سچے ہیں —— لیکن جو چیز اس سچ کے ماننے میں مخل ہے وہ یہ کہ آج تک رشدی صاحب نے اشارۃً یا کنایۃً بھی مجھ سے اظہارِ محبت نہیں کیا، !"

"وہ بڑا چالاک ہے، ؟"

"یہ چالاکی ہے یا حماقت ؟"

"صرف چالاکی، وہ موقع کی تاک میں ہے، ایسے وقت حملہ کریگا جب مدافعت نہ کی جا سکے، !"

فاخرہ ہنسنے لگی اُس نے کہا،

"آپ تو خواہ مخواہ کے اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا ہیں، !"

"لیکن ان اندیشوں کو تم رفع کر سکتی ہو، !"

جانیئے کس طرح، !"

"تم رُشدی سے ملنا چھوڑ دو، اس سے راہ و رسم ترک کر دو، اسے ناپسند کرنے لگو، اس سے نفرت کرنے لگو، اسے حقیر و ذلیل سمجھو، !"

"اس جُرم میں کہ بقول آپ کے مجھ سے محبت کرتے ہیں :

"ہاں یہ کوئی معمولی جرم ہے !"

"مخزی صاحب یہ سرے سے جرم ہی نہیں ہے معمولی یا غیر معمولی کا کیا سوال ؟"

"یعنی تمہیں اس کی محبت قبول ہے، !"

"(ایک عزم اور جوش کے ساتھ) ہرگز نہیں، ! — میں نے صرف —— ایک شخص کی محبت قبول کی ہے اور اسے آپ جانتے ہیں (مسکراکر) یا نہ جانتے ہوں تو نام بتا دوں، تعارف کرا دوں، شاید آپ کو کہیں وہ صاحب گھومتے گھامتے مل جائیں۔"

ان الفاظ نے مخزی کو کافی حد تک متاثر کر دیا۔ اس نے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم جھوٹ نہیں بولتیں۔"

"میں جھوٹ بول ہی نہیں سکتی، — کوشش بسیار کے باوجود بھی نہیں، "

ہاں مجھے یقین ہے۔"

"اگر یقین ہے تو اپنا یہ مطالبہ فوراً واپس لیجئے۔"

فوزی اُسے حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا، اس نے کہا۔

"رشدی صاحب ایسے آدمی نہیں ہیں جسے میں ذلیل سمجھ سکوں، اس لئے کہ اگر ایسا کر دوں تو اس پر دۂ دُنیا پر مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہ ہوگا یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان سے راہ و رسم بند کر دوں، اس لئے کہ ان سے راہ و رسم کا قائم رکھنا میرے لئے باعث فخر و اعزاز ہے، اور یہ بھی قطعاً ناممکن ہے کہ ان سے نفرت کرنے لگوں، اگر ان سے نفرت کرنے لگی تو اس دنیا سے، اور اس دنیا کے ہر فرد سے نفرت ہو جائے گی مجھے۔۔۔ حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی فوزی صاحب!! وہ میری نظر میں ایک مقدس انسان ہیں، نہ ان کے خلاف کہہ سکتی ہوں، نہ سن سکتی ہوں!!۔۔۔ کسی طرح بھی نہیں، یہ اس طرح ناممکن ہے جس طرح اس وقت رات کا ہو جانا!!"

(۴)

فخری کے چہرے پر پھر اضطراب اور اضطرار کی کیفیت پیدا ہو گئی
ابھی ابھی جو سرخوشی کی کیفیت ناخرہ کے الفاظ سے اس پر طاری ہوئی
وہ دور ہو گئی۔ وہ عالمِ حیرت میں کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا
اور بالکل خاموش تھا۔

دفعتہً اس کے پردۂ گوش سے ناخرہ کی آواز ٹکرائی وہ کہہ رہی
تھی،

"ہاں لیکن ایک بات پوری سچائی، صداقت اور یقین کے ساتھ
کہہ سکتی ہوں۔"

پھر اُس نے نظر اُٹھا کر فخری کی طرف دیکھا اور کہا،

"پوچھئے، وہ کیا بات ہے؟"

فخری نے اس کے الفاظ بغیر کسی ردو بدل کے دہرا دیئے،

"وہ کیا بات ہے؟"

ناخرہ نے جس کے چہرے پہ صداقت اور سچائی برس رہی تھی ای

عزم اور تیور کے ساتھ کہا،

"زندگی بھر کا پیار وہ تو آپ کے سوا میں کسی اور سے استوار نہیں کر سکتی، ہاں آپ خود ہی پیچھے ہٹ جائیں تو دوسری بات ہے!"

بے ساختہ فخری کے منہ سے نکلا،

"کیا میرا دماغ خراب ہے جو پیچھے ہٹ جاؤں گا، یہاں تو حالت یہ ہے کہ:-

چاہیں تو تم کو چاہیں، دیکھیں تو تم کو دیکھیں!
خواہش دلوں کی تم ہو، آنکھوں کی آرزو تم ہو!

میں پیچھے ہٹ سکتا ہوں فاخرہ! یہ تم نے کیا کہہ دیا؟! اپنے الفاظ واپس لو اگر میری خیریت چاہتی ہو!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"اچھا اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں، — لیکن میری بات تو ختم ہو لینے دیجئے؟!"

وہ مسرور و نشاط کے عالم میں بولا،

"ہاں سن رہا ہوں کہے جائیے!"

"اگر میرے یہ الفاظ بھی آپ کو مطمئن نہیں کر سکتے تو میں مجبور ہوں، پھر واقعی میں آپ کو مطمئن نہیں کر سکتی؟!"

فخری نے شوخ نظروں سے اُسے گھورتے ہوئے کہا،

"میں بالکل مطمئن ہوں، لیکن میرے ایک سوال کا جواب دو!"

"ایک نہیں کئی، جتنے سوال بھی چاہے کیجئے!"

"میرا اندازہ یہ ہے کہ تم بُری طرح رشدی کی عظمت کی قائل ہو — کیا میرا یہ خیال غلط ہے!"

"بالکل نہیں، یہ واقعہ ہے!"

"اب یہ بتاؤ، — فرض کرو تھوڑی دیر کے لئے، رشدی تمہارے پاس آتا ہے، اور تم سے کہتا ہے اس فاخرہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، آئیے مجھ سے پیمانِ وفا استوار کر لیجئے، — زندگی بھر کا پیمانِ وفا، پھر کیا جواب ہوگا تمہارا! — دیکھو فاخرہ سچ سچ جواب دینا۔

فاخرہ نے اس تیور کے ساتھ جواب دیا۔

"ہاں بالکل سچ سچ جواب دے رہی ہوں، اوّل تو میں رشدی صاحب کو اتنا گرا ہوا نہیں سمجھتی کہ وہ ایسا کریں گے، لیکن فرض کئے لیتی ہوں کہ اگر ایسا ہوا، وہ میرے پاس آگئے، اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا، تو میرا جواب دلی رنج و غم کے ساتھ وہی ہوگا جو ابھی بتا چکی ہوں، یعنی ان سے کہہ دوں گی، یہ میرے لئے فخر ہے کہ آپ مجھ سے محبت کر سکتے ہیں، لیکن میں کسی سے زندگی بھر کا پیمانِ وفا استوار کر چکی ہوں، اور اس عہد کو صرف موت ہی توڑ سکتی ہے!"

(خوش ہو کر) "فاخرہ واقعی تم رشدی سے یوں ہی کہہ دو گی؟!"

ہاں، — گو یہ کہہ چکنے کے بعد اور ان کے چلے جانے کے لئے

میں پھوٹ پھوٹ کر روؤں گی ،!"

بے چین ہو کر مخزی نے پوچھا،

"روؤ گی کیوں !"

"اس لئے کہ اتنے اچھے اور اتنے بڑے آدمی کو ٹھکرا دانہ خوشی کا مقام ہو سکتا ہے نہ فخر کا، لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی ،!"

(۵)

کچھ سوچتے ہوئے فخری نے پوچھا،
"لیکن فاطرہ اس کی نوبت نہیں آئے گی ، اس کا تمہیں اتنا یقین
کیوں ہے !"
وہ کچھ سوچتی ہوئی سنجیدگی کے ساتھ بولی ۔
"بتا ہی دوں آپ کو !"
فخری نے جواب میں کہا
"ہاں مجھے اشتیاق ہے ، میں سننا چاہتا ہوں ، جاننا چاہتا
وہ بولی "ایک مرتبہ ــــ اور یاد رکھئے ، رشدی صاحب
میں اپنے دل کی کوئی بات نہیں چھپاتی ، چھپا ہی نہیں سکتی ، ــــ رشدی
صاحب سے رخشی کے گھر پر اس کی موجودگی میں اس مسئلے پہ گفتگو
چکی ہے ؟"
فخری کو وہ گفتگو یاد آگئی جس کا حوالہ رشدی نے گارڈن کے ر
میں دیا تھا ، دبے ہوئے اشتیاق کے ساتھ اس نے پوچھا ۔

"ہاں تو کیا گفتگو ہوئی تھی تم میں اور اس مردِ عظیم میں،!"

ناظرہ بگڑ گئی، "پھر وہی طنز، —— جائیے گفتگو ختم،!"

فوزی نے اسے منانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"غلطی ہو گئی، معاف کر دو، اب تمہیں شکایت کا موقعہ نہیں دوں گا کبھی بھی،!"

ناظرہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اب پوری تفصیل تو یاد نہیں، اور اس کا اعادہ ضروری بھی نہیں، حاصل کلام یہ کہ میری گفتگو سے یقیناً انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میں صرف عزت و عظمت میں ان جیسے آدمی کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی، میں نے انہیں اپنی امنگوں اور آرزوؤں کا حال بتا دیا تھا جس سے انھوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ میں اگر شادی کر سکتی ہوں، تو صرف ایسے شخص سے جو مجھے راج کرا سکے، جو میرے اشارۂ چشم و ابرو پر چلتا ہو ——"

"لیکن تمہارے اشارۂ چشم و ابرو پر تو رشدی بھی چلتا،!"

"اگر میں ان کی عزت اور عظمت کرتی ہوں، تو ظاہر ہے مجھے ان کے اشارۂ چشم و ابرو پر چلنا پڑتا، نہ کہ انہیں اپنے اشارۂ چشم و ابرو کا پابند بنانے کی کوشش کرتی،

اس جواب سے فوزی مطمئن ہو گیا، اس نے کہا،

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو، یہ سعادت تو میری ہی قسمت میں لکھی تھی،!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی

"تو پھر فخر کیجئے اپنے نصیب پہ!"

اس نے سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا،

"کس طرح یقین دلاؤں کہ مجھے واقعی فخر ہے تم پہ!"

"شکریہ! ——

"لیکن ایک بات اور ——"

"اُونہہ ! —— بہت دیر ہو گئی، اب جانے دیجئے، پانچواں پیریڈ بس شروع ہی ہونے والا ہے!"

"ہاں چلی جانا، بس ایک بات بتا دو!"

"تو پوچھ چکئے کسی طرح وہ اپنی بات!"

نرگسی نے ذرا ہچکچاتے ہوئے سوال کیا،

"پھر رشدی نے کیا کہا!"

بے پروائی کے ساتھ نرگسی نے جواب دیا،

"وہ کیا کہتے خاموش ہو گئے!"

"تم نے اس کا چہرہ دیکھا تھا!"

"ہاں دیکھا تھا، پھر!"

"اس کا کیا رنگ تھا!"

"(مسکراتے ہوئے) روشن، تاباں جیسے یا نمایاں بام گردوں سے جبینِ جبریل!"

اتنی اونچی باتیں سمجھنے کا فخری کو دماغ نہیں تھا، اس نے پھر ایک سوال کیا:

"کچھ محرومی، کچھ یاس، کچھ افسردگی، ــ کسی طرح کا اثر بھی اس کے چہرے سے نمایاں نہیں تھا!"

"میں نے عرض نہیں کیا، لیکن میرے خیال میں نہیں،!"

پھر اس کا دل دھڑکنے لگا، بدن میں سنسنی سی ہونے لگی، وہ اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے کہا،

"بس اب اجازت دیجئے،!"

اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر چلی گئی!"

(۶)

فخری کچھ دیر تک اُسے دیکھتا رہا، پھر وہ بھی ایک طرف کر

ناخدہ پہ اس وقت اخلاجی کیفیت طاری تھی !!

اُسے رشدی کا وہ چہرہ یاد آرہا تھا، جو اُس جواب کے

مُسے نظر آیا تھا، اور جب سے اب تک بار بار وہ اسے بھلا

کی کوشش کر چکی تھی، !

کتنی مایوسی تھی، !

کتنا درد تھا، !

کتنی حسرت تھی، !

کتنا سوز تھا اس نامراد شخص کے چہرے پر،

اس کا جی چاہتا تھا کہ رنجش کی موجودگی کی بھی پرواہ نہ کرتے ہو

اس سے کہہ دے،

رشدی صاحب میں جھوٹی ہوں، میں نے غلط کہا، میں نے

سے کام لیا، میں نے آپ کو بھی دھوکا دیا، اور اپنے تئیں کو

"میں کچھ نہیں چاہتی !!
مجھے نہ راج چاہیئے، نہ حکومت، نہ دولت نہ ثروت، نہ زیور، نہ نفیس قسم کے ملبوسات، نہ موٹر، نہ کوٹھی، نہ جائداد، نہ مال و زر،
مجھے صرف محبت چاہیئے !!
اور وہ محبت صرف آپ ہی کے پاس ہو سکتی ہے !!
میں آپ سے محبت کرتی ہوں، اور نہ جانے کب، لیکن آپ کے دل کا چور بھی پکڑ چکی ہوں، مجھے معلوم ہے آپ بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔
ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں !!
ہم دونوں کے دل ایک ہیں، روح ایک، فطرت ایک، مجھے صرف وہ رفیقِ زندگی درکار ہے جو رشدی کے صفات رکھتا ہو۔۔۔ نہیں رشدی ہو !!"
میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا ہوئے ہیں !!
لیکن وہ یہ کچھ نہ کہہ سکی !!
اس لئے نہ کہہ سکی کہ اس کے سامنے اس کی بیمار ماں کی تصویر آکر کھڑی ہو گئی، ناہید کی بے چارگی فریاد کرنے لگی، سلطانہ کی معصومیت نے اس کی زبان سے قوتِ گویائی چھین لی، اختر اور اشفاق نے زبانِ بے زبانی سے کہا۔

پھر ہمارا کیا ہوگا، !

اس جملے کی وہ تاب نہ لاسکی، وہ کچھ نہ کہہ سکی، وہ رشدی کا
چہرہ دیکھتی رہی، وہ اس کے چہرے پر حسرت، یاس اور نامرادی کا
آنا جانا دیکھتی رہی، وہ اس کی بے زبانی سے داستانیں سنتی رہی
کی خاموشی سے الفت کے افسانے گونجتے رہے اور وہ سنتی رہی
اس کے لب خاموش تھے وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی، واقعی ایسا
ہوتا رہا تھا جیسے کسی نے اس کی قوتِ گویائی چھین لی ہو!

رشدی اٹھا، اور چلا گیا، وہ اُسے اُس وقت تک دیکھتی رہی
تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگیا، اور پھر اس کے رخصت ہونے
بعد بہانہ کرکے وہ بھی رخشی سے اجازت لے کر گھر آگئی، اور منہ
کر پڑ رہی، اور نہ جانے کب تک خون کے آنسو روتی رہی!

روتی رہی، مگر نہ خود اپنے آنسو پونچھ سکی، نہ کوئی اور تھا جو
تسلی دیتا، اس کے زخم دل پر مرہم رکھتا، اس کے آنسو پونچھتا
کیونکہ کوئی اس کا رازدار نہیں تھا۔ وہ خود ہی اپنی رازدار تھی، خود ہی
غم خوار، رخشی تک کے سامنے وہ کبھی دل کی بات زبان پر نہ لا سکی۔

وہ دن تھا اور آج کا دن! اکثر رشدی کی وہ حسرت زدہ تصویر
سامنے عالم خیال میں آکر کھڑی ہو جاتی وہ اسے فراموش کرنے کی کوشش
اسے بھول جانا چاہتی مگر کامیاب نہ ہو پاتی، !

اور آج، ــــ

اور آج محزی نے یہ سوال کر کے اس رستے ہوئے ناسور کو پھر سے چھیڑ دیا تھا !!

ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے آج ہی اس سے اور رشدی سے گفتگو ہوئی ہے، وہ سارے تاثرات پھر تازہ ہو گئے، جس زخم پر کھرنڈ سا آگیا تھا وہ پھر رسنے لگا !!۔۔۔ آہ !! وہ زیر لب گنگنانے لگی،

زخم دل گو نظر نہیں آتا
پر بھی آئے چارہ گر و نہیں آتی

(۷)

اسی فکر میں غلطاں پیچاں، باچشم پرنم، باسینۂ بریاں فاخرہ کلاس کی طرف جا رہی تھی کہ دفعتہً اُس نے سُنا، پیچھے سے کوئی کہہ رہا تھا

"مس فاخرہ —"

وہ سمجھی شاید فخری کو پھر کوئی سوال یاد آگیا، اس نے ناگواری کے ساتھ پیچھے مُڑکر دیکھا، فخری تو نہ جانے کدھر جا چکا تھا، مرزا صاحب کھڑے تھے!

مرزا صاحب نے آج پہلی بار اُسے مخاطب کیا تھا، وہ ٹھٹکی کھڑی ہوگئی۔

"کیا آپ نے مجھے آواز دی تھی مرزا صاحب!"

وہ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے بولے،

"جی ہاں، اس جرأت پہ نادم بھی ہوں اور طالب عفو بھی۔"

یہ کچھ عجیب سی باتیں تھیں، اس نے حیرت سے مرزا صاحب کو دیکھا اور کہا،

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

مرزا صاحب نے کلائی کی گھڑی پر ایک نظر ڈالی، اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،

"بس صرف پانچ منٹ۔!"

فاخرہ نے ناگواری کے ساتھ مرزا صاحب کے رخِ انور پہ نظر ڈالی اور تلخی کے ساتھ کہا،

"پانچ منٹ سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ ... کیا قیامت آجائے گی پانچ منٹ میں، یا خدانخواستہ آپ کا انتقال ہو جائے گا؟!"

مرزا صاحب کے دودھ جیسے سفید دانت روئے سیاہ سے باہر نکلے، انہوں نے مسکراتے ہوئے گویا فاخرہ کے اس طنز سے لطف لیتے ہوئے کہا،

"اگر قیامت آئی تو بھی پانچ منٹ کے بعد آسکے گی، اور میرا انتقال بھی اس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔"

فاخرہ تنگ آگئی تھی ان لایعنی باتوں سے۔ اس نے کہا۔

"آخر آپ کیا چاہتے ہیں کیا پانچ منٹ تک یہیں کھڑی رہوں؟"

"دو منٹ۔" مرزا اس رخ کی طرف جس پہ بیٹھی وہ تخری سے باتیں کر رہی تھی اشارہ کرتے ہوئے بولے،

"وہاں تشریف لے چلیے، اور میرے معروضات سن لیجئے۔"

بہت ہی عجیب مطالبہ تھا نہایت ہی بڑی فرمائش تھی، اس نے کہا،

"نہیں کہہ لیجیے، جو کچھ آپ کو کہنا ہے"!

وہ استقلال کے ساتھ گویا ہوئے،

"نہیں مس فاخرہ رواروی میں کام نہیں چلے گا، اطمینان کے ساتھ ب
معروضات سنیئے اور یاد رکھیئے ان معروضات پہ دو آدمیوں کی زندگی
موت کا فیصلہ ہے"!

سراپا حیرت بن کر فاخرہ نے مرزا صاحب کے سراپا پہ ایک ن
ڈالی پھر بنچ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی،

"آیئے تشریف لایئے،—"

وہ آگے آگے اور مرزا صاحب پیچھے پیچھے، وہ فوارے کے
کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے، اور فاخرہ بنچ پہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں نے تعمیلِ ارشاد کر دی، اب فرمایئے آپ کیا کہنا چاہتے

بغیر کسی تامل کے انہوں نے جواب دیا،

"میں کہتا ہوں ناز کی بھی ایک حد ہوتی ہے،—"

فاخرہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا، کان کی لویں تمتما اٹھیں، اس نے ن
کی طرح گھور کر مرزا صاحب کو دیکھا، اور جھلائے ہوئے لہجہ میں ب

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!"

مرزا صاحب نے فاخرہ کی اس کیفیتِ جلالی پہ نگاہ غلط انداز
ڈالنے کی زحمت نہیں گوارا کی، نہایت اطمینان سے فرمایا۔

"سوال یہ ہے کہ جب وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہیں، اور

بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں، تو ان تاخیری حرکتوں سے آخر فائدہ کیا ہے!
فاخرہ کی جان میں جان آئی، وہ اپنی پریشانی اور اختلاج بھول گئی۔
اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
کون!—— کس کا ذکرِ خیر کر رہے ہیں!"
مرزا صاحب نے بڑی بے پرواہی کے ساتھ، اس سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا،
"آپ ان سے کہہ دیجئے، میں اگر رات کو بارہ بجے تک غم کدہ میں جاگتا ہوں، تو وہ ساری رات گزار دیتی ہیں، میں اگر ایک وقت کا ناشتہ اس گھر میں ناغہ کر دیتا ہوں تو وہ دِن دن بھر کچھ نہیں کھاتیں، لہٰذا ان تاخیری حرکتوں سے نقصان انہی کا زیادہ ہے، میرا بھی ہے لیکن ان سے کم،
ذرا دیر کے لئے فاخرہ اپنا سارا غم عالم بھول گئی، اس کا جی چاہا کھلکھلا کر ہنس پڑے، لیکن اس نے ضبط سے کام لیا، اور کہا،
"مرزا صاحب یہ اب تک نہ معلوم ہو سکا، آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں! کون آپ سے محبت کرتا ہے! کون بغیر آپ کے زندہ نہیں رہ سکتا، کون رات رات بھر آپ کے نام کی تسبیح پڑھتا ہے! کون غم کدہ میں سارا سارا دن فاقے سے رہتا ہے۔ کچھ معلوم تو ہو،——
لیکن مرزا صاحب نے ان سارے سوالات کو نظر انداز کر دیا اور فرمایا۔

"مجھے اندیشہ ہے اگر وہ اس طرح ضبط کرتی رہیں تو دق میں مبتلا ہو جائیں، جب میں ہر طرح سے آمادہ اور تیار ہوں تو اب انہیں عذر کس چیز کا ہے؟"

ناظرہ سمجھ گئی کہ وہ ذکر رخشی کا کر رہا ہے، لیکن وہ مرزا صاحب سے کہلوانا چاہتی تھی، اور اس لیے اس کا نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کہ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو ناواقف ہونا چاہیے، اور اگر کوئی ناواقف ہے تو وہ اوّل درجے کا احمق ہے، آخر خود ناظرہ نے دریافت کیا۔

"کیا آپ رخشی کا ذکر کر رہے ہیں؟"

مرزا صاحب نے ناظرہ کو ایسی شکوہ سنج نظروں سے دیکھا گویا وہ فریاد کر رہے ہیں جو راز تمہیں معلوم ہے اُسے پوچھ کر اپنا اور ہمارا وقت کیوں ضائع کر رہی ہو، پھر فرمایا،

"ظاہر ہے"

اپنی جھینپ پر غالب آنے کی کامیاب کوشش کرتے ہوئے ناظرہ نے پوچھا۔

"کیا واقعی وہ آپ سے محبت کرتی ہے؟"

مرزا صاحب نے نہایت یقین کے ساتھ جواب دیا۔

"کیا یہ کچھ پوچھنے کی بات ہے؟"

آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، بلکہ میرا تو خیال ہے کہ پہلے مس رخشی نے مجھ سے محبت شروع کی پھر میرے دل میں محبت کا طوفان اٹھا!"

ناخزہ نے پھر بمشکل ضبط کر کے سوال کیا،

"رخشی نے محبت میں پہل کی!"

مرزا صاحب نے فرمایا،

"جی ہاں — ورنہ میرے دل میں محبت پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں تو محبت پروف واقع ہوا ہوں، قسم لے لیجئے جو آج تک کسی سے محبت کی ہو، وہ مس رخشی پہلی عورت ہیں جس نے محبت کی، اور مجھے جیت لیا!"

ناخزہ اب بمشکل ضبط نہ کر سکی، وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اس نے کہا:

"ذرا زبان سنبھال کر بات کیجئے، مرزا صاحب، رخشی بڑے آدمی کی لڑکی ہے، اگر کہیں یہ باتیں اس کے کانوں میں پڑ گئیں تو خیر نہیں ہے آپ کی!"

مرزا صاحب ذرا بھی ہراساں نہیں ہوئے، انہوں نے فرمایا،

"تو میں کب جواب کی توقع کروں آپ سے!"

اس اطمینان اور ایمانِ کامل پر ناخزہ حیرت زدہ ہو گئی، وہ انہیں تکنکی لگا کر دیکھنے لگی، مگر کیا مجال ہے جو ان کی آنکھ بھی جھپکی ہو، وہ خود ہی جھینپ گئی، اس نے کہا.

"لیکن آپ خود کیوں نہیں بات کرتے رخشی سے ؟"

مرزا صاحب کے پاس اس ٹیڑھے سوال کا جواب بھی ترشا
نگینے کی طرح موجود تھا۔

میں انہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتا، اس انکشاف پر کہ میں
ان کی محبت تاڑ گیا ہے وہ یقیناً شرمندہ ہوں گی، لہٰذا میری طرف
آپ بات کیجئے، اور کہہ دیجئے، میں ہر طرح سے تیار ہوں،!"

"کیا آپ شادی کرنا چاہتے ہیں رخشی سے !

"ظاہر ہے، — میں کوئی ناجائز بات کرنا نہیں چاہتا، میں
کا قائل نہیں ہوں، نہ رومان پسندی میرا شعار ہے، میں تو شرع کی
سے ایک انچ بھی قدم باہر نکالنا نہیں چاہتا، شادی کروں گا،!"

اس سادہ لوحی پر، جو حماقت زیادہ اور سادہ لوحی کم تھی ایک
پھر فاخرہ کو ہنسی آگئی، اس نے ایک مرتبہ پھر ہنستے ہنستے پوچھا،

"کیا واقعی آپ شادی کریں گے رخشی سے !"

"جی ہاں قطعاً،!"

"اور وہ کرے گی ؟"

"جی ہاں قطعاً"

فاخرہ کو پھر ہنسی آگئی،!

(۲۰)

بڑی مشکل سے فاخرہ نے اپنی ہنسی پر قابو پایا پھر کہا،

"غلط فہمی کی تو بہت سی چھوٹی بڑی مثالیں نظر سے گزری تھیں، لیکن خوش فہمی کی اتنی شاندار مثال آج تک نظر سے نہیں گزری تھی، ـ مرزا صاحب عقل کے ناخن لیجیے، آپ نے رخشی کو سمجھا کیا ہے؟ وہ بڑے بڑوں کو تو منہ لگاتی نہیں آپ کیا چیز ہیں اُس کے سامنے؟"

مرزا صاحب پہ سادگی ختم تھی، ایسی سادگی جس میں ایقان، ایمان اطمینان جھلک رہا تھا، جواب میں فرمایا،

"تو کیا میں بڑا آدمی نہیں بن سکتا،؟"

فاخرہ ان کا منہ دیکھنے لگی، پھر اس نے کہا،

"تو پہلے بہت بڑے آدمی بن کر دکھایئے پھر رخشی کی آرزو کیجیے گا کیونکہ وہ معمولی بڑوں کو تو کام لانے سے رہی،!"

مرزا صاحب نے پورے اطمینان کے ساتھ فرمایا ـــ

"وہ تو میں بن کر دکھا دوں گا، لیکن پہلے یہ مسئلہ تو طے ہو،!"

"جاہئیے مسئلہ میں نے طے کر دیا!"

"کیا طے کیا آپ نے!"

"یہ کہ اِدھر آپ بہت بڑے مذہبی حریف بڑے آدمی بنے [illegible]
میں نے رخش کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا!"

مرزا صاحب نے انکار میں سر ہلایا اور فرمایا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے!"

کیوں مرزا صاحب یہ کیسے نہیں ہو سکتا؟"

"بڑا آدمی بننے کے لئے ضروری ہے کہ دماغ کام دے، اعصاب مضبوط ہوں، اور یہاں دماغ کی یہ کیفیت ہے کہ کتاب سمجھ میں نہیں آتی اور اعصاب کی کمزوری کا یہ حال ہے کہ ہر وقت نیند آتی رہتی ہے لوگ سیر کرتے ہیں، تماشہ دیکھتے ہیں، مطالعہ کرتے ہیں، جلسوں میں شرکت کرتے ہیں، اور میں یہ سارا وقت سونے میں صرف کرتا ہوں۔ دماغ اور اعصاب کی کمزوری کا ایک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ معدہ بالکل خراب ہو گیا ہے اب اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ گو بھوک ہر وقت لگتی ہے اور اس کا تقاضا پورا کرنے کے لئے کھانا بھی پڑتا ہے مگر ہر روز کوئی نہ کوئی روگ لگا رہتا ہے، کبھی اسہال، کبھی قبض، کبھی کھٹی ڈکاریں، جو روپیہ مجھے اپنے رکھ رکھاؤ پر خرچ کرنا چاہیئے وہ دوا علاج میں خرچ ہو جاتا ہے، آج ہی حکیم عبدالقدیر سے بارہ روپے کا سفوف لایا ہوں، دیکھئے فائدہ کرتا ہے یا نہیں۔"

یہ ساری گفتگو اتنی روانی اور تسلسل کے ساتھ مرزا صاحب نے
کی کہ نہ اس میں کہیں جھول تھا، نہ اداکاری، نہ تصنع، نہ بناوٹ،
نہ طلسم الفاظ، صرف سادگی ہی سادگی تھی۔

ناظرہ نے کہا،

"آپ نے جو کچھ فرمایا ہے ٹھیک ہی ہوگا، لیکن آپ کا مرض بھی
آپ کی طرح دنیا سے نرالا ہے، ایک طرف محبت کا یہ دعویٰ، دوسری
طرف نیند کی یہ کثرت، بھوک کی یہ شدت، اور سوءِ ہضم کا یہ عالم۔ مریض
عشق کا اللہ والی!"

وہ پھر ہنسنے لگی، ہنستے ہنستے اس نے کہا،

"بھرجان! آپ کا پیام رخصتی تک ضرور پہنچ جائے گا، اطمینان رکھیے!"
"شکریہ، — آج کل اسی وقت میں آپ سے جواب کی توقع کروں!"
"ہاں ضرور، — جو جواب بھی ملے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا۔"
مرزا صاحب مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے چلتے چلتے کہا۔

"یہ ضرور کہہ دیجئے گا کہ ان تاخیری حربوں سے ہم دونوں کی زندگی
ہو رہی ہے!"

ناظرہ چونک پڑی، اس نے کہا،

"یہ لفظ کئی مرتبہ آپ استعمال کر چکے ہیں، اس سے تو معلوم ہوتا
آپ کے اور اس کے درمیان قول و قرار ہو چکا تھا، وعدے
تھے، عہد ہو چکا تھا، اور اب وہ راہِ فرار اختیار کر رہی ہے!"

کیا یہ امر واقعہ ہے !"

مرزا صاحب نے اسی معصومیت اور سادگی کے ساتھ جواب دیا،

"قول و قرار کے لئے صرف زبان ہی استعمال نہیں ہوتی ،"

وہ بول پڑی ، "جی ہاں میں بھول گئی تھی یہ کام آنکھوں سے بھی
جاتا ہے ، بلکہ سنتا ہے کہ زبان سے کہیں زیادہ بہتر طور پر آنکھیں یہ کام انجام
دیتی ہیں "!"

اتنی دیر کے بعد ذرا کے ذرا مرزا صاحب کے موٹے موٹے ہونٹ
تبسم سے آشنا ہوئے ، اور یہ تبسم کہہ رہا تھا ،

"آپ کو معلوم تو ہے سب کچھ "!"

انہی باتوں میں گھنٹہ بج گیا اور ناخرہ تیز تیز قدم رکھتی ہوئی کلاس میں پہنچی، اور حسب معمول رخشی کے پاس بیٹھ گئی، پروفیسر صاحب ابھی تک تشریف نہیں لائے تھے، رخشی نے کہا،

"کیوں جناب یہ کیا ہو رہا تھا اتنی دیر سے؟

"کھیل، ــــ کھیل ہو رہا تھا رخشی،!"

"کس کے ساتھ؟ ــــ فخری کے ساتھ یا مرزا صاحب کے ساتھ،؟"

ناخرہ نے جواب دیا،

"دونوں کے ساتھ، ــــ بلکہ اپنے ساتھ بھی،!"

اس جواب کے ساتھ رخشی چڑ گئی، اس نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا،

"نہیں بتاؤ گی؟"

وہ بولی "کیا بتاؤں رخشی فخری جب اپنے عشق کے قصیدے پڑھ رہے تھے، وہ گئے تو مرزا صاحب تشریف لے آئے، اور انہوں نے جواپنے عشق

کی کہانی بیان کی ہے کہ ـــ ناطقہ سربہ گریباں کہ اسے کیا کہیے، !"

رخشی ہنسنے لگی۔ "ادھو تو آپ مرزا صاحب، کی نظرِ التفات تم پر سے

مبارک، ، !"

"نہیں بھائی تمہارا شکار تمہیں مبارک، مرزا صاحب ہرجائی نہیں ہیں

ایک کے ہیں اور ایک ہی کے رہیں گے، اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں

وہ "ایک" رخشی کے سوا کوئی نہیں، !"

"کچھ شامت آئی ہے، !"

"شامت کیوں آتی، واہ یہ بھی اچھی رہی، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

"چور کون ہے ! کوتوال کون ؟"

"میں کوتوال تم چور، !"

"وہ کس طرح ! کیونکر، ؟"

"ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ناخرہ اور رخشی ایک جان دو قالب ہیں، ناخرہ کی

کوئی بات رخشی سے پوشیدہ نہیں، اور رخشی کی کوئی بات ناخرہ سے چھپی

ہوئی نہیں ہے، ساری دنیا یہی کہتی تھی کہ کبھی دوستی ہو تو رخشی اور ناخرہ کی

سی ہو، کیا دو سگی بہنوں میں بھی ایسی محبت ہو گی جیسی رخشی اور ناخرہ میں ہے

مگر ـــ

"مگر کیا ! کون سی چوری میں نے کی ہے جو تم سے چھپاتی رہی، اور اخر

پر ظاہر ہو گئی، !"

"ڈھیٹ ـــ اب بھی اڑی ہوئی ہے !"

"اور اسے بچو تو تو بھی کچھ، باپوں ہی بے سر پیر کی باتیں کرتی رہے گی!"

ناہید نے وہ ساری گفتگو جو مرزا نے کی تھی دہراتے ہوئے کہا،

"کہہ دو انکار ــ"

رخشی کو غصہ بھی آیا، اور ہنسی بھی آ گئی اس نے کہا،

"کیا تم نے یقین کر لیا؟!"

وہ بولی "بعض دفعہ آدمی یقین کرنے پر مجبور ہوتا ہے، مرزا صاحب اگر اس صفائی اور سادگی سے کورٹ کے سامنے بیان دیں تو کسی اور کا کیا ذکر تمہارے لئے تردید کرنا مشکل ہو جائے گا!"

"کچھ نہیں، شامت آ گئی ہے تمہارے ان مرزا کی!"

"واہ! اپنی بلا میرے سر کیوں ڈالے دے رہی ہو؟ میرا کیوں ہوتا؟ یہ تو تمہارا ہے!"

"کسی دن ایسی خبر لوں گی کہ بھاگتے راستہ نہیں ملے گا!"

"وہ بھاگنا چاہتا بھی نہیں، وہ تو اپنی جگہ چٹان کی طرح جما ہوا ہے!"

"دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا!"

"یہ خیال تو میرا بھی ہے، لیکن رخشی وہ کس اطمینان سے کہتا ہے کہ وہ یعنی ذہن ہے یعنی اس سے زیادہ بے قرار ہو۔ وہ رات کو صرف بارہ بجے تک جاگتا ہے، تم رات رات بھر اس کے فراق میں تارے گنتی رہتی ہو، وہ صرف صبح کا ناشتہ غم عشق میں کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے اور تم دن دن بھر فاقہ کر ... سو رخشی سچ کہتا ہے سچ مچ!"

رخشی ہنسنے لگی، اُس نے کہا

"کیا تم مجھے بھی دیوانہ بنا دو گی۔ سچ کسی دن یہاں سے اُٹھوں گی جہاں بھی وہ ملا دیکھتے ہی جوتیاں برسانا شروع کر دوں گی اُس کے سر پہ"!

فاخرہ ہنسنے لگی،

رخشی تم نے غلط جگہ کا انتخاب کیا ہے، آج باتیں کرتے کرتے اس نے ٹوپی اتاری تھی، ایک بال بھی نہیں ہے سر پہ!"

"تو منہ پہ ماروں گی"!

"ہاں یہ نشانہ ٹھیک رہے گا،۔۔۔ لیکن رخشی ایک بات تو دیکھو سچ سچ کہنا"!

"کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"پوچھنا یہ چاہتی ہوں کہ اس کے دماغ میں تمہارا سودا سمایا کیسے تم تو وہ ہو کہ بڑے بڑے تیز اور طرار لوگوں کا قافیہ تنگ کر دیتی ہو کس طرح اس کی ہمت ہوئی کہ تم سے محبت کا دعویٰ کرے، اور وہ بھی اس شان سے کہ پہلے تم نے محبت کی پھر اُسے جوابی طور پہ محبت کا جواب محبت سے دینا پڑا"!

رخشی کا ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا، کبھی وہ مسکرانے لگتی تھی کبھی سنجیدہ ہو جاتی تھی، اس نے کہا۔

"اس پاگل کا اب ایک ہی علاج ہے"!

"وہ کیا رخشی!"

"تمہیں لے جاکر پرنسپل صاحب کے سامنے کھڑا کر دوں گی۔!"

"یعنی میری شکایت کرو گی۔! اچھی رہی یہ بھی۔!"

"پاگل ہو تمہاری شکایت تو گلا کاٹ دو جب بھی نہیں کروں گی، اس دیوانے کے خلاف گواہی دلواؤں گی تم سے، پھر دیکھنا کیا حشر ہوتا ہے اس کا۔!"

"ارے نہیں رخشی۔!"

"نہیں ناحزہ اس کا یہی علاج ہے۔ اب یہ حد سے بہت بڑھ گیا ہے، آج اس نے تم سے ایسی باتیں کہیں، کل کسی اور سے کرے گا میں تو اس طرح نکو ہو جاؤں گی، لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔!"

ناحزہ کچھ سنجیدہ سی ہو گئی، اُس نے کہا۔

"ہاں کہتی تو ٹھیک ہو۔ — لیکن اس طرح غریب کا مستقبل خراب ہو جائے گا۔!"

"اس کا مستقبل دیکھوں یا اپنا وقار، وہ تو ایسی باتیں کر کر کے میرا سارا بھرم خاک میں ملا دے گا۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ — اچھا میں بتاؤں۔!"

"بتاؤ کیا بتاتی ہو؟!"

کل وہ میرے پاس جواب لینے آئے گا اُس وقت تم بھی کہیں قریب ہی آ جانا ذرا دیر کے لئے، تم واشو میں ڈراؤں، ہے ایک ہی بزدل پھر کبھی

نام مہتابی ہے گا تمہارا ؟ یہ مجھے یقین ہے !"

"لیکن اگر مجھے غصہ آگیا ؟"

"غصہ تو لانا ہی پڑے گا تمہیں، بغیر اس کے کام کب چلے گا ؟"

"لیکن اگر سچ مچ غصہ آگیا تب !"

"تو کیا پیٹھ لگی اُسے ؟"

"ہاں ---- ہو سکتا ہے ۔!"

"نہیں ایسا غضب بھی نہ کرنا، میں اس کی نوبت بھی نہیں آنے دوں گی، تم زیادہ بات نہ کرنا صرف ڈانٹ ڈپٹ کر چلی آنا۔ پھر میں اُسے ذرا دھمکا کر خاموش کر دوں گی نا !"

"نہیں نادرہ، مجھے نہ بلاؤ۔ تم خود ہی اُسے سمجھا دو اچھی طرح، تم اندازہ نہیں کر سکتیں، مجھے کتنا غصہ آ رہا ہے، اس کا روئے نحس دیکھ کر تو اور بڑھ جائے گا، اور اگر اُس نے پاگل پنے کی باتیں ویسی جیسی تم سے کی تھیں شروع کر دیں تو کسی طرح ضبط نہ کر سکوں گی، میرا خون کھول رہا ہے، سچ !"

"وہ تو بہر کیف ہونا ہی چاہیئے، خیر ہو گئی حماقت کی، عشق کرنے چلے ہیں حضرت اور وہ بھی تم سے ! ---- اس حوصلے کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے، لیکن رخشی وہ بے وقوف آدمی ہے، اس کے لئے تنبیہ کافی ہے، اس کا مستقبل نہ برباد کرو !"

"اچھا، دیکھا جائے گا !"

"دیکھا نہیں جائے گا، وعدہ کرو، آؤ گی، اور سچ مچ کا غصہ نہیں کرو گی !"

"اچھا، اچھا، — "

اتنے میں پروفیسر صاحب تشریف لے آئے، سب لوگ مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔

حاضری دینے کے بعد رخشی نے چپکے سے کہا،

"فاخرہ میں چلی، — رشدی بھائی کی سنا ہے طبیعت خراب ہے کئی دن سے، عیادت کر آؤں جا کر، نہ جانے کیسے ہیں بیچارے!"

فاخرہ بھی اس کے پیچھے نکلی اور باہر آ کر بولی،

"میں بھی چلتی ہوں!"

(۱۰)

رخشی اور فاخرہ کالج کے کپاؤنڈ سے باہر نکلی تھیں کہ رشدی آ
گیا، اسے دیکھتے ہی فاخرہ نے آہستہ سے کہا،

”رشدی صاحب تو وہ رہے، تم نے تو کہا تھا بیمار ہیں!“

اتنے میں رشدی قریب آگیا، رخشی نے کہا،

”ارے، آپ تو اچھے خاصے ہیں، —

وہ مسکراتا ہوا بولا،

”کیا تم میرے مرنے کی خبر سننے کی منتظر تھیں؟“

بے ساختہ رخشی کے منہ سے نکلا،

”خدا نہ کرے، کیوں ایسی باتیں کرنے لگتے ہیں آپ!—
ہم نے سنا تھا آپ بیمار ہیں اس لئے عیادت کو جا رہے تھے!“

رشدی ہنسنے لگا، اس نے کہا

”واقعی جھوٹ بولنا کوئی تم سے سیکھے!“

”وہ بولی ”سچ رشدی بھائی — بتائیے تو سہی آپ واق

کئی دن سے کالج بھی نہیں آسکے؟"

اس نے جواب دیا، ہاں واقعی بیمار تھا۔ لیکن اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔"

وہ ہمدردی کے ساتھ بولی، "لیکن ابھی کمزوری باقی ہے دو ایک دن اور آرام کر لیتے۔"

اس نے جواب دیا" ارادہ تو میرا بھی یہی تھا لیکن آج مرزا صاحب غریب خانے پر تشریف لے گئے، میں سو رہا تھا گھر والوں نے جگانے سے معذرت کر دی، تو ایک چٹھی چھوڑ گئے کہ خدا کے لئے آج کالج بند ہونے سے پہلے پہلے ذرا دیر کے لیے مل لیجئے ورنہ پھر مجھے زندہ نہ دیکھیئے گا۔ آدمی تو بے انتہا بے وقوف ہے، لیکن بہرحال دوست آدمی ہے میں نے سوچا جاؤں خبر لے آؤں جا کر، ویسے پڑے پڑے تھک بھی گیا تھا۔ چار دن سے تو بستر پر دراز ہوں۔"

رشدی کی باتیں سن کر رخشی کا چہرہ سفید ہو گیا، ناخدہ کو لطف بھی آیا اور پریشان بھی ہو گئی، دونوں سمجھ گئیں، مرزا صاحب اپنے دردِ دل کا ماجرا رشدی سے کہہ گئے، اور اسے شفیع بنانے کی کوشش کر گئے۔"

دونوں کی یہ خواہش تھی کہ مرزا اور رشدی کی ملاقات نہ ہونے پائے، رخشی تو زمین میں گڑی جا رہی تھی اس کمبخت نے اگر اس طرح کی باتیں رشدی سے بھی کہہ دیں اور ضرور کہے گا، تو وہ کیا منہ دکھائے گی۔ اسے، جی چاہتا تھا زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

لیکن کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ رشدی کو کالج جا...
سے کس طرح روکا جائے۔
لیکن فاخرہ کی حاضر دماغی کام کر گئی اس نے کہا۔
"مگر اب آپ کا جانا بیکار ہے"!
رشدی نے آنکھیں ملائے بغیر سوال کیا،
"کیوں؟" —
"فاخرہ نے جواب دیا"
"وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ کہیں پکنک پہ گئے ہیں شاید...
واپسی بھی نہ ہو سکے"!
رشدی نے کہا" عجیب لغو آدمی ہے، یا تو خودکشی کے...
تھے یا پکنک کو تشریف لے گئے۔
فاخرہ نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ کہا۔
"کیا آپ جانتے نہیں وہ کس قماش کے آدمی ہیں"!
"بہت اچھی طرح جانتا ہوں لیکن اتنا زیادہ نہیں جانتا تھا..."
رخشی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔
"آپ کو ابھی کم از کم دو تین روز اور آرام کرنا چاہیے —...
کالج کا قصہ چھوڑ کے سیدھے گھر جائیے"!
اس نے کہا" ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں، — ابھی کا...
باقی ہے۔ تھوڑی دور چلا اور تکان محسوس ہونے لگی"

ناخرہ بیچ میں بول پڑی،
بس تو اب پیدل نہ جائیے، دیکھیے وہ خالی تانگہ بھی آ رہا ہے، —
ے تانگے والے، —

~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~

(۳)

رشدی تانگے پر بیٹھ کر چلا گیا، فاخرہ نے نظر اُٹھا کر دیکھا زر
کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، یہ کیفیت دیکھ کر وہ بیق
ہوگئی، اس نے کہا،

"رخشی یہ کیا، ؟ — رونے کیوں لگیں ؟"

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

"اپنی قسمت کو رو رہی ہوں، ! — ایسا معلوم ہوتا ہے
کوئی نہ کوئی گل کھلا کر رہے گا، ! — فاخرہ میں رسوائی اور
ہنسائی نہیں برداشت کر سکتی، خودکشی کر لوں گی، لیکن اس احم
گلا گھونٹ کر —

یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی، اس کی آنکھیں پھر پُرنم
اس کی یہ کیفیت دیکھ کر فاخرہ کا دل بہت کُڑھا، جو بڑی
کو چٹکیوں میں اُڑایا کرتی تھی، ایک احمق شخص کے ہاتھوں اُسے
بے بس ہو جانا پڑا کر   رونے پہ مجبور ہو گئی، !"

ناخرہ نے کہا: "میری بہن رونے سے کام نہیں چلے گا۔ کچھ کرنا چاہئے"!

وہ بے بسی کے ساتھ بولی،

"لیکن کیا کروں! ——— تم پرنسپل صاحب کے پاس بھی تو نہیں جانے دیتیں"!

"نہیں اب میں منع نہیں کرتی۔ معاملے نے کافی سنگین صورت اختیار کرلی ہے، کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا اب تو"! ——— میری رائے مانو تو کالج واپس چلتے ہیں وہاں اسے بلاکر بات چیت کریں گے اگر وہ راہِ راست پر آگیا تو خیر، ورنہ اسی وقت پرنسپل صاحب سے جاکر میں خود سارا ماجرا بیان کردوں گی، تم تو شاید وفورِ جذبات کے باعث پوری تفصیل بیان بھی نہ کرپاؤ"!

رخشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ ناخرہ کے ساتھ ہولی، اب اسے شومئی قسمت ہی کہنا چاہئے، مرزا صاحب دروازے ہی پر مل گئے، ناخرہ نے کہا،

"مرزا صاحب کیا آپ چند منٹ دے سکیں گے"؟

مرزا صاحب کی باچھیں کھل گئیں، انہیں یقین ہوگیا پالا مار لیا ہے فرمایا،

"چند منٹ کیا چیز ہیں چند گھنٹے بھی اگر آپ چاہیں تو حاضر ہیں"

وہ بولی "نہیں چند منٹ ہی کافی ہوں گے"!

مرزا صاحب نے عارفانہ انداز میں کہا،

"شاید آپ کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہیں، — لیکن یہ گفتگو کہاں ہوگی

فاخرہ نے جواب دیا۔" جہاں آپ چاہیں، ویسے میرے خیال میں

ہال کا برآمدہ ٹھیک رہے گا۔ اس وقت ادھر آمد و رفت بھی ایسی

نہیں ہوگی،!"

"ایسی زیادہ کیا بالکل نہیں ہوگی، اس وقت کوئی ادھر کیوں

لگا، وہیں چلئے،!"

یہ لوگ یونین ہال کے برآمدے میں پہنچ گئے، مرزا صاحب کے

چہرے پر نہ کوئی تشویش تھی نہ اضطراب، نہ اشتیاق نہ انتظار انہیں

یقین تھا، فاخرہ تاریخِ نکاح کا اعلان کر دے گی، اور بات ختم ہو

گی —،!"

فاخرہ نے کہا،" مرزا صاحب آپ جانتے ہیں میں کیا کہنے والی ہوں

اس وقت!"

ہنس پڑے، فرمایا،

جانتا تو ہوں، لیکن آپ کے منہ سے سننے کی بات ہی اور ہے

فرمائیے،!"

رخشی نے کہا،" میں ابھی آئی"!

وہ چلی گئی، لیکن فاخرہ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

"مرزا صاحب آپ آگ سے کھیل رہے ہیں، آپ نے رخشی

توہین کی ہے، اس پہ تہمت لگائی ہے، اس سے اظہارِ محبت کر کے بھڑکے چھتے کو ہاتھ لگایا ہے،

اس سے زیادہ مرزا صاحب نہ سُن سکے، فرمایا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟!"

فاخرہ نے برہم لہجہ میں جواب دیا،

"وہ آپ سے نفرت کرتی ہے، وہ آپ کو دنیا کا بدترین انسان سمجھتی ہے، بلکہ انسان ہی نہیں سمجھتی، آپ اُس کا خیال دل سے نکال دیجئے، کبھی بھُولے سے اس کا نام زبان پہ نہ لائیے، آپ اُسے ہرگز نہیں حاصل کر سکتے!"

مرزا صاحب مسکرا مسکرا کر یہ ملاحیاں سنتے رہے، جیسے ان سے مذاق کیا جا رہا ہے اور وہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہوں!

فاخرہ کو توقع تھی ان باتوں کے جواب میں، وہ معذرت کریں گے، صفائی دیں گے، خاموش رہنے کا عہد کریں گے، لیکن ان کے بجائے انہیں مسکراتا دیکھ کر اس کا خون کھول گیا، اس نے جل کر بڑے تیز لہجے میں کہا۔

"سُن لیا آپ نے!"

وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئے،

"سن تو لیا — بلکہ سمجھ بھی لیا!"

اس اطمینانِ بے پروائی اور سکون کو دیکھ کر فاخرہ کا غصّہ کافور ہو گیا،

وہ سوچنے لگی یہ شخص کس مٹی کا بنا ہوا ہے ، واقعی یہ پاگل ہے یا بنتا ہے
یا اتنا زیادہ مرفوع العقل ہے کہ اسے اور اس کی باتوں کو نظر انداز
ہی کر دینا چاہیئے ، اس نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پاتے
ہوئے سوال کیا ،

"کیا سمجھے آپ !"

"اس الیقان کے ساتھ کہ جیسے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ہرگز الہام
سے کم نہیں ہے ، گویا ہوئے ،

"وہ تو جب میں نے آپ دونوں کو ساتھ آتے دیکھا تھا ، اسی
وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ مذاق اور شرارت کی کوئی اسکیم بنی ہے ، اب
اچھا جناب اور بھی فرمائیے جو چاہیں ، لیکن انہیں تو بلائیے سامنے ، کب
تک شرماتی اور نگاہوں سے چھپتی رہیں گی ؟"

فاخرہ کا جی چاہا کہ منہ نوچ لے اس بدخود غلط شخص کا ، لیکن وہ ایسا
نہ کر سکی ، اس کا جی چاہا وہ اپنا منہ نوچ لے ، لیکن وہ یہ بھی نہ کر سکی ، اس
کا جی چاہا کہ سینڈل اتارے اور ایسے بے حس شخص پہ برسانا شروع کرے
لیکن یہ بھی نہ کر سکی ، وہ ہق دق کھڑی اسے دیکھتی رہی ، اس کی سمجھ میں نہ
آ رہا تھا کہ اب کیا کہے ؟ آخر دماغ پر بہت زیادہ زور دے کر اس نے
کہا —

"مرزا صاحب خدا کے لئے رخشی کو معاف کر دیجئے ، خدا کی قسم
یہ مذاق ہے نہ شرارت ، میں آپ سے التجا کرتی ہوں ان با

باز آجائیے، میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں یہ حرکتیں ترک کر دیجئے ورنہ ــــــ"

مرزا صاحب نے ایک زور دار قہقہہ لگایا، اور فرمایا۔

"ورنہ کیا ہوگا؟ ــــ کیا آپ ہماری شادی میں شرکت نہیں کریں گی ــــ؟"

فاخرہ کا سارا غصہ کافور ہو گیا، ساری سنجیدگی جاتی رہی، بے ارادہ وہ ہنس پڑی اُس نے کہا۔

"مرزا صاحب کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"

مرزا صاحب کے پاس جواب تیار تھا،

"مجھ سے نہ پوچھئے اُس رخشی سے پوچھئے!"

"اُس سے تو پوچھ چکی ہوں"

"پھر پوچھئے، بار بار پوچھئے ــــ یقین کیجئے انہیں قدرت نے صرف میرے لئے پیدا کیا ہے، میرے سوا وہ کسی کے حصے میں نہیں آسکتیں!"

"آخر آپ میں کیا ہے آپ کی حیثیت کیا ہے؟"

مرزا صاحب نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا تھا کہ دفعتہً پرنسپل صاحب نمودار ہو گئے!

پرنسپل صاحب کو دیکھ کر فاخرہ گھبرا گئی، اور مرزا صاحب پر بھی سراسیمگی کی کیفیت طاری ہو گئی،

پرنسپل صاحب نے فاخرہ سے پوچھا،

"کیا باتیں ہو رہی تھیں تم دونوں میں ؟"

یہ سوال پرنسپل صاحب نے کچھ ایسے گھرے تیور سے کیا تھا کہ فاخرہ کے آئے گئے حواس غائب ہو گئے وہ سوچنے لگی کہیں اس کے اور مرزا صاحب کے بارے میں تو غلط فہمی نہیں ہو گئی ہے انہیں ! اس کی گھگھی بندھ گئی ، اس نے بڑی مشکل سے جواب میں کہا۔

"کچھ نہیں ـــــ"

پرنسپل صاحب نے ڈپٹ کر سوال کیا۔

"بتاؤ ـــــ"

وہ اور زیادہ لرزہ بہ اندام ہو گئی ، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"یہ ـــــ یہ ـــــ یہ"

اور اس کے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی ، اس کی آنکھوں سے قطرات اشک کی بارش ہونے لگی ،

پرنسپل صاحب نے فاخرہ کو اس کے حال پہ چھوڑا ، مرزا صاحب سے دریافت کیا ،

"بتاؤ کیا باتیں ہو رہی تھیں تم دونوں میں ؟"

مرزا صاحب فاخرہ سے زیادہ نروس ہو چکے تھے ، کوشش کے باوجود ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکل سکا۔

پرنسپل صاحب نے ایک مرتبہ پھر شیر کی طرح گرج کر سوال کیا۔

"بتاؤ ـــــ میں کیا پوچھ رہا ہوں جواب دو !"

مرزا صاحب نے فاخرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ کچھ خاص باتیں کرنے کے لئے مجھے بلا کر لائی تھیں، ورنہ میں تو گھر واپس جا رہا تھا، !"

فاخرہ کا چہرہ سفید پڑ گیا، کاٹو تو لہو نہیں بدن میں اس نے سارے جسم سے کانپتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص — یہ شخص بہت پریشان کر رہا ہے، —"

اس کے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی، گریۂ بے اختیار نے اس کی قوت گویائی سلب کر لی۔

پرنسپل صاحب نے پھر مرزا صاحب کو مخاطب کیا،

"کیا پریشان کر رہے تھے تم اس لڑکی کو !"

مرزا صاحب کے اب رفتہ رفتہ حواس بجا ہوتے جاتے تھے، انہوں نے کہا،

"نہیں تو میں نے بالکل پریشان نہیں کیا، — کیوں مس فاخرہ کیا آپ مجھے بلا کر یہاں نہیں لائی تھیں ! بلکہ آپ ہی نے گفتگو کے لیے رنگین ہال کا یہ آمدہ تجویز نہیں کیا تھا، ؟"

اب تک فاخرہ مرزا صاحب کو دیوانہ، احمق، گاؤدی، نہ جانے کیا کیا سمجھتی رہی تھی، لیکن اب اُسے اندازہ ہوا کہ یہ شخص بلا کا عیار اور چالاک بھی ہے، خود کتنا معصوم بنا ہوا ہے اور سارا الزام کس صفائی سے اس کے اوپر لادے چلا جا رہا ہے، اس کا جی چاہا ساری داستان از

اوّل تا آخر پرنسپل صاحب کو سنا دے، لیکن پھر خیال آیا نہ جانے پرنسپل اسے پسند کرے، یا نہ کرے، لہٰذا اس نے رخشی کا ذکر بیچ میں لائے بغیر کیا۔

"میں نے تو آج کے سوا اس شخص سے بات بھی نہیں کی تھی، یہ پیچھے پڑا ہوا ہے صبح سے، اور نہایت بیہودہ قسم کی باتیں میری ایک عزیز اور شریف سہیلی کے متعلق کر رہا ہے۔ بے شک میں اسے یہاں لائی اور یہی کچھ کہہ رہی تھی کہ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اس کا انجام برا اور اگر کہیں معاملہ پرنسپل صاحب تک پہنچ گیا تو شاید معاملہ اور زیادہ نازک صورت اختیار کرلے۔!"

پرنسپل صاحب نے مرزا صاحب سے پوچھا،

"کیا یہ سچ ہے!"

مرزا صاحب لاجواب نظر آئے، یعنی انھوں نے کوئی جواب نہ

پرنسپل صاحب نے پھر سوال کیا،

"کیا فاخرہ نے جو کچھ کہا وہ درست ہے!"

مرزا صاحب کی زبان نے اب بھی ساتھ نہیں دیا،

پرنسپل صاحب نے جلال کے عالم میں ارشاد فرمایا،

"میں کیا پوچھ رہا ہوں جواب دو!"

پھر انھوں نے فاخرہ سے دریافت کیا،

"تمہاری وہ سہیلی کیا رخشی تو نہیں تھی؟"

خفیف سے تامل کے بعد اُس نے اقرار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا،
"جی ہاں وہی تھی!"
"کیا یہ اس کے بارے میں بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا تم سے!"
اُس نے گردن جھکا کر کہا،
"جی ——!"
اور دفعتہً اس کے کان میں تڑاخ کی آواز آئی، یہ پرنسپل صاحب کا بھرپور ہاتھ تھا جو مرزا صاحب کے رخِ انور پر پڑا تھا، اور وہ بید لرزاں کی طرح کانپ رہے تھے، پرنسپل صاحب نے حقارت کی ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
"بدمعاش —— تو یہاں علم حاصل کرنے آیا تھا، یا شریف اور نیک لڑکیوں کو بدنام اور رسوا کرنے —— جا دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے!"

(۱۲)

پھر ناخرہ کے کانوں میں آواز آئی،

"آؤ بیٹی رخشی آؤ!"

وہ آڑ ہی میں کھڑی ہوئی تھی، گو اس کے رخسار پہ آنسوؤں کے نشانات اب بھی تھے، اور پلکیں اب بھی بھیگی ہوئی تھیں، لیکن وہ مسکرا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں وہی شوخی ناچتی نظر آرہی تھی، جو اس کی خصوصیت تھی"!

"وہ آکر سامنے کھڑی ہوگئی"

پرنسپل صاحب نے اس سے شفقت کے لہجے میں فرمایا۔

"مطمئن رہو، اب یہ شیطان نہ صرف تمہارے ساتھ بلکہ کسی لڑکی کے ساتھ بھی جرأت بے جا کا مظاہرہ نہیں کر سکے گا۔ اُسے بہت اچھا سبق مل گیا ہے۔"

پرنسپل صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد ناخرہ نے رخشی سے کہا،

"یہ تمہیں کیا سوجھی تھی؟"

وہ بولی "یہ شخص اس طرح تمہاری باتوں کا مذاق اڑا رہا تھا اس
ے میں نے اندازہ کر لیا کہ میرے اور تمہارے بس کا یہ نہیں ہے، میں
یدھی پرنسپل کے پاس چلی گئی، اور انہیں سارا ماجرا شروع سے آخر تک
نا دیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ تم نے دیکھ ہی لیا۔
"کیا خیال ہے اب یہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے گا؟"
"اب بھی نہیں باز آئے گا، ؟ —— تم نے دیکھا نہیں ایک ہی جھڑ
کی کر سارا عشق کافور ہو گیا، اس طرح کانپ رہا تھا، جیسے تیز آندھی
میں شاخ گل، !"
فاخرہ ہنس پڑی۔
"بڑی چالاک ہو رخشی تم بھی، !"
"ہاں بھئی ہیں —— ہم نے معصومیت کا دعویٰ کبھی بھی نہیں کیا، !"
"دیکھنا چاہیئے اب کالج آتا ہے یا نہیں ؟"
"غیرت مند ہوتا تو واقعی نہ آتا، بے غیرت ہے اس لئے ضرور آئیگا
لیکن اب بالکل بدل کر آئے گا، !"
"لیکن میں تو خیریت مزاج ضرور پوچھوں گی !"
"پوچھنا، لیکن میرے سامنے نہیں ! !"
"تمہارے سامنے پوچھوں گی، بلکہ تمہیں بھی پوچھنا پڑے گی"
"نہیں فاخرہ یہ شخص اس قابل نہیں کہ اسے منہ لگایا جائے، ایسے
لوگوں سے تو دور کی صاحب سلامت بھی مناسب نہیں معلوم ہوتی، !"

"تم سے تو خیر وہ محبت کرتا ہے لیکن میرا لڑا اب حزن کا یا
جائے گا"!

"کیا مجال ہے جو تمہاری طرف ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھ سکے
"یہ بہت اچھا ہوا کہ رشدی صاحب سے اس کی ملاقات
"ہاں، ــــ اسی لئے تو اس معاملے کو انجام تک پہنچا
جلدی کی میں، ویسے یہ سچ ہے کہ رشدی بھائی اس کی باتوں
اعتبار نہ کرتے، وہ ہمیشہ سے اسے اور اس کی باتوں کو
سمجھتے ہیں، لیکن میں تو کٹ جاتی یہ سوچ کر کہ اس کمبخت نے اتنی
کی باتیں میرے متعلق ان سے کی ہیں"!

"کیا تمہیں یقین ہے یہ اب ان سے اس معاملے پہ بالکل
نہیں کرے گا"!

"ہاں اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات کا یقین ہے کہ ا
دن ہے۔

"چلو اچھا ہوا، بچا چھٹا ایک احمق سے"!

"نہیں فاخرہ اسے احمق نہ کہو، میں سب کچھ سُن رہی تھی
سے سارا الزام تمہارے سر منڈھے دے رہا تھا"!

"ہاں یہ دیکھ کر تو میں بھی غرق حیرت ہو گئی تھی رفشی"!
کتنا بے وقوف، حقیقت میں کتنا مکار! ــــ توبہ ہے"!

(۱۴)

دوسرے روز کالج میں مرزا صاحب تشریف نہیں لائے۔ کئی روز تک نہیں آئے، ناخرہ نے رخشی سے کہا،

"۔ہے تو غیرت مند، دیکھو کالج چھوڑ دیا بچارے نے"!

رخشی ہنسنے لگی، وہ بے حیاؤں کا بے حیا ہے، کالج چھوڑ دے گا۔!۔ آؤ نا!"

ناخرہ حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگی پھر اُس کے ساتھ ہولی، دونوں آفس روم میں پہنچیں، سپرنٹنڈنٹ سے رخشی نے پوچھا۔

کیا واقعی مرزا صاحب کا نام خارج کر دیا گیا ہے !"

اس نے اپنی عینک ناک کے بانسے سے اُٹھا کر ماتھے پر رکھ لی اور تعجب سے اُسے دیکھتا ہوا بولا۔

"مرزا صاحب کا نام کٹ گیا ! یہ خبر کس نے اُڑائی ہے !"

"کئی روز سے وہ کالج نہیں آرہے ہیں"!"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے ! کیا بیمار نہیں ہو سکتے ! کوئی کام نہیں

پیش آسکتا! کوئی ضرورت نہیں ہوسکتی! آپ لوگوں کو بھی بے با
کی بات بنانے کمال حاصل ہے،!"

یہ کہہ کر انہوں نے فائل اُٹھایا، فلسکیپ سائز کا ایک کاغذ
پہلے اُسے پڑھتے رہے پھر رخشی کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھادیا۔
"ملاحظہ فرمائیے، دیکھ لیجئے،!"

رخشی اور فاخرہ دونوں جھک کر کاغذ دیکھنے لگیں، یہ مرزا صاحب
کی درخواست تھی، جس میں اُنہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ مرزا ناساز
اس لئے چار دن کی رخصت مرحمت فرمائی جائے۔

فاخرہ اور رخشی آفس سے باہر نکلیں، رخشی نے کہا،

"دیکھ لیا اپنے غیر متند مرزا صاحب کو! — وہ صرف اس لئے
آیا ہے کہ پانی دیکھنا چاہتا ہے، پانی کی دھار دیکھنا چاہتا ہے!"

فاخرہ چڑ کر بولی، بڑے محاورے بولنا آگئے ہیں، پانی دیکھنا
چاہتا ہے، پانی کی دھار دیکھنا چاہتا ہے، کیا مطلب!"

وہ بولی" یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ پرنسپل صاحب نے اسے
تو نہیں کر دیا! اس پہ جرمانہ تو نہیں کیا! یعنی یہ کہ ہم لوگوں کا رد عمل
ہم نے اُسے کالج کے اندر یا کالج کے باہر پٹوانے کی کوئی تدبیر تو
کی! اس طرح سے مطمئن ہو کر دیکھ لینا ڈھونڈنا تا ہوا کالج میں آئے گا
اس طرح آئے گا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا،!"

اور واقعی، رخشی کا کہنا صحیح ثابت ہوا، چار دن کی رخصت یا غیر

ے بعد مرزا صاحب تشریف لے آئے، اور اس طرح آئے جیسے وہ واقعی کہیں پہ تشریف لے گئے تھے اور اب وہاں سے تازہ دم ہو کر ہشاش بشاش شاد و فرحاں تشریف لائے ہیں،!"

جیسے ہی فاخرہ کی نظر پڑی اس نے رخشی کو ٹھوکا لگایا، اور آہستہ سے بولی

"دیکھا سواری باد بہاری آگئی، سچ مچ،!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"ہاں دیکھ رہی ہوں،! — دیکھ لو، چہرے پہ شرم، ندامت، کسی چیز کا اثر ہے!"

"بالکل نہیں، — رخشی یہ تو چکنا گھڑا ہے بالکل،!"

"تم بھی دیکھو،!"

"لیکن تمہارے سر کی قسم میں تو اس کی خیریت دریافت کر کے رہوں گی، چاہے کچھ ہو جائے،!"

"تو کس نے منع کیا ہے تمہیں! خیریت بھی دریافت کرو، شکوہ شکایت بھی کرو — اور ہمدردی بھی،!"

اور واقعی وقفے میں کسی نہ کسی طرح فاخرہ نے مرزا صاحب کا دامن پکڑ ہی لیا،

وہ جاتے جاتے ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ اور بے تعلقی کے لہجے میں اس طرح گویا اسے پہچانتے ہی نہیں ارشاد فرمایا۔

"کہیے، ـــ مجھ سے کوئی کام ہے؟"
بڑی سنگین صورت بنا کر اُس نے جواب دیا

"جی ہاں ہے تو سہی!"

وہ کھڑے ہو گئے، ایک نگاہِ غلط انداز اس پہ ڈالی، اور کسی حد تک ناگواری کے ساتھ فرمایا۔

"تو کہیے، پھر کسی طرح!"

وہ بالکل انہی کی نقل کرتی ہوئی کہنے لگی،

"پانچ منٹ ـــ بس صرف پانچ منٹ کیا آپ دے سکتے ہیں!"

بالکل یاد نہیں آیا کہ وہ انہی کی نقل کر رہی ہیں، کچھ گھبرائے ہوئے سے کہنے لگے،

"پانچ منٹ بہت ہیں اگر کوئی دیکھ لے گا، اور بات آگے بڑھ جائے گی، میں دو منٹ دے سکتا ہوں، بس سوچیے نہیں شروع کر دیجیے!"

فاخرہ کو ہنسی تو بہت آئی لیکن اُس نے ضبط سے کام لیا، اور بڑی معصومیت کے ساتھ کہا،

"دیکھیے غلطی دونوں کی تھی، بہر حال جو کچھ قسمت میں لکھا تھا، پیش آ کر رہا، لیکن اب اُسے یاد رکھنے سے کیا فائدہ، معاف کر دیجیے!"

انہیں پرنسپل صاحب کا طمانچہ یاد آ گیا، اُنہوں نے سراپا اضطراب بن کر کہا،

"آپ پانچ منٹ تک معافی مانگنا چاہتی ہیں، ـــ چلیے بات ختم ہو گئی"

اُس نے اور زیادہ سادگی کے ساتھ کہا،

غیر میرے آپ کے مراسم تو ایسے ہیں کہ نہ مجھے آپ سے معذرت
ضرورت ہے نہ آپ کو مجھ سے، — معافی تو اُنھوں نے مانگی ہے؟"
کر سوچتے ہوئے مرزا صاحب نے پوچھا،
"بنی کس نے! — یعنی کن صاحبہ نے؟"
ناجدہ نے جواب دیا۔
"کیا وہ رخشی کے سوا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟"
کچھ جلال کی کیفیت چہرۂ انور پر نمودار ہوئی، کچھ سوچنے لگے پھر فرمایا،
"کیا کہا آپ نے؟ — مس رخشی نے معذرت کی ہے یا معافی مانگی ہے؟"
وہ بولی "جی ہاں، رخشی نے، آپ کی رخشی نے،!"
سنجیدہ ہو کر کہنے لگے۔
"جہاں تک معافی کا تعلق ہے معاف کر سکتا ہوں، لیکن یہ آپ نے
کیا کہا؟ آپ کی رخشی، !"
"کیا آپ اُسے بھول گئے؟ کیا وہ آپ کی نہیں ہے!"
فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا۔
"نہیں، — یقیناً انہوں نے معذرت کی ہو گی، اور تسلیم کرتا ہوں کہ یہ
معذرت سچے دل سے کی ہو گی، مجھے اس سے بھی انکار نہیں اپنی اس حماقت
پر اب تک اُن کے آنسو نہیں تھمے ہوں گے، اور میری یہ پیشین گوئی ان تک
پہنچا دیجئے کہ زندگی بھر آٹھ آٹھ آنسو روئیں گی۔ میں جانتا ہوں انہوں نے
مذاق کیا تھا، لیکن یہ مذاق انہیں بہت مہنگا پڑے گا، یہ مذاق کر کے

اُنہوں نے مرزا کو ہمیشہ کے لئے کھو دیا، فرہاد تجھے گا اُن سے مرزا
مرزا ہاتھ سے نکل گیا ـــــ اب اُسے ڈھونڈیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر
فاخرہ کو ہنسی آ گئی، لیکن بڑی ہنرمندی سے اُس نے ہنسی روک
لی، اُس نے پوچھا،

"کیا واقعی کہہ دوں! ـــ جانتی ہوں وہ زندگی بھر روئے گا،
روتے نہیں بن پڑے گا! لیکن خود آپ کی کیا حالت ہوگی! کیا آپ کو
چین پڑے گا! کیا آپ کو نیند آئے گی؟ کیا آپ کا دل دُنیا کی دلچسپیوں
میں اتنی بڑی نعمت کھو دینے کے بعد لگے گا؟ غصے کی سند نہیں رہ پائے
فرمایا، اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ فرمایا،

"فرہاد تجھے گا، اگر انہیں ناز محبوبانہ آتے ہیں تو یہاں بھی عشوۂ ناز
کا مظاہرہ کر سکتے ہیں،!"

یہ کہا اور آگے بڑھ گئے ـــ

فاخرہ پیٹ پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی، ہنستے ہنستے اُس کا بُرا حال ہو رہا
تھا،!

حصّہ چہارم

صبحِ غم، شامِ الم

○

شادی جو ہوئی غم کے بھی پہلو نکل آئے
جب کوئی ہنسا ساتھ ہی آنسو بھی نکل آئے

○

(1)

قسمت کا چکر چلتا رہتا ہے، آدمی لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ کر نہیں سکتا، ایک غیر مرئی قوت ہے جو انسان کے ارادوں کو توڑتی رہتی ہے، اس کی خواہشوں اور آرزوؤں کو پامال کرتی رہتی ہے، جہاں کچھ کے ساتھ یہ ہوتا ہے، وہاں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں بن مانگے دل کی مراد مل جاتی ہے، جن کی حسرتیں اور آرزوئیں پوری ہو جاتی ہیں، جن کے لئے قدرت وہ سارے اسباب اور انتظامات مہیا کر دیتی ہے جو مطلوب ہوتے ہیں، جو وہ چاہتے ہیں — اور پھر —

اور پھر قسمت کا پہیہ پھر اُلٹا چلنے لگتا ہے، !"

ہر روز اس دنیا میں یہی ہوتا رہتا ہے، اور قیامت تک اس دنیا میں یہ ہوتا رہے گا! — یوں ہی ازل سے مرے یار ہوتی آئی ہے، !

آمینہ نے لاکھ لاکھ لڈو لگانے کے جتن کئے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی، وہ اپنے دل میں یقینِ کامل رکھتے ہوئے بھی یہ نہ کہلا سکی کہ وہ نجمی سے شادی نہیں کرنا چاہتی، وہ رشدی سے محبت کرتی ہے!

ناہید اس سے اُلجھ پڑی، کہنے لگی،

"آپا تم جھوٹ بول رہی ہو، میں نہیں مانتی ۔!"

وہ مسکراتی ہوئی گویا ہوئی،

"نہ مان تیری پرواہ کسے ہے؟"

ناہید نے بڑے درد اور سوز کے ساتھ کہا،

"آپا امی کا دل نہ دکھاؤ ۔!"

فاخرہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اس نے کہا،

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ — میں ان کا دل دکھا سکتی ہوں، کیا تمہیں یقین ہے میں ایسا کر سکتی ہوں!"

ناہید اثبات میں جواب نہ دے سکی، اس نے کہا،

"لیکن امی کو، اور جھوٹ کیوں بولوں مجھے بھی یقین ہے تم فخری سے محبت نہیں کرتیں، تم فخری کو اپنا شریک حیات بنانا نہیں چاہتیں محض اپنی بیمار ماں، اپنی دکھیاری بہنوں، اور اپنے دکھیارے بھائیوں کے لئے یہ ایثار کر رہی ہو ۔"

ناہید کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اس کا گلا بھی گلوگیر ہو گیا، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"آپا میں ایسا نہیں ہونے دوں گی ۔!"

فاخرہ چپ چاپ بیٹھی رہی جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ہو جیسے وہ بولنا جانتی ہی نہ ہو،

ناہید نے کہا "اب میں اس قابل ہوں کہ ٹیوشن کر سکتی ہوں سلائی کر کے اب بھی کچھ نہ کچھ کما لیتی ہوں، زیادہ محنت کروں گی زیادہ کماؤں گی تم امی کی فکر نہ کرو، میں ان کے علاج میں کوئی کمی نہیں آنے دوں گی، سلطانہ، اختر اور اشفاق کو بھی انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تمہیں اپنی قربانی دینے کی ضرورت نہیں، اس سے شادی کرو جس سے تمہارا دل ملتا ہے۔!"

فاخرہ کے ہونٹوں پر افسردہ تبسم لہرایا، اس نے کہا۔

"بہت باتیں بنانا آگئی ہیں تمہیں لڑکی، ـــ یہ کیا پنوارا بیٹھی ہے تو! میری شادی فخری صاحب سے ہوگی، اور بہت جلد ہوگی۔ یہ تم نے کیسے جانا میں فخری سے محبت نہیں کرتی؟ ـــ کرتی ہوں،!"

"لیکن اماں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے، نہ جانے کیوں؟"

"کیا کہتی ہیں وہ؟"

"وہ کہتی ہیں میں نے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے ہیں، لڑکی کو یہ رشتہ ہرگز منظور نہیں ہے، وہ صرف ہم لوگوں کے لئے اپنے تئیں قربان کر رہی ہے۔!"

"تم انہیں سمجھا دو ناہید، ان کی یہ غلط فہمی رفع کر دو!"

"ان کی غلط فہمی تو رفع کر دوں گی، لیکن اپنی غلط فہمی کس طرح رفع کر دوں!"

فاخرہ ذرا کے ذرا مسکرائی اس نے کہا،

"باز نہیں آؤ گی اپنی شرارتوں سے، ـــ شاباش ہماری ناہید تو بڑی

اچھی لڑکی ہے، — بہت ہا!"

وہ انکار میں گردن ہلاتی ہوئی بولی،

"بالکل نہیں، — بہت خراب۔۔!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اختر دوڑا دوڑا آیا، اُس نے بتلایا۔

"آپا وہ آئی ہیں، — وہ —"

ناہید نے چڑتے ہوئے پوچھا،

"کون آئی ہیں وہ —! — تیری ساس !"

وہ نہایت سنجیدگی سے فاخرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"میری نہیں — ان کی —!"

ناہید کو بے ساختہ ہنسی آگئی، فاخرہ نے اُسے پکڑ کر ہلکے سے ایک طمانچہ لگایا اُس کے گال پہ اور کہنے لگی۔

"دیکھو شیطان کہیں کا! — تو کیا جانے ساس کیا ہوتی ہے!"

اختر نے اس کی گود میں اطمینان سے بیٹھ کر ناہید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"انہوں نے بتایا، !"

وہ اٹھتی ہوئی بولی

"میں تمہیں بہت کچھ بتاؤں گی، ذرا سر میں تیل کی مالش کر دو کیونکہ میں بے بھاؤ کی سر پہ لگاتی ہوں۔"

پھر وہ فاخرہ سے مخاطب ہوئی، اور کہنے لگی،

"تم تو دلہن بن کر یہیں بیٹھی رہو گی، امی بے چاری ہل نہیں سکتی اپنی جگہ سے مہمان داری مجھی کو کرنی پڑے گی ــــ

ناخرہ نے سنجیدگی سے کہا،

جاؤ، ــــ لیکن دیکھو اس کا خیال رکھنا امی اپنی جھونک میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو معاملہ بگاڑ دے، اگر ایسا ہوا تو مجھے بہت صدمہ ہوگا اور میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گی،!"

ناہید کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا وہ سوچنے لگی،

کیا یہ الفاظ ناخرہ کے ہو سکتے ہیں،!

کیا اپنے بارے میں وہ اتنی بے باکانہ باتیں کر سکتی ہے!

کیا ہو گیا ہے اسے!

کیا راز ہے اس اصرار میں!

کیا واقعی اسے نجمی سے محبت ہے! کیا سچ مچ یہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہے!

دل نہیں مانتا، لیکن اپنے کانوں کو کس طرح جھٹلا دوں!

یا اللہ کیا ہونے والا ہے، تو ہی ہم بیکسوں کا نگہبان ہے، ہم سب پہ اور خاص طور پہ میری آپا پہ رحم کر،

اگر یہ شادی ان کے حق میں مفید ہو، تو ضرور اور بہت جلد انجام پا جائے، اور اگر ایسا نہ ہو تو ہرگز اور کسی قیمت پہ نہ ہو۔

میں اپنی آپا کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں، ایسا نہ ہو وہ غم کے اتھاہ

سمندر میں ڈبکیاں کھانے لگیں، اور میں بے بسی کے ساتھ کنارے کھڑی انہیں دیکھتی رہوں،

اگر ایسا ہوا تو میری زندگی بھی غارت ہو جائے گی، میں بھی تباہ ہو جاؤں گی ــــ

یہی سوچتی ہوئی وہ اپنی ماں کے کمرے کی طرف بڑھی جہاں نخزی کی ساس رونق افروز تھیں ،!

~~~~~~
~~~~~~

(۳)

اس سے قبل بھی یہ بڑی بی جن کا نام فہمیدہ بیگم تھا دو مرتبہ تشریف لا چکی تھیں، دونوں مرتبہ پہلے بھی اور آج بہت زیادہ اس نے محسوس کیا گویا یہ اپنے بیٹے کا پیام دینے اور فاخرہ کو اپنی بہو بنانے کی آرزو لے کر تشریف لاتی ہیں، لیکن ان کے چشم و ابرو سے حقارت ٹپکتی رہتی ہے، جیسے بہت مجبور ہو کر تشریف لائی ہوں، جیسے اس گھر میں آ کر وہ محسوس کرنے لگتی ہوں کہ بہت اونچی سطح سے بہت نیچی سطح پر اتر آئی ہیں۔

اور آج فہمیدہ بیگم تنہا تشریف نہیں لائی تھیں ان کے ساتھ ان کی دختر بلند اختر شمی بھی تشریف فرما تھیں،

فہمیدہ بیگم صاحبہ معمولی لباس میں ملبوس تھیں، دونوں ہاتھ سونے سے پیلے ہو رہے تھے، شمی تو سرتا پا ریشم و کمخواب پہنی ہوئی تھی، ماں کے پہلو سے لگ کر بیٹھی تھی، اور بہت زیادہ حقارت اور بیزاری کے ساتھ اس غریب خانے کے در و دیوار پر نظر ڈال رہی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُڑنے کے لئے پر تول رہی ہیں،

ناہید نے فہمیدہ بیگم کو جھک کر سلام کیا اُنھوں نے جواب میں گر...
ہلا کی پھر آہستہ سے کہ کہیں کوئی سن نہ لے فرمایا۔

"جیتی رہو، خوش رہو"—

ناہید نے اشتیاق کے ساتھ شمی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"یہ —"

وہ بولیں "ہاں، یہ میری بیٹی ہے شمی" !

ناہید جا کر شمی کے پاس بیٹھ گئی، لیکن شمی سے اس طرح دا...
جیسے اس کے کپڑے میلے ہو جائیں گے۔!

ناہید کو یہ طرز بُرا تو لگا، لیکن مہمان تھے، گھنٹی گیا، اور کرنی ...
اور مہمان بھی کوئی معمولی نہیں لڑکی کے سسرال والے، جن سے ...
ہی پڑتا ہے — ویں وہ جس قدر ذِلّت ہم سُنی میں ٹالیں گے۔

وہ شمی کے پاس بیٹھی تھی اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کہے آغا...
سخن اس بے زبان لڑکی سے کس طرح کرے، !کیونکہ مشکل اُن کی ...
رفع کر دی، اُنھوں نے بستر پہ لیٹے لیٹے کمزور اور نحیف آواز میں ...

"بیٹی شربت تو بنا لاؤ جلدی سے" !

فہمیدہ اور شمی نے یک آواز انکار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں اس تکلیف کی ضرورت نہیں" !

طرزِ انکار سے یہ معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک متقی آدمی شراب ...
سے انکار کرتا ہے۔

لیکن ناہید نے اس انکار کو تکلف پر محمول کیا، اور اسے کہنا بھی بہت تھا وہ جلدی سے اُٹھی اور دو گلاسوں میں شربت روح افزا بنا لائی، ماتھے پر شکن ڈال کر نہیدہ بیگم نے کہا،

"اے ہے بیٹی کیا ضرورت تھی اس تکلف کی، ؟"

پھر گلاس لے کر گھونٹ گھونٹ کر کے پینے لگیں، شمی نے ناگواری کے ساتھ گلاس سے بمشکل دو گھونٹ پئے ہوں گے کہ اسٹول پر رکھ کر پرے ہٹا دیا،

ناہید نے کہا،" ارے یہ کیا، ؟"

وہ بنتی ہوئی بولی،

"نا، بس"

ناہید نے مزید خاطر داری کرتے ہوئے کہا،

"اچھا چائے بنا لاؤں یا کافی ؟"

وہ اسی طرح اُکتائے ہوئے لہجے میں بولی،

"نا، بس، کچھ نہیں، ——!

ناہید خاموش ہو گئی،

نہیدہ بیگم نے فاخرہ کی ماں کو مخاطب کر کے کہا،

"بہن ہم اس لئے آئے ہیں کہ اب تاریخ مقرر ہو جانی چاہیئے،؟"

وہ کمزور اور نحیف آواز میں بولیں،

"فاخرہ آپ کی ہو چکی، —— لیکن مجھے ذرا اچھا لو ہونے دیجئے"

نہیدہ بیگم نے انہیں اس طرح گھور کر دیکھا گویا زبان خاموش
سے کہہ رہی تھیں،
"اچھی ہو چکیں بس نا!"
پھر زبان حال سے ارشاد فرمایا،
"وہ تو ٹھیک ہے بہن لیکن بات یہ ہے کہ مخزی بہت ضدی
ہے، بڑا ضدی لڑکا ہے، ہم سے اپنی بات منوا کر ہی رہتا ہے اور
یہ کہ اب ماشاءاللہ اس نے بی اے کر لیا ہے، بالسٹری ریڈرشپ کی
وہ لندن جانا چاہتا ہے بہت جلد، ممکن ہے اپنے ساتھ دو اپنی
کو بھی لے جائے، لیکن نہ لے جائے تو بھی مناسب یہ ہے کہ جانے
پہلے اس کے گلے میں پھندا پڑ چکا ہو!"
یہ ایسی بات تھی کہ بے چاری لاجواب ہو گئیں، کوئی جواب
نہ کر سکیں، کہنے لگیں۔
"اگر یہ بات ہے تو پھر جیسے رائے ہو!"
نہیدہ بیگم نے کہا،
"لڑکی بھی ماشاءاللہ بی اے کر چکی ہے، اب گھر بیٹھ کر کیا کرے
گی!——!"
وہ بولی، "ہاں بہن ٹھیک ہی ہے!"
یہ کہتے کہتے انہیں کھانسی کا دورہ پڑا، نہیدہ اور رشتی، ذرا
دور ہٹ کر بیٹھ گئیں، شاید انہیں ڈر لگ رہا تھا بیماری کے جراثیم

ب پاکر حملہ نہ کر بیٹھیں،

جب کھانسی کا دورہ کم ہوا تو فہمیدہ بیگم نے کہا۔

فخری کا ارادہ اگلے مہینے کی پانچ تاریخ کو لندن جانے کا ہے، پاسپورٹ وغیرہ سب بن چکا ہے، میرے خیال میں اس مہینے کی ۲۵ تاریخ کو شادی ہو جانی چاہیئے! — کیا خیال ہے آپ کا؟"

وہ بولیں: "ٹھیک ہے، ۲۵ تاریخ کو نکاح ہو جائے گا، رخصتی فخری کے لندن سے آنے کے بعد ہوگی،!"

فہمیدہ نے یہ تجویز منظور نہیں کی، کہنے لگیں،

نہیں بہن یہ نہیں ہو سکتا، اوّل تو ہمارے ہاں نکاح اور رخصتی کا الگ الگ دستور اور رواج نہیں ہے، دوسرے میں نے ابھی بتایا نا ممکن ہے فخری دلہن کو بھی اپنے ساتھ لے جائے،!"

وہ بیچاری تو ہر طرح ہتھیار ڈال چکی تھیں، ذرا بھی مزاحمت نہیں کی، کہنے لگیں،

"اچھا —

پھر کچھ خیال آیا، اور فہمیدہ بیگم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اتنی جلدی سارے انتظامات میں کس طرح مکمل کر سکوں گی۔؟"

فہمیدہ بیگم نے اس بیمار نزار عورت پر ایسی نگاہ ڈالی، جو پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔

"تمہارے پلے ہے کیا جو انتظامات کرو گی؟ کر بھی سکتی ہو کچھ!"

پھر جواب میں گویا ہوئیں،

"بہن ہمیں لڑکی چاہیئے، نہ جہیز کی ہوس ہے، نہ دھوم دھام کی،
ند کا دیا ہمارے پاس سب کچھ ہے، اب لڑکی ہماری ہے، اپنی طرف
ر تمہاری طرف سے ہم ہی دے دیں گے سب کچھ، تم تو بس ڈولا
ھوانے کی اجازت دے دو!"

~~~
~~~

(۳)

اس بے نیازی اور عالی حوصلگی میں کتنا پندار تھا، کتنی نخوت تھی، کتنی خود نمائی تھی اسے ناہید کی ممی نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن ناہید نے اچھی طرح محسوس کر لیا، وہ ناخدہ سے چھوٹی تھی، ان مباحث میں اسے بولنے کا کوئی حق نہیں تھا، لیکن بہن کی محبت سے مجبور ہو کر بولی۔

"یہ آپ کی محبت اور شفقت ہے، خوشی کی بات ہے کہ آپا کو آپ جیسی محبت کرنے والی ساس مل رہی ہے، لیکن معاف کیجئے گا، کچھ ہمارا بھی فرض ہے، وہ ہم پر کچھ بھاری تو نہیں ہیں کہ ہم بغیر کسی انتظام و انصرام کے بغیر کسی تیاری کے ہم انہیں رخصت کر دیں، ۲۵ ر تاریخ کو نکاح ہو جانے دیجئے، رخصتی بعد میں ہوتی رہے گی، ایسا ہی اصرار ہے تو بھائی صاحب (فخری) کچھ دنوں کے لئے اپنا لندن جانا کیوں نہیں ملتوی کر دیتے!"

ممی نے کڑوے تیوروں سے کہا

"یہ کیسے ہو سکتا ہے! کیا اپنا مستقبل برباد کر دیں، جائیں گے تو

اپنے پروگرام ہی کے مطابق، چاہیے ——

شاید اس کے آگے وہ کہنا چاہتی تھی، چاہیے شادی مہریانہ ہو یا
فخری کے قدر یا لحاظ سے یہ الفاظ زبان تک لانے کی جرأت نہ کر سکیں
لیکن اس کا مفہوم زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ فہمیدہ بیگم نے ادا کر دیا
کہنے لگیں،

ہاں ہاں وہ اپنے پروگرام کے مطابق لندن بھی جائے گا۔ اور
ہمارے پروگرام کے مطابق فاخرہ دولہن بن کر ہمارے ہاں آئے گی
پھر وہ فاخرہ کی ماں سے مخاطب ہو کر بولیں۔
یہ رسمی باتیں ہیں بہن ان کی پرواہ نہ کیجیے"!

پرواہ کرنے کے بعد بھی وہ کیا کر سکتی تھیں، چپ رہیں، ناہید کو
انہوں نے ایسی نگاہ سے دیکھا کہ وہ بھی کچھ نہ کہہ سکی؛ یہ اعلان کر کے
فہمیدہ بیگم اُٹھیں اور کہنے لگیں،
اچھا بہن اب اجازت دو"!

اور پھر اجازت لیے بغیر وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگیں، ناہید
دروازے تک پہنچانے آئی۔ موٹر دروازے سے لگی کھڑی تھی، پہلے آ
کر کے فہمیدہ بیگم بیٹھیں، پھر شمی جلدی سے اندر داخل ہو گئی، دونوں میں
سے کسی نے ناہید کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ سلام کر تی"!

کار فراٹے بھرتی روانہ ہو گئی، اور وہ ایک آہ سرد کے ساتھ غریب
خانے میں واپس آ گئی، اور آتے ہی ماں سے اُلجھ پڑی۔

امی کیا واقعی آپ آپا کو یوں ہی ننگا بُچّا رخصت کر دیں گی، ؟ نہ ان کے
پاس کوئی زیور ہے، نہ ملبوسات ہیں، کیا بھی دو تین سادے جوڑے
لیکر وہ اس گھر کو الوداع کہیں گی —— ؟"

یہ کہتے کہتے اس کا گریہ گلوگیر ہو گیا،

امی نے بھی اسی طرح رندی ہوئی آواز میں کہا۔

"بیٹی ہمیں سال بھر کی مہلت مل جائے تو بھی ہم کیا کر سکتے ہیں ؟
زمین خزانہ تو اگل سکتی ہے، نہ آسمان سے اشرفیوں کی بارش ہو سکتی ہے،۔
یہ لوگ جانتے ہیں ہم غریب ہیں، نادار ہیں، یہ جانتے ہوئے انہوں
نے پیام دیا ہے، یہ جانتے ہوئے وہ فاخرہ کو بہو بنا کر لے جانا چاہتے
ہیں ——"

اور پھر انہیں کھانسی کا دورہ پڑ گیا،۔

(۴)

نبیدہ اور رشی کو رخصت کرنے کے بعد ناہید اپنے کمرے میں آئی جہاں فاخرہ سلطانہ سے بیٹھی کھیل رہی تھی، سلطانہ سے مشغولیت برقرار رکھتے ہوئے فاخرہ نے ناہید سے پوچھا۔

"کہو، ہیں یا گئیں!"

وہ افسردگی کے ساتھ بولی

"گئیں ۔۔۔"

"کیا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟!"

"ہاں ان کی صاحبزادی بلند مرتبت تھیں؟!"

"اوہ، اچھا ۔۔۔ کیسا پایا تم نے تھی کو؟!"

"جیسی ماں ویسی بیٹی!"

"اور ماں کو کیسا پایا؟!"

"نیک ہیں، لیکن آپا، ۔۔۔"

فاخرہ نے آنکھ اٹھا کر ناہید کو دیکھا، اس کا اضطراب اس کے

ب رُخ سے عیاں تھا، فاخرہ نے پوچھا،

"کیا بات ہے ناہید؟"

وہ اِس دل شکستہ انداز میں بولی،

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی؟"

"کیوں، اتنی فکر مند کیوں ہو؟"

"ان کے طور طریقوں سے، ——— (گھبرائے ہوئے لہجے میں) میں تو ایسا سمجھی ہوں، وہ لوگ ہمیں حقیر اور اپنی سطح سے کہیں زیادہ پست سمجھتے ہیں!"

"ہو سکتا ہے ———"

"لیکن ان کم ظرفوں کے ساتھ تمہارا کیسے گزارا ہوگا؟"

"گزارا تو مجھے فخری کے ساتھ کرنا ہے!"

ناہید نے وہ ساری گفتگو جو اس کی امی اور فہمیدہ بیگم میں ہوئی تھی دہرائی، اور جو تاثرات قائم ہوئے تھے ان ماں بیٹی کے طور طریقوں کے بارے میں وہ بھی پوری صفائی سے بیان کر دیے، فاخرہ خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتی رہی، پھر کہنے لگی،

"ناہید تم ضرورت سے زیادہ حساس ہو، خدا کا شکر ہے بری جگہ نہیں ہوئیں ورنہ نہ جانے اب تک اپنا کیا حال بنا ڈالا ہوتا!"

پھر وہ ناصحانہ انداز میں اسے سمجھاتی ہوئی بولی،

"دیکھو میری بہن، دنیا ہے، یہاں ہر طرح کے لوگ ہیں، جب ہم اس دنیا میں ہیں ان کے ساتھ ہمیں رہنا ہے، گزارا کرنا ہے،

ہر شخص وہ نہیں ہو سکتا جو ہم ہیں، ہم بھی وہ نہیں ہو سکتے جو ہر شخص ہے، سب میں انفرادیت ہوتی ہے اور ہونی چاہیے، ضرورت اس کی ہے کہ ہم مل جل کر رہنا سیکھ لیں، یہ فہمیدہ بیگم جو میری ساس بننے والی ہیں کتنی ہی تنک چڑھی ہوں میں انہیں ہموار کر لوں گی، یہی میرا ہنر ہے، یہ شمی کتنی ہی بدخود غلط اور سراپا نخوت و رعونت کیوں نہ ہو لیکن وہ میرے قبضے میں آجائے گی، اسے آنا پڑے گا۔ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، میں پانی ہوں، وہ آگ ہیں، میں انھیں بجھا دوں گی، اور پھر سب سے زیادہ سوچنے والی بات یہ ہے کہ مجھے زندگی فخری کے ساتھ بسر کرنی ہے، اور وہ بہر حال میرا خریدار، اور ناز بردار ہے، وہ نہ صرف یہ کہ میری توہین نہیں کرے گا بلکہ برداشت بھی نہیں کرے گا، میں اس کے بارے میں سوچوں یا ان لوگوں کے بارے میں جنھیں خواہ مخواہ تم نے ہوّا بنا دیا ہے، اور ہوّا ہوں تو کیا پروا ہے آدمی میں یہ سلیقہ ہونا چاہیے کہ وہ ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ خوبی اور خوش اسلوبی سے زندگی کے معاملات رد براہ کر سکے، اور تم اپنی بہن کے بارے میں یقین رکھو کہ وہ انشاء اللہ ایسی ہی ثابت ہوگی۔

(۵)

ناخرہ کہتی رہی اور ناہید سنتی رہی، پھر ناہید نے بڑی حسرت سے کہا:
"تو آپا ۲۵ تاریخ کو یہ گھر چھوڑ دو گی؟"
ان الفاظ میں کس بلا کا درد تھا، کتنی حسرت تھی، ایسا معلوم ہوا جیسے ناخرہ کا کلیجہ باہر نکلا آرہا ہے، ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے دل پر کسی نے گھونسہ مار دیا، ان دونوں بہنوں میں بہت زیادہ محبت تھی عمر میں بھی دو سال سے زیادہ فرق نہیں تھا، دونوں نے ایک دوسرے کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا، ناہید کے منہ سے یہ حسرت بھرے الفاظ سن کر ناخرہ کا جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، وہ پھوٹ پھوٹ کر نہ رو سکی لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش شروع ہو گئی، اس نے ناہید کا سر بڑے پیار سے اپنے کندھے پر رکھ لیا، اس کی پیٹھ تھپکتی ہوئی کانپتی آواز میں بولی،
"تم اتنی ہراساں کیوں ہو ناہید! میں ۲۵ تاریخ کے بعد بھی زندہ رہوں گی۔ جب تک زندہ ہوں میرے اور تمہارے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں ہو سکتی، میں یہاں آؤں گی، اور جب تک جی چاہے گا رہوں گی، تم وہاں

آئے گی، اور میں جب تک چاہوں گی تمہیں رکھوں گی، صرف تمہی کو نہیں
سلطانہ کو بھی، اشفاق کو بھی، اختر کو بھی!"

"اور اگر وہ تمہیں لندن لے گئے!"

فاخرہ نے مسکراتے ہوئے کہا،

"نہ وہ ابھی لندن جا رہے ہیں، نہ مجھے لے جائیں گے، اور اگر لے گئے
بھی تو کوئی زبردستی ہے، میں نہیں جاؤں گی!"

ان باتوں سے ناہید کی کچھ ڈھارس ہوئی، وہ کہنے لگی،

"ہاں اگر وہ کہیں تو بھی تم لندن جانے سے انکار کر دینا، ذرا سوچو تو
بغیر تمہارے امی کا کیا حال ہوگا، وہ بے چاری تو بے موت مر جائیں گی تمہیں دیکھ
دیکھ کر تو وہ جیتی ہیں۔ سلطانہ کا کیا حال ہوگا، ذرا تمہیں آنے میں دیر
ہوتی ہے، اور وہ جا کر دروازے پہ چٹان کی طرح جم جاتی ہے، اف
کتنا کھلنڈرا ہے لیکن تمہارے بغیر اسے چین نہیں، یہی حال اشفاق کا ہے۔"

فاخرہ نے کہا، "سب کا حال کہہ گئیں، اپنے آپ کو چھوڑ گئیں، تم بھی
زندہ رہ سکتی ہو بغیر میرے!"

پھر اس نے ناہید کے سر پہ محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

"ہاں یہ سب باتیں میں جانتی ہوں، اسی لئے کبھی اور کسی قیمت پر بھی
اس شہر سے باہر نہیں جا سکتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امی اتنی سخت بیمار
ہیں انہیں کوئی صدمہ نہیں پہنچنا چاہئے، ۔۔۔

پھر کچھ سوچتی ہوئی بولی،

"لیکن ناہید امی نے اتنی جلدی تاریخ مقرر کر دی اچھا نہیں کیا۔ میں تو ہمیشہ فخری سے بھی کہتی رہی تھی کہ جب تک امی ابھی نہیں مر جاتیں اس وقت تک شادی کا صرف تصور کیا جا سکتا ہے، وہ عمل میں نہیں آسکتی، —"

ناہید نے کہا، "لیکن آپا فہمیدہ بیگم اور ان سے بڑھ کر شمی تو آج اتنے فیصلہ کن موڑ میں تھیں کہ اگر شاید التوا پر اصرار کیا جاتا تو وہ رشتہ ہی منسوخ کر دیتیں، —"

(۶)

فاخرہ یہ سن کر چونک پڑی،

"اچھا، —

ناہید نے کہا،

ہاں آپا، —

اور پھر اس نے شمیؔ اور فہمیدہ بیگم کی گفتگو دہرا دی،

اتنی دیر میں فاخرہ اپنی اس کیفیت پر جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا، بڑی حد تک غالب آ چکی تھی، اس نے کہا۔

"خیر اللہ کی اس میں بھی کوئی مرضی ہو گی،! — مرضی مولا از ہمہ اولیٰ —!

ناہید نے گویا اس کی تائید کرتے ہوئے کہا،

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی،!"

"وہ کیا ناہید؟"

"فہمیدہ اور شمی ہم لوگوں کو اتنا حقیر بھی سمجھتی ہیں اور شادی

[illegible] یہ اتنی بےفکر بھی نہیں، یہ کیا ماجرا ہے؟"

ناخرہ نے کہا، "بات بالکل صاف ہے، تعجب ہے تمہاری سمجھ
میں نہیں آئی!"

وہ بولی، "اسی لئے تو پوچھ رہی ہوں!"

ناخرہ نے اُسے بتایا،

"ظاہر ہے یہ لوگ خوشی سے تو مجھے اپنی بہو بنانے پہ رضامند نہیں
ہیں، ظاہر ہے یہ امیر کبیر، ہم غریب اور حقیر، ہمارا ان کا جوڑ کیا، ان کی آرزو
اور تمنا بھی تھی کہ کسی امیرزادی کو بیاہ کر لائیں تاکہ خاندان کی دولت، عزت
میں اور اضافہ ہو، مجھ سے اُنہیں کیا ملے گا، ـــ!"

"ہاں یہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا!"

"لیکن منزی کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پڑے، اکلوتا لڑکا
ہے، آزاد اور خودمختار ہے اس سے خفا کر کے رکھنے میں حرج زیادہ ہے، وہ
[illegible] میں نہیں!؟"

"لیکن تم سے کہیں یہ ماں بیٹی بن کر کسر نہ نکال دیں!"

ناخرہ ہنسنے لگی، اس نے کہا،

"وہ بھاگی کہاں جی، ـــ مجھ سے کیا کسر نکالیں گی، میں نے ان کی کونسی
[illegible]؟"

وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگی،

"کچھ بھی نہیں، مگر ساتھ چرایا ہے!"

فاخرہ کو ہنسی آگئی، اس نے کہا،

"ہاں بہن یہ بات تو ہے، اچھا بابا ہے، ڈاکہ ڈالا ہے اس بیچارے
"کچھ بھی ہو، مجھے ان لوگوں کے طور اچھے نظر نہیں آتے!"

"مجھے بھی نظر نہیں آتے لیکن مجھ میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ میں پروا نہیں کرتی اور تم خواہ مخواہ اس فکر میں گھلی جا رہی ہو۔

"مجھے تو رہ رہ کر تمہارا خیال آتا ہے!"

"وہ تو میں جانتی ہوں، لیکن تم نے مجھے مٹی کا مادھو کیوں سمجھ لیا ہے! میں اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں، میں جانتی ہوں اگر مجھ پر حملہ کیا جائے تو کس طرح اس کا دفاع کرنا چاہیئے!"

دفعتاً ناہید کے منہ سے خوشی کا ایک ترانہ نکلا۔

"آہا، رخشی آپا، رخشی آپا!"

فاخرہ نے منہ موڑ کر دیکھا تو رخشی پاس کھڑی مسکرا رہی تھی،

فاخرہ نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے پوچھا،

"یہ اس وقت بے سان گمان کہاں سے ٹپک پڑیں تم!"

وہ کہنے لگی، "ناگوار ہوا ہو تو واپس چلی جاؤں!"

فاخرہ نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا اور کہا۔

"جا سکتی ہو تو جاؤ!"

بخشی نے اطمینان سے پاس بیٹھتے ہوئے کہا،

"بہت گھل مل کر باتیں ہو رہی تھیں دونوں بہنوں میں!"

زاہدہ نے کہا، "آپ ہی کی تو کسر تھی، اچھا ہوا آپ آگئیں، کئی اہم باتیں جو زیر غور ہیں!"

بخشی نے مذاق اُڑانے کے انداز میں کہا،

"اوہ — مراحل! — ذرا ہم بھی تو سنیں!"

زاہدہ نے کہا، "پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ مہینے کی ۵ ہ تاریخ کو آپا اس کی رخصت ہو رہی ہیں!"

بخشی اچھل پڑی، "واقعی! — کیوں فاخرہ!"

فاخرہ نے بے پروائی سے جواب دیا،

"ہاں —"

بخشی نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔

"کیسا چپ چپاتے، اور ہمیں خبر بھی نہیں!"

وہ بولی "ایک دن اسی طرح میں دنیا سے بھی رخصت ہو جاؤں گی
اور تمہیں خبر نہ ہوگی!"

رخشی نے ڈانٹا "خبردار، خاموش!"

وہ خاموش ہوگئی، اتنے میں سلطانہ دوڑی دوڑی آئی اور ناہید کا
ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتی ہوئی بولی،

"چلیے امی نے بلایا ہے آپ کو!"

اس نے کہا "اچھا اچھا چلتی ہوں!"

وہ ضد کرنے لگی، "نہیں ابھی چلیے، ورنہ وہ مجھ سے خفا ہوں گی
کہ لے کر کیوں نہ آئی!"

ناہید اٹھ کھڑی ہوئی "اللہ ری لڑکی، کیسی قینچی کی طرح زبان چلتی
ہے، چل اور اگر نہ بلایا ہوا امی نے تو دونوں کانوں کے بیچ میں تیرا سر
کر دوں گی، سمجھی!"

وہ اقرار میں گردن ہلاتی ہوئی بولی،

"ہاں سمجھ گئی!"

ناہید نے جاتے جاتے رخشی سے کہا،

"میں ابھی آتی ہوں، کہیں کھسک نہ جانا میرے پیچھے!"

وہ بولی "لیکن جلدی آنا، مجھے بہت کام ہیں گھر میں، زیادہ دیر
نہ رک سکوں گی!"

وہ جاتے جاتے بولی۔

"اطمینان رکھو، ابھی آتی ہوں،!"

پھر کچھ روٹھتی ہوئی بولی،

"ہم تو تمہارے ہاں دن دن بھر رہیں، اور تم کبھی بھولے بسرے آؤ، تو آتے ہی جانے کے لئے دوپٹہ سنبھالنے لگو، ویسے آؤں گی، اگر تم چلی گئیں تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا،!"

اس نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا،

"اچھا بھائی نہیں جاؤں گی، جب تک تم آ نہیں جاتیں، تشریف تمہاری بیٹھی رہوں گی، لیکن جاؤ تو کسی طرح، آنے کا سوال تو اس کے بعد ہی پیدا ہوگا،!"

جاتے جاتے فاخرہ نے کہا۔

"بزدل — ڈر گئی ایک ہی ڈانٹ میں،!"

پھر اس نے سلطانہ کی انگلی پکڑی، اور اس کے ساتھ ماں کے کمرے میں آئی، ممانی نے نہ جانے کیوں اس وقت بلایا تھا،!"

ناہید نے فاخرہ کے جانے کے بعد کہا،

"آپ بیٹھے ہیں، جائیے کہ ابھی آتی، بس دو منٹ میں،!"

رشی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا،

"مجھے چائے وائے نہیں چاہئے، چپ چاپ بیٹھ جاؤ سیدھی طرح،!"

(۸)

سلطانہ فاخرہ کا ہاتھ پکڑے گویا اُسے کھینچتی ہوئی امی کے کمرے میں پہنچی اور فاتحانہ انداز میں کہنے لگی۔

" بڑی مشکل سے لائی ہوں، آ نہیں رہی تھیں،!"

وہ بولی، " ہاں اور کیا تو تو مجھے گھسیٹتی لائی ہے ورنہ میں تو بھی گئی"

امی نے سلطانہ سے کہا۔

" جاؤ کھیلو، مجھے ذرا باتیں کرنے دو،!"

وہ آکر فاخرہ کی گود میں بیٹھ گئی، اور کہنے لگی،

" میں بالکل چپ بیٹھوں گی امی"

امی اپنے فیصلے کا پھر اعادہ کرنے والی تھیں کہ فاخرہ نے کہا

" بیٹھا رہنے دیجئے، وہ کیا بگاڑے گی،!"

گویا اس فیصلے کو امی نے مان لیا، سلطانہ تن کر فاخرہ کی گود میں بیٹھ گئی، آج اس نے دو شکستیں دی تھیں، ایک، فاخرہ کو دوسری ...

سلطانہ کے بالوں سے کھیلتے ہوئے فاخرہ نے ماں سے دریافت کیا

"آپ نے مجھے بلایا تھا؟"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولیں،

"ہاں بیٹی بلایا تھا،!"

پھر انھوں نے ایک حسرت بھری نظر بیٹی پر ڈالی اور کہا۔

"ایک ماں کی سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ اپنی لڑکی کو بیاہ دے، اس کے ہاتھ پیلے کر دے، میری یہ آرزو پوری ہو رہی ہے، لیکن بیٹی میں خوش نہیں ہوں،!"

فاخرہ نے ماں کی طرف دیکھا، وہ نقاہت اور کمزوری کی تصویر بنی بستر علالت پہ دراز تھیں، آنسو بہہ بہہ کر رخساروں پہ ڈھلک رہے تھے۔!

اس بوڑھی عورت کو، اس بدقسمت عورت کو اس عورت کو جس نے اس طرح اپنی بچیوں اور بچوں کو پالا تھا جس طرح مرغی تمام آفتوں اور خطروں کو اپنے اوپر لیتی ہوئی انہیں اپنے پر دل میں چھپا لیتی ہے، وہ کتنا چاہتی تھی، وہ کتنا زیادہ چاہتی تھی، اسے خوش رکھنے کے لئے اسے ہر غم، ہر فکر اور ہر پریشانی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس نے اپنی قربانی دینی گوارا کر لی تھی۔

پھر بھی یہ خوش نہیں تھی،!

پھر بھی اس کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک رہے تھے،!"

اس نے آہستہ سے سلطانہ کو گود سے اتارا اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے کہا۔

"ذرا باہر جا کر کھیلو، تم تو کہنا مان بیٹی ہو، !"

یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر اس نے کوئی حجت نہیں کی چپ چاپ باہر چلی گئی، فاخرہ اُٹھ کر ماں کے پاس آگئی، زمین پر بیٹھتے ہوئے اس کی پٹی سے لگ کر اس نے کہا،

"امی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ! — آخر کس طرح میں آپ کو خوش دیکھ سکتی ہوں! امی یقین کیجئے، آپ کو خوش دیکھنے کے لیے میں اپنی جان کی بازی بھی لگا سکتی ہوں —

کمزور اور نحیف آواز میں امی نے کہا۔

"ہاں بیٹی تو سچ کہتی ہے، — میں جانتی ہوں تو نے جان کی بازی لگا دی ہے، مجھے خوش رکھنے کے لیے، لیکن میری بدقسمتی دیکھ میں پھر بھی خوش نہیں ہوں، —

فاخرہ نے ماں کے کمزور ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "تو پھر بتائیے، آپ کس طرح خوش ہو سکتی ہیں کہ میں آپ کو خوش رکھ سکوں، !"

امی نے کہا "ان باتوں کو چھوڑ بیٹی، تیرے دل میں بھی چور ہے میرے دل میں بھی، اور ہم دونوں کا دل اتنا کمزور ہے کہ اس چور کو پکڑ نہیں سکتے، جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہی ہے، اس میں بھی خدا کی مصلحت ہوگی، میں نے تو یہی سوچ کر خاموشی اختیار کر لی ہے، تو جواب دے انکار نہ کر، مجھے بہلانے کی کوشش نہ کر میں جانتی ہوں، تو نے

اپنی بوڑھی ماں کے لئے، بہنوں کے لئے، بھائیوں کے لئے اپنے آپ کو قربانی کا بکرا بنایا ہے، اللہ تجھے اجر دے گا ۔ !"

فاخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

امّی کا سانس یہ باتیں کرتے میں پھول گیا تھا، ذرا دیر سستا کر انھوں نے کہا،

"چراغ کا تیل ختم ہو چکا ہے، بتی بجھنا چاہتی ہے، ہوا کا ایک معمولی سا جھونکا بھی اس ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کر سکتا ہے"

وہ پھر رُک گئیں، اور سستانے کے بعد کہنے لگیں،

"غم اس کا ہے کہ اس مہینے کی ۲۵ ر تاریخ کو تیری شادی ہو رہی ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ !"

فاخرہ نے فریاد کناں لہجے میں کہا،

"امی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ؟ اب آپ کو کرنا ہی کیا ہے جو نہیں کر سکتیں، آپ نے سب کو پالا پوسا، کھلایا پہنایا، پڑھایا لکھایا، اتنا بڑا کر دیا، اب آپ کو کچھ کرنا بھی نہیں چاہیئے، اب تو آپ کے آرام کا وقت ہے، یہ ہمارا فرض ہے کہ جتنا زیادہ ہو سکے آپ کو آرام پہنچا سکیں ۔ !"

فاخرہ کی اس بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے وہ کہنے لگیں۔

"تو اس گھر سے اس حالت میں رخصت ہوگی، نہ تیرے پاس زیور ہوگا، نہ تیرے پاس تھان جوڑے ہوں گے، دو چار بھی نہیں، نہ فرنیچر ہوگا، نہ برتن ہوں گے، کچھ بھی نہیں ہوگا ۔۔۔ !"

فاخرہ نے اپنے گریہ بے اختیار کو ضبط کرتے ہوئے کہا،
ہاں یہ کچھ نہیں ہوگا لیکن ایک چیز ہوگی، ان تمام چیزوں سے کہیں زیادہ قیمتی، کہیں زیادہ قابل فخر، اور بہت زیادہ گراں مایہ ——!
یہ عجیب سی بات سن کر امی پہلے تو حیرت بھری نظروں سے دیکھتی رہیں، پھر اپنا اشتیاق ضبط نہ کرسکیں پوچھا۔
"کیا چیز ہے بیٹی!!"
فاخرہ نے جواب دیا،
"وہ چیز ہے آپ کی دعا، — ماں کی دعا، جو سیدھی عرش تک پہنچ ہے اور مجھے فخر ہے کہ یہ نعمت مجھے حاصل ہے!!"
امی کا ہاتھ اب تک فاخرہ کے ہاتھ میں تھا وہ ہاتھ اس کے کانوں تک پہنچا، اس کمزور اور لرزتے ہوئے ہاتھ کے لمس نے فاخرہ کو ایک دوسری دنیا میں پہنچا دیا، اس پر اس وقت ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی، ایک نشہ تھا، اس نے ماں کے ہاتھ کو اپنے گال پر، اور اپنے ہاتھ ماں کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔
امی اس طرح تو میں بڑی خوشی سے مر بھی سکتی ہوں، آپ کی گود
امی نے جلدی سے ہاتھ ہٹا لیا اور کہا۔
"خدا نہ کرے بیٹی یہ کیا بدفالی نکال رہی ہے، منہ سے، مری تیرے دشمن!!"
وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"مطمئن رہیئے کوئی نہیں مرے گا،"!

امی نے کہا، "کیا میں بھی نہیں!" —— لیکن شاید مجھے زندہ رہنا بھی نہیں چاہیئے،!"

فاخرہ پر پھر افسردگی کی کیفیت طاری ہو گئی، اس نے کہا، امی خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے، آپ زندہ رہیں گی، آپ کو زندہ رہنا چاہیئے، اپنے لئے میرے لئے، ناہید کے لئے، سلطانہ کے لئے، اختر اور اشفاق کے لئے، کیا آپ ان سب کی جان لینا چاہتی ہیں —— ،!"

امی نے شفقت اور محبت سے بھرپور نظر فاخرہ پر ڈالی اور کہا، "خدا نہ کرے ایسا کیوں ہونے لگا، میں نے راتوں کو جاگ جاگ کر تم سب کی درازی عمر و اقبال کی دعائیں مانگی ہیں، کیا وہ رائیگاں جائیں گی ،!"

فاخرہ نے کہا،

"پھر اس طرح کی باتیں بھی نہ کیجئے ،!"

امی نے کہا، "اچھا بیٹی نہیں کہتی، نہیں کہوں گی، — لیکن میں اس لئے بلایا تھا تجھے کہ اب ۲۵ تاریخ تو نہیں ٹل سکتی، اور ہمارے پاس خدا کے نام کے سوا کچھ بھی نہیں، کیا تو ایک کام نہیں کر سکتی!"

وہ آمادگی اور مستعدی کے ساتھ بولی،

"بتائیے، آپ جو کچھ کہیں گی، کروں گی ،!"

"تو جتنی جگہ ٹیوشن کرتی ہے نا بیٹی!"

"جی ہاں، — پھر؟"

"ان جگہوں سے دو دو سو روپیہ پیشگی یا قرض کے طور پر لے لو، تیرے بعد ناہید جایا کرے گی ٹیوشن کرنے، ہر مہینے وہ فیس کی آدھی رقم کاٹ لیا کریں، اس طرح چند ماہ میں ادا ہو جائے گا!"

ناخرہ نے کہا "امی اس طرح ہو تو سکتا ہے، اس لئے کہ وہ گھرانے بڑے شریف ہیں، اور وہاں کے لوگ مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آتے ہیں، لیکن آخر اس کی ضرورت کیا ہے!"

انہوں نے جواب دیا۔

"بیٹی ضرورت کیسے نہیں ہے مانا کہ تمہیں جہیز نہ دے سکوں گی، زیور، کپڑے، برتن، فرنیچر کچھ نہ دے سکوں گی، پھر بھی کم سے کم دو جوڑے تو ہوں، ہاتھ میں دو چوڑیاں تو ہوں، کان میں بندے تو ہوں، زیادہ نہیں دس بارہ برتن تو ہوں، کچھ اور نہیں، مسہری اور کچھ کرسیاں، اور ایک میز تو ہو بیٹی، میری بچی یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ لوگ بارات لے کر آئیں اور ہمیں کہنا پڑے، یہ لڑکی بیٹھی ہے اسے لے جاؤ، !"

بات فاخرہ کی سمجھ میں آگئی، اس نے کہا۔

"اچھا اگر آپ کہتی ہیں تو اس رقم کا بندوبست ہو جائے گا، مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ انکار نہیں کریں گے۔ لیکن امی یہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے، اس سامان میں تو کچھ نہیں ڈیڑھ ہزار روپیہ تو ضرور لگ

جائے گا، پھر چار سو میں ڈیڑھ ہزار کا سامان کس طرح آئے گا؟"

انھوں نے اپنے سرہانے سے سونے کے دو زیور نکالے، پرانے ہو چکے تھے، لیکن اس کی مالیت، کسی طرح ہزار بارہ سو سے کم کی نہیں تھی، کہنے لگیں:

"انہیں فروخت کر دوں گی، خدا نے چاہا تو ہزار روپے مل ہی جائیں گے۔"

ناجرہ نے حسرت بھری نظروں سے ان زیورات کی طرف دیکھا اور کہا۔

"امی انہیں نہ فروخت کیجیے، پھر کسی وقت کام آئیں گے، ابھی تو امید باقی ہے، سلطانہ ہے۔"

امی نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا "ہر معاملے میں ضد نہ کیا کر۔"

(۹)

ناشرہ کے جانے کے بعد رخشی اور ناہید میں باتیں شروع ہوگئیں، اس نے پوچھا،

"یہ اتنی جلدی تاریخ کیسے مقرر ہوگئی، ؟"

ناہید نے مغموم لہجے میں جواب دیا،

"آپا کیا کہوں، ! میری تو عقل حیران ہے، سمجھ میں نہیں آتا، یہ کیا ہورہا ہے، یا اس کا انجام کیا ہوگا ؟ یہ بیڑا پار بھی لگے گا یا نہیں!"

رخشی نے فکرمند لہجے میں سوال کیا،

"آخر بات کیا ہے کچھ کہو بھی تو سہی ناہید !"

ناہید نے امید بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"آپا آپ سے کوئی پردہ تو ہے نہیں، میں تو سمجھتی ہوں، خدا نے مجھے دو بڑی بہنیں دی ہیں ایک ناشرہ آپا، ایک آپ، میں نے جتنے جتن کرنے تھے سب کر ڈالے مگر یہ گتھی میرے سلجھائے تو نہیں سلجھ سکتی، شاید آپ کچھ کر سکیں ـــ!"

اس کے بعد اس نے وہ ساری باتیں دوہرا دیں، جو آج پیش آئی تھیں
ہ اور رخشی کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار بھی کر دیا، امی کی جو رائے
زہ اور لکھڑی کے بارے میں تھی، وہ بھی بتا دی، ابھی تھوڑی دیر پہلے
ں میں اور فاخرہ میں جو باتیں ہوئی تھیں وہ بھی دہرا دیں، یہ سب کچھ
ہنے کے بعد اس نے کہا،

”آپ ہی بتائیے، آپا یہ سب کیا ہے؟“

ناہید کے بغیر بتائے ہوئے بھی رخشی سب کچھ سمجھتی اور جانتی تھی، اس
ے بڑھ کر اس بات کا راز دار اور کون ہو سکتا تھا، کہ فاخرہ یہ شادی کر کے
بت قربان کر رہی ہے، لیکن یہ باتیں وہ زبان پہ نہیں لائی، اس نے

”واقعی عقل حیران ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا، بہر حال خدا کی مصلحت
س ہوگی، اس کی مرضی پہ شاکر رہنا چاہئیے۔“

ناہید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

”وہ تو میں جانتی ہوں قدرت کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے، اور اس کے
ے آدمی بے بس ہو جاتا ہے، لیکن آپا یہ بھی تو سوچئے اس سے بڑھ کر
کوئی ظلم ہو سکتا ہے کہ ان کی شادی اس طرح کر دی جائے کہ نہ دان ہو
اس طرح وہ جائیں گی تو سسرال میں کیا وقعت ہوگی، مانا لکھڑی بھائی
ہوتے ہیں، وہ زر و مال کے بھوکے نہیں ہیں، انہیں آپا کے سوا کچھ نہیں
ہئے پھر بھی دنیا داری نباہنا ہے، کم سے کم دکھاوا تو کرنی پڑے گی بارات کی،

زیادہ نہیں دس بارہ جوڑے تو ہوں، نئی نویلی دلہن کے لئے تھوڑے سے زیورات بھی ہونے چاہئیں، کچھ برتن، کچھ فرنیچر، یہ سب کہاں سے آئے گا، میں جانتی ہوں نہیں آ سکتا، لیکن کیا یہ ڈوب مرنے کا مقام نہیں ہے!"

رخشی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"ناہید تم میرے ایک سوال کا جواب دو بالکل سچ سچ!"

جی کہئے —

"مروت اور لحاظ کی سند نہیں، جواب بالکل کھرا اور سچا ہونا چاہئے!"

"ایسا ہی ہوگا آپ پوچھئے تو سہی!"

"کیا واقعی تم مجھے اپنی بہن سمجھتی ہو!"

"خدا جانتا ہے فاخرہ آپا کی طرح!"

"کیا تم میری ایک رائے کو امانت رکھ سکتی ہو اپنے پاس!"

ضرور، ضرور —

"کیا تم میری ایک التجا قبول کر سکتی ہو!"

"یوں نہ کہئے، حکم دیجئے، پھر دیکھئے، میں تعمیل کرتی ہوں یا نہیں!"

"میں نے تھوڑے تھوڑے کر کے ایک ہزار روپے جمع کئے ہیں کسی کو بھی حتیٰ کہ امی کو بھی پتہ نہیں ہے، یہ رقم صرف میری ہے، اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس رقم کی میں مالک ہوں کل تم میرے پاس کیوں آئیں، یہ روپے لے لو، یہ عطیہ نہیں ہے، قرض ہے، قرض حسنہ، جب

…صورت سے واپس کر دینا، لیکن فاخرہ کو ہوا بھی نہ لگنے پائے اس کی
…وئی بہانہ کر دینا اگر وہ سوال کرے، مگر میرا نام کسی طرح بیچ میں نہ
…آئے، ورنہ وہ مجھ سے بھی روٹھ جائے گی، اور تم سے بھی، یہ روپیہ
…ام میں لاؤ، کچھ نہ کچھ تو اس سے کام چل ہی جائے گا ؟!"
…ہمیدا اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار نہ کر سکی، یہ رقم اسے
…دد غیبی نظر آئی اس نے کہا،
…سوچوں گی، — لیکن وہ راز کیا تھا، جس کا آپ ذکر کر رہی تھیں ؟"
…رخشی نے بتایا "یہی راز ہے جو امانت کی طرح تمہارے پاس محفوظ
…ے گا۔ فاخرہ کو یا کسی کو اس کی بھنک بھی نہ لگنے پائے، اور یہی میری
…تا بھی ہے، اگر تم نے میری یہ التجا قبول نہ کی، تو پھر نہ تم میری بہن، نہیں
…ہاری، پھر ہمارے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہ جائے گا۔ بتاؤ کیا
…یصلہ کیا تم نے ؟"
…ل میں تو وہ اس پیش کش کو قبول کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی، بظاہر تذبذب
…کے ساتھ گویا ہوئی،
…"آپا آپ کی اس پیش کش کے قبول کرنے میں مجھے کیا تامل ہو سکتا
…ہے، میں تو صرف زبان سے یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو بہن سمجھتی ہوں آپ نے
…ثابت کر دیا، اس زمانے میں ان لوگوں سے جن سے خون کا رشتہ ہے،
…توقع نہیں کی جا سکتی، آپ نے وہ کیا جو صرف ایک سگی بہن — وہ
…بھی بہن نہیں کوئی کوئی — کر سکتی ہے، لیکن ڈرتی یہ ہوں کہ اگر

کسی طرح آپا (فاخرہ) کو پتہ چل گیا تو کیا ہوگا، ؟"

رخشی نے پیار بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی "بے وقوف کہیں کی، — فاخرہ کو تو صرف اس وقت پتہ چل سکتا ہے، جب میں کہوں، یا تم یہ راز افشا کرو، ہم دونوں اگر اپنی زبان بند رکھیں، تو اس کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں چل سکتا، !"

"اگر انہوں نے پوچھا کہاں سے قرض لیا ہے تب کیا جواب دوں گی؟ کہہ دینا کوئی بہانا، کسی کا نام لے دینا، یوں کہہ دینا یہ سامان قسط پر قرض لیا ہے، ہر مہینے پچاس روپے دینا پڑیں گے، مجھے گواہی میں پیش کر دینا، میں تائید کر دوں گی، ؟"

ناہید خوش ہو گئی اس نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں آپا یہ ٹھیک ہے، اس طرح کام بن جائے گا بلکہ کہہ دوں گی یہ سامان آپا رخشی کی ملکیت ہے، میں نے قرض لیا ہے، پیچ بیٹ کرچ ہو رہیں گی، پھر بات کا تبنگڑ نہیں بنے گا، !"

رخشی نے بھی تائید کی، ہاں بڑی صائب رائے ہے ایسا ہی کرنا، پھر اُس نے پوچھا؟ تو کل تم کس وقت آ رہی ہو! میں خود ہی آ جاتی لیکن میرا آنا مصلحت کے خلاف ہے، بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ دو دیر سے کہ صراف کے ہاں چلے چلیں گے اور کچھ زیورات پسند کر کے خرید لیں گے، باقی روپیہ اپنے سامنے آنا، !"

ناہید راضی ہو گئی اور کہنے لگی،

"بہت اچھا آجاؤں گی، چار بجے سہ پہر کو آؤں گی، آپ کو فرصت ہو گی اُس وقت؟"

رخشی نے جواب دیا "تم جس وقت بھی آؤ گی مجھے تیار پاؤ گی۔"

(۱۰)

ناہید اور رخشی کی گفتگو ختم ہوئی تھی کہ فاخرہ آگئی، رخشی نے کہا،
"واہ بھئی یہ بھی اچھی رہی، — طاقت میہماں نہ داشت خانہ بہ مہمان گزاشت، ہم یہاں انتظار میں سوکھے جا رہے ہیں اور آپ سیر سپاٹے میں لگی ہوئی ہیں، ! اچھا بھئی ہم چلے !"
فاخرہ نے کہا، "واہ ابھی سے کہاں چلیں، تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں — ! ناہید تم نے چائے نہیں پلائی، رخشی کو اس لئے خفا ہو کر جا رہی ہے، اس کا بس چلے تو پانی کی جگہ چائے پیا کرے اتنی شوقین ہے یہ چائے کی، !"
ناہید جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئی،
"ابھی لائی، (چٹکی بجاتے ہوئے) یوں"
رخشی روکتی ہی رہ گئی مگر ناہید یہ جا وہ جا، !
"آخر اتنی جلدی کیا تھی اس جھٹ منگنی پٹ بیاہ کی !"
"فاخرہ نے ایک آہ سرد کے ساتھ جواب دیا،

جب ایک کام ہونا ہی ہے تو کیا آج کیا کل، جس قدر جلدی ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے،!"

رخشی فاخرہ کو تکتی رہی کچھ بولی نہیں، کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد، فاخرہ نے کہا،

"پھر ایک اندیشہ اور بھی تو تھا،!"

رخشی نے پوچھا،" اندیشہ کا ہے کا!"

وہ بولی،" ڈر تھا کہ کہیں سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل نہ جائے،!"

یہ کہہ کر وہ ہنسی، اس ہنسی کو صرف زہر خند ہی کہا جا سکتا تھا پھر اس نے کہا۔

"تم شاید سمجھیں نہیں اس اشارے کو!"

رخشی نے جواب دیا،" ہاں بالکل نہیں سمجھی،!"

فاخرہ نے چھت کی طرف تکتے ہوئے کہا

ماں بیٹی تو بہانہ ڈھونڈھتی ہیں کہ اس رشتے کو منقطع کر دیں وہ کہہ گئیں کہ اس مہینے کی ۲۵ ہی کو رسم انجام پا جانی چاہیئے، ورنہ ——— مطلب یہ کہ بات ختم، بے چاری امی اس ورنہ کا مقابلہ نہ کر سکیں، راضی ہو گئیں، یوں کہو راضی ہو جانا پڑا،!"

رخشی نے پوچھا،" اگر ان لوگوں کے دبدبے اور ٹھٹنے کا یہ حال ہے تو پھر لڑکی ان کے حملوں سے کیا بچا سکے گا تمہیں،!"

فاخرہ نے نظر بھر کر رخشی کو دیکھا اور کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہا کہ میں فخری سے امداد کی طالب ہوں گی اس نے تو اد کھلی میں سر دیا ہے، پھر مرحلوں سے ڈرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے"
ایک ٹھنڈی سانس لیکر رخشی نے کہا۔

"کچھ بھی ہو ناخرہ، یہ ہوا بُرا، تم اپنی جان سے گئیں، درشدی بھائی کہیں کے نہ رہے، فخری نہ جانے آگے چل کر کس طرح کا آدمی ثابت ہو — آخر کس مصیبت میں ڈال لیا ہے تم نے اپنے تئیں!!"
ناخرہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دو رخشی، یہ خدائی معاملات ہیں ان میں دخل دینا حماقت ہے، میں نے تو جوا کھیلا ہے، ممکن ہے جیت جاؤں ممکن ہے ہار جاؤں، لیکن کھیلا اس امید میں ہے کہ جیت جاؤں گی!!"
رخشی نے بھی گویا تائید ہی کی،
"کہتی تو ٹھیک ہو!!"

(۱۱)

اتنے میں ناہید چائے کی ٹرے لے کر آ گئی، اس نے رخشی سے کہا،
"آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ چائے پی تھی، میرے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے کا تو دور دور شہرہ ہے!"

رخشی نے مسکراتے ہوئے کہا،
"ہاں سنا تو ہم نے بھی ہے اب دیکھے لیتے ہیں، شنیدہ کے بود مانند دیدہ!"

اتنے میں ناہید نے چائے بنا کر پیالی اس کے سامنے رکھی اور ناظرہ سے پوچھا،
"تم پاؤ گی؟"

وہ بولی، "مجھے تو چائے سے نفرت ہے، معلوم ہی ہے تمہیں پھر پوچھنے سے کیا فائدہ!"

وہ پیالی بناتی ہوئی بولی،
"اچھا آج ہماری خاطر سے کفر توڑ لو، ذرا پی کر دیکھو تو سہی"

نظر آجائے تو ناہید نام نہ رکھنا،!

ناخرہ نے کہا یہ تو کوئی سزا نہ ہوئی، یہ نام تمھیں پسند کب ہے جو تم اسے بدلنے کی فکر میں ہو۔!"

"اچھا پھر کبھی نہ پینا، حرام کر لینا چاہئے کہ اپنے اوپر،!"

"گویا تمہارے بجائے اپنے آپ کو سزا دوں! — رخشی سن رہی ہو اس لڑکی کی باتیں، کتنی چالاک ہو گئی ہے یہ،!"

رخشی نے پیالی ختم کر کے ناہید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کہیں نہ ہو، آخر کس کی بہن ہے،!"

"ناہید ہنس پڑی کہنے لگی"

"یہ ہوئی بات، اب جواب دو تو جانیں،!"

ناخرہ نے کہا "لیکن میری بہن ہونے کے مقابلے میں تمہاری بہن ہونے کا زیادہ فخر ہے،!"

ناہید پھر ہنس پڑی، اس نے کہا،

"یہ ہوئی بات، رخشی آپا اس کا جواب دے سکیے تو ضرور دیجئے"

رخشی نے ایک دو ہتڑ ناہید کی پیٹھ پہ رسید کیا اور بولی،

"واہ ری لڑکی، چت بھی میری پٹ بھی میری، ناخرہ کی بات وزن دار نظر آئی تو اس کا قصیدہ پڑھنے لگی، میری بات پسند آئی تو میرا، —"

وہ قطع کلام کرتی ہوئی گویا ہوئی،"

"کلمہ پڑھنے لگی، ـــــ دیکھئے آپ کا کتنا خیال کرتی ہوں، قصیدہ فاخرہ کا پڑھتی ہوں، کلمہ آپ کا"!

فاخرہ نے رخشی سے کہا۔

"بھئی اس شیطان کی خالہ سے کوئی نہیں جیت سکتا"!

رخشی نے کہا "معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے، ذہین تو میں اسے ہمیشہ سے سمجھتی تھی، لیکن اتنی بڑی حاضر جواب اور شریر ہے یہ آج معلوم ہوا"!

ناہید نے پھر لقمہ دیا،

"لیکن پوری طرح نہیں ـــــ"

رخشی ہنسنے لگی، اس نے کہا،

"فاخرہ یہ ناہید تو بلا کے جان ہے، اس سے کس طرح پیچھا چھڑاتی ہو تم؟"

ناہید نے کہا "اچھا تو آپ پیچھا چھڑانے کی فکر میں ہیں"

وہ اٹھتی ہوئی "ہاں صرف اس وقت"!

پھر فاخرہ سے گویا ہوئی،

"بہت دیر ہو گئی امی انتظار کرتی ہوں گی اب جاتی ہوں، پھر انشاء اللہ آؤں گی کسی دن"!

فاخرہ سے رخصت ہو کر رخشی امی کے کمرے میں پہنچی انہیں سلام کیا خیریت پوچھی، دو منٹ ان کے پاس بیٹھی اور رخصت ہو گئی۔ ـــ

(۱۲)

راستے بھر وہ ناخرہ کے حال اور مستقبل پر غور کرتی رہی اور
کر اُس کی آنکھوں کے سامنے اس کی بیمار اور بوڑھی ماں کی تصویر
پھرنے لگتی تھی۔ اس نے اُنہیں اُمید دلائی تھی کہ انشاء اللہ آپ
جلد اچھی ہو جائیں گی، لیکن اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ جھوٹا دلاسا
تھا، اس بوڑھی عورت کو بیماری نے اور بیماری سے زیادہ غربت
نے اتنا نڈھال کر دیا ہے کہ اب یہ زندہ نہیں رہ سکتی، وہ دل ہی دل
میں کڑھ رہی تھی کہ بے چاری امی اپنی لڑکی فاخرہ کی زندگی کا نیا دور
دیکھنے کے لئے شاید کچھ دن بھی زندہ نہ رہ سکیں "!

یہ سب کچھ سوچتی ہوئی وہ گھر پہنچی، اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ
رشدی بیٹھا ہوا ہے، رشدی کو دیکھ کر طبیعت پر جبر کر کے اُسے مسکرانا
پڑا، اُس نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

"ارے رشدی بھائی آپ کب آئے"!

رشدی نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا،

"زیادہ نہیں صرف ایک گھنٹہ ہوا ہے،!"
رخشی نے بات بناتے ہوئے کہا،
"مٹھائی لائے ہوں گے آپ ہمارے لیے ایل ایل بی میں پاس
ہونے کی،!"
رشدی نے جواب دیا،
"میں ذرا کفایت شعار آدمی واقع ہوا ہوں فضول خرچی پسند
نہیں کرتا، تم بی اے پاس ہونے کی مٹھائی مجھے دو، میں ایل ایل بی میں
کامیاب ہونے کی مٹھائی تمہیں دوں، کیا اس سب سے یہ بہتر نہیں
ہے کہ ہم تم دونوں اپنے اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔!"
وہ بولی، "یہ نہیں ہو سکتا رشدی بھائی،!"
"کیوں اس میں کیا نقصان ہے،؟"
"بہت بڑا نقصان ہے،!"
"آخر معلوم بھی تو ہو،؟"
"آپ سیر بھر سے کیا کم مٹھائی لائیں گے، اس لیے کہ آپ بڑے
ہیں، اور میں صرف ایک بالوشاہی پہ ٹرخا دوں گی، اس لیے کہ چھوٹی
ہوں،!"
رشدی نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا،
"واہ بھئی تم تو بہت سمجھ دار ہوتی جاتی ہو، — ایک بالوشاہی
سے ہمارا کیا بنے گا۔؟"

وہ بولی، "بنے یا نہ بنے رسم تو ادا ہو جائے گی، اس ـــ ادھار میں ا

کی قائل نہیں ابھی پیش کیے دیتی ہوں !"

قبل اس کے کہ رشدی اسے روک سکتا، وہ برق جہندہ کی طرح

چلی گئی اور تھوڑی دیر میں چائے اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت

سی طشتری میں ایک بالوشاہی لیے گھس آ گئی اور کہنے لگی۔

"دیکھیے بات کے دھنی ایسے ہوتے ہیں، مجھ سے سبق لیجئے رشدی

بھائی !"

رشدی نے بالوشاہی کو منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہے پیاری ـــ جس روز تم ہمارے ہاں آؤ گی پوری ایک سیر مٹھائی

تمہارا انتظار کر رہی ہو گی !"

"ضرور آؤں گی، ممکن ہے کل ہی کسی وقت ٹپک پڑوں لیکن

یہ تو بتائیے پریکٹس کب اور کہاں شروع کر رہے ہیں۔؟"

(۱۲)

رشدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،
جلدی شروع کردوں گا، — لیکن یہاں نہیں نئی جگہ میں!!"
بخشی نے کہا، "واہ رشدی بھیا! جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا، اپنا
چھوڑکر دوسرے شہر میں آپ نے قابلیت کے جھنڈے بھی گاڑ دیئے
دل خوش ہوگا؟!"
رشدی نے کہا، "کہنی تو ٹھیک ہو بخشی، لیکن یہاں سے دل اُچاٹ
ہے، نئی جگہ ٹھیک رہے گی، !" اور وہاں میرا ایک کلاس فیلو
ہے، اس کی وکالت اچھی خاصی چل رہی ہے، اس کے ساتھ
ایک ہوکر کام شروع کردوں گا، اس میں سہولت بھی زیادہ ہے
اور کامیاب ہونے کی بھی توقع ہے!"
بخشی خاموشی سے یہ باتیں سنتی رہی، پھر کہنے لگی،
"لیکن اپنے شہر کی بات ہی اور ہوتی ہے، آخر آپ کا دل کیوں
اچاٹ ہوگیا ہے یہاں سے؟!"

وہ افسردگی کے ساتھ کہنے لگا۔

"بس ہو گیا!——

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالبؔ کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا!"

رخشی نے پوچھا "شاید خفا ہیں کسی سے آپ!"

رشدی کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، اس نے کہا،

"نہیں تم غلط سمجھیں، میں بھلا کس سے خفا ہو سکتا ہوں! ہاں اگر خفا ہو سکتا ہوں تو صرف اپنے آپ سے،!"

رخشی سب کچھ سمجھ رہی تھی، وہ فاخرہ کی تو راز داں تھی لیکن رشدی کی نہیں، رشدی رشتے میں اس کا بھائی ہوتا تھا، اور اس عمر میں کافی بڑا تھا، اس سے وہ بے تکلف ضرور تھی، لیکن، اس بے تکلفی میں خوردی اور بزرگی کی دیوار حائل تھی، یہی وجہ تھی کہ جب مرزا صاحب اس کے عشق میں مبتلا ہو کر رشدی کے پاس پہنچے تھے، اور اسے اندیشہ ہوا کہ یہ اس کے سامنے بھی وہ باتیں اُگل دیں گے جو فاخرہ کے سامنے اگل چکی تو وہ حواس باختہ ہو گئی تھی، وہ اس سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتی تھی جس سے وہ شرمندہ ہو جائے، جس سے وہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ اس کے راز سے اس کی کمزوری سے واقف ہے، لیکن وہ اسے ٹٹولنا بھی چاہتی تھی کہ اسے حالات سے باخبر بھی کر دینا چاہتی تھی، چنانچہ کافی تامل کے بعد اس نے کہا،

لیکن کب جا رہے ہیں آپ ؟"

اس نے جواب دیا ، "چلا تو آج ہی جاتا ، لیکن شاید کل ، ورنہ پرسوں

تک چلا جاؤں گا ، ؟"

وہ سراپا حیرت بن کر بولی ،

"ارے اتنی جلدی ، ؟ — اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ ناخدہ کی شادی

میں بھی شریک نہیں ہو سکیں گے — "

ناخدہ کا نام سن کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا ، اور اس کی شادی کا ذکر

سن کر ایسا معلوم ہوا جس طرح کسی نے سارے بدن کا خون سونت لیا

ہے ، لیکن اس نے ضبط سے کام لیا ، کوشش کی کہ مخاطب اس کی اضطرابی

کیفیت سے واقف نہ ہو سکے ، اس نے پوچھا ،

"ناخدہ کی شادی ! — کب ہو رہی ہے ، ؟"

وہ بولی ، "بس صرف پندرہ دن تو باقی رہ گئے ہیں ، اس مہینے کی ۲۵ تاریخ

ہے اور آج دس ہو چکی ہے ، !"

ایک افسردہ سے تبسم کے ساتھ رشدی نے کہا ،

"میں کیا کروں گا اس شادی میں شریک ہو کر ، ؟"

"کیوں ؟ — اتنا تو چاہتی ہے وہ آپ کو ، شاید دنیا میں سب سے

زیادہ ، !"

"ہاں محبت چاہتی ہے ، مجھے تسلیم ہے ، !"

"پھر اگر آپ اس کی شادی میں شریک نہ ہوئے تو اسے صدمہ نہیں

ہوگا؟"

رُشدی نے جواب دیا،

"نہیں ہوگا، نہ ہونا چاہیے، !"

"یہ کیوں رُشدی بھیّا — ؟"

"بھئی، میری اور فاخرہ کی راہ و رسم تمہارے واسطے سے ہوئی اور وہ بھی رسمی سی، نہ اتنے گہرے تعلقات تھے، نہ ہو سکتے تھے، نہ ہونے چاہئیں تھے کہ اس تقریب میں مجھے کوئی خاص اہمیت حاصل ہوتی!"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں!"

"(زیرِ لب تبسم کے ساتھ) کہہ جو رہا ہوں، !"

"میں نہیں مانتی، !"

"تم تو ہمیشہ کی ضدی ہو، نہ جانے کیا کیا نہیں مانتی ہو، تم سے کون جیت سکتا ہے، !"

"لیجیے، اب مجھ سے اُلجھ پڑے، !"

"اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں، !— لیکن تم بھی اس شکوۂ بے جا کو واپس لو، !— تمہیں کیا حق تھا یہ باتیں کرنے کا؟ شادی میں شرکت کی دعوت یا تو فخری کی طرف سے آنی چاہیے یا فاخرہ کے گھر والوں کی طرف سے، لیکن دونوں کے لئے میں غیر اور اجنبی ہوں، نہ دعوت آنی چاہیے نہ آئے گی، نہ میں شریک ہو سکتا ہوں نہ مجھے شریک ہونا چاہیے، !"

رخشی خاموش ہوگئی، کچھ دیر کے بعد رشدی نے کہا۔

"چپ کیوں ہو؟ شاید ناراض ہوگئیں، ہونا بھی چاہیے تھا، میں تمہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں، —— ضد کی ہے اور بات! مگر خیر کوئی نہیں۔۔!"

وہ ہنسنے لگی، پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"فاخرہ کو تو خیر چھوڑ دیجیے ۔۔۔ تو اس دنیا کی سب سے زیادہ بدقسمت اور مظلوم لڑکی ہے، لیکن فخری صاحب تو آپ کے بچپن کے دوست ہی تھے!"

"وہ بولا،" ہیں نہیں ۔۔۔ تھے ۔۔!"

"کیا اب نہیں؟"

"نہیں!"

"کیا کھٹ پٹ ہوگئی کچھ۔۔؟"

"ہاں کچھ یوں ہی سی۔۔!"

"کیا بات ہوئی تھی!"

"بس یوں ہی تھی ایک معمولی سی بات، اس کا مجھ کو کوئی شکوہ نہیں ہے، نہ فخری سے، نہ فاخرہ سے، جب فخری سے نہیں ہے جس سے اتنی ہی پرانی دوستی ہے جتنی میری عمر ہے، تو فاخرہ سے کیا ہو سکتا ہے جس سے یوں ہی صاحب سلامت تھی، یا زیادہ سے زیادہ معمولی سی رسم و راہ کہہ لو۔۔!"

رخشی نے بات بناتے ہوئے کہا،

"لیکن ابھی تو صرف تاریخ طے ہوئی ہے، دعوت نامے تو بعد میں جاری ہوں گے، ممکن ہے آپ کو مدعو کیا جائے!"

"اگر ایسا ہوا تو فرخ نگر سے انکار کا تار یا خط روانہ کر دوں گا، اور اگر جیب نے اجازت دی تو شاید کوئی معمولی سا تحفہ بھی، اس سے زیادہ اور کیا سکتا ہوں، رسمیات کا جواب اسی طرح دیا جا سکتا ہے!"

~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~

کچھ دیر تک خاموشی رہی، پھر جیسے دفعتاً رشدی کو کچھ یاد آگیا اس نے رخشی سے کہا،

"ناخرہ کے بارے میں یہ تم کیا کہہ رہی تھیں کہ وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ بدقسمت اور مظلوم لڑکی ہے؟ — اس سے تمہارا مطلب؟"

رخشی نے سوچا بات کسی نہ کسی حد تک کھول ہی دینی چاہیئے وہ بولی "میں نے غلط تو نہیں کہا رشدی بھائی —؟"

وہ کہنے لگا، "لیکن یہ کس طرح مان لوں کہ سچ کہا تھا؟"

رخشی نے جواب میں کہا،

"اس کی بدقسمتی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ سگے چچا موجود ہیں، عزیز موجود ہیں، قرابت دار موجود ہیں، لیکن بات بھی نہیں پوچھتا، کوئی ایک تنکا بھی روادار نہیں، اس کی شادی ہو رہی ہے، لیکن اس کی بیچاری بوڑھی ضعیف ماں اسے نہ جہیز دے سکتی ہے، نہ کپڑے دے سکتی ہے، نہ فرنیچر، نہ زیور، نہ برتن —— غریب سے غریب خاندان میں شادیاں ہوتی رہتی

ہیں، ہم نے، آپ نے، سب نے اس طرح شادیاں دیکھی ہیں، لیکن کیا
کیا کوئی ایسی شادی بھی دیکھی ہے جیسی فاخرہ کی ہو رہی ہے، ارے
جب سے یہ کیفیت اور حالت پیدا ہوئی ہے دل ہی دل میں خون کے
آنسو رو رہی ہوں، میں اس وقت وہیں سے آ رہی ہوں لیکن آج کی
ہوں راستے میں کئی مرتبہ میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔"

رشدی خاموشی سے یہ باتیں سنتا رہا، رخشی نے ایک لمحہ توقف کے
بعد کہا۔

"اور دنیا کی سب سے مظلوم ہستی وہ لڑکی ہے کہ اس سے شادی
کرنے پر مجبور ہے، جسے وہ بالکل نہیں چاہتی —"

رشدی نے بیقراری کے ساتھ پہلو بدلا، اور کہا،

"کیا کہہ رہی ہو رخشی؟!"

"وہ بولی، "رشدی بھیا میں غلط نہیں کہتی، یقین کیجئے سچ کہہ رہی
ہوں؟!"

رشدی نے کہا، "لیکن کس طرح تمہیں سچا مان لوں؟ میرے سامنے
اس نے اقرار کیا ہے وہ مجھ سے محبت کرتی ہے؟!"

ایک جوش کے ساتھ رخشی نے کہا،

"وہ جھوٹی ہے!— فریب دیتی ہے اپنے آپ کو بھی اور دوسروں
کو بھی، اصل بات کیا ہے وہ اس دنیا میں فاخرہ کے بعد اگر کسی کو معلوم
ہے تو مجھی کو ہے؟!"

وہاں ہو سکتا ہے، تمہارے اور فاخرہ کے تعلقات کتنے گہرے ہیں،
اچھی طرح جانتا ہوں، ۔۔۔ لیکن وہ جھوٹ کیوں بولتی ہے؟ کیوں اپنے
آپ کو اور دوسروں کو فریب دیتی ہے؟ کون اسے مجبور کر رہا ہے؟"
بڑے سکون کے ساتھ بھرے ہوئے لہجے میں رخشی نے جواب میں
صرف ایک لفظ کہا:

"فرض ۔۔۔"

رشدی نے بہت زیادہ مضطرب اور پریشان ہو کر پوچھا،
"یہ تم کیا کہہ رہی ہو رخشی! ۔۔۔ کیسا فرض؟ وہ کونسا فرض ہے جو اسے
اپنی مرضی کے خلاف ایک ایسے شخص سے شادی پر مجبور کر رہا ہے،
جسے وہ ذرا بھی پسند نہیں کرتی؟ ۔۔۔ بتاؤ جواب دو، میں معلوم کرنا چاہتا
ہوں!"

رخشی نے اس انداز میں جواب دیا،
"رشدی بھائی، یہ واقعہ ہے وہ فخری کو پسند نہیں کرتی، محبت کرنا
اور دوسری چیز ہے، وہ دل و جان سے ایک شخص کو چاہتی ہے، اور
اس کا دعویٰ ہے کہ وہ شخص اس دنیا میں سب سے اونچا شخص ہے،
وہ اس کے گن گاتے نہیں تھکتی وہ اس کی عزت کرتی ہے، اس کی عظمت
سے اس کا دل معمور ہے، وہ اسے دل و جان سے چاہتی ہے، لیکن
اسے چھوڑ کر وہ فخری سے شادی کر رہی ہے، تاکہ اپنی بوڑھی اور بیمار
ماں کا علاج کر سکے، تاکہ اپنی چھوٹی بہنوں کو پال سکے، تاکہ اپنے ننھے بھائیوں

کو پروان چڑھا سکے، اور انہیں کسی قابل بنا سکے۔ رشدی بھائی، لڑکی سے شادی کر کے، فاخرہ نے عورت کا مقام اور اونچا کر دیا ہے اس نے ثابت کر دیا کہ عورت فرض کے مقابلے میں ہر چیز قربان کر سکتی ہے، حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی، حتیٰ کہ اپنی محبت کو بھی، اس کردار کی مثال دنیا میں اگر کوئی ہستی پیش کر سکتی ہے تو صرف عورت، اور وہ بھی فاخرہ جیسی عورت میں تو اس کی عظمت کے سامنے سربسجود ہوں"!

"لیکن وہ کس سے محبت کرتی ہے"؟

"یہ نہیں بتاؤں گی، جانتی ہوں، مگر نہیں بتاؤں گی، اس نے مجھے منع کر دیا ہے، عہد لے لیا ہے، اس کا یہ خیال ہے کہ جس سے وہ محبت کرتی ہے وہ بھی اسے چاہتا ہے، لیکن آج تک دونوں نے محبت کا لفظ زبان سے نہیں نکالا ہے، دونوں کی محبت اتنی اونچی ہے کہ وہ الفاظ کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی، اس محبت میں پاکی ہے، تقدس ہے شرافت ہے، یہ محبت جسم کی نہیں روح کی ہے، یہ محبت وہ زندگی کے آخری سانس تک کرتی رہے گی۔ شوہر سے پورے طور پر وفا نباہنے کے باوجود اس محبت کو، جو اس کی سب سے قیمتی پونجی ہے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بتائیے رشدی بھائی فاخرہ اس دنیا کی سب سے مظلوم اور ستم رسیدہ اور بدقسمت لڑکی ہے یا نہیں؟ بتائیے رشدی بھائی کیا ایسی نادر اور شاندار مثالیں مل سکتی ہیں"؟

رشدی خاموشی سے رخشی کی باتیں سن رہا تھا، اس نے بڑی سنجیدگی

ور وقار کے ساتھ کہا۔

"نہیں، —"

اور پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوا، اُس نے کہا،

"رخشی اب میں جاتا ہوں، آج تو وقت نہیں رہا، لیکن کل ضرور چلا جاؤں گا، کیا تم مجھے کبھی کبھی خط لکھتی رہا کرو گی؟"

رشدی نے وعدہ کر لیا،

"ہاں ضرور، !"

(۱۵)

رخشی رات کو سونے کے لئے لیٹی تو دیر تک ناحزہ ہی کے خیالات آتے رہے، اسے واقعی اس سے وہی تعلق تھا، جو ایک بہن کو بہن سے ہوتا ہے، وہ اس کی حالت پر کڑھتی رہی، غزل کے آنسو روتی رہی اور اس کے لئے کر بھی کیا سکتی تھی! ایک ہزار روپے جو نہ جانے کب سے جمع کرتے کرتے جمع ہوئے تھے، یہ سوچ کر خوش تھی کہ کل نابید کو دے دے گی اور اس سے شادی کے بندوبست میں کچھ نہ کچھ سہولت تو ہو جائے گی، پھر سوچنے لگتی اتنی چھوٹی سی رقم سے کیا ہو سکے گا! خیر بالکل نہ ہونے سے کچھ ہونا تو بہر حال بہتر ہے،

یہی سوچتے سوچتے نہ جانے کب لیکن بڑی دیر میں اسے نیند آئی، صبح وہ دیر سے اٹھی، حالانکہ معمولاً گھر میں سب سے پہلے وہی بیدار ہوا کرتی تھی، اتنی دیر میں جاگنا ہی اس بات کا ثبوت تھا کہ رات کو بہت دیر میں اسے نیند آئی تھی، جلدی جلدی اٹھ کر حوائج ضروری سے فراغت کی، وضو کیا، فجر کی قضا نماز پڑھی، ایک رکوع قرآن کی تلاوت کی، تھوڑا

بند کیا اور اخبار لے کر بیٹھ گئی، نظریں اخبار پہ جمیں، خیالات
ں میں لگے ہوئے تھے۔ بس رہ رہ کر یہی ایک خلش پیدا کرتی تھی،
وہ کی یہ قربانی کہیں اس کی جان تو نہ لے لے گی،!"

اتنے میں کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی، اس نے نظر اٹھا کر دیکھا
ایک شوخ اور طرار لڑکا سامنے کھڑا تھا، اسے دیکھتے ہی بے ساختہ
رشی کے منہ سے نکلا،

"ارے نہمی تو! — اتنے سویرے سویرے کہاں سے
ٹپک پڑا!"

وہ مسکراتا ہوا بولا،

"آپ کے نزدیک ابھی تک سویرا ہے! نو بج چکے ہیں نو!!"
رشی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی،

"ارے واقعی! — پھر تو بہت دیر ہو گئی، مجھے ذرا دیر سے
ایک کام سے کالج بھی جانا ہے، چل تجھے پہنچاتی جاؤں،!"
وہ ویسے ہی کھڑے کھڑے بولا،

"میں خود اسکول جا رہا ہوں، گھر واپس جا کے کیا پٹنا ہے،؟"
رشی ہنسنے لگی، "ارے تو بہت شریر ہو گیا ہے، اچھا ٹھہر رشدی بھائی
سے تیری شکایت کر دوں گی!"

وہ خوش ہوتا ہوا بولا،

"اب تو راوی چین ہی چین لکھتا ہے، بھائی صاحب تو فرخ نگر گئے!"

رخشی باہر جانے کی تیاری کرتے کرتے رُک گئی، کہنے لگی،

"وہ گئے ! رشدی بھائی فرخ نگر گئے '!"

"جی ہاں' —

"کب ! — کل شام کو تو مجھ سے ملے تھے، بڑی دیر تک یہاں بیٹھے رہے تھے '!"

"آج گئے ہیں صبح صبح بالکل منہ اندھیرے، ان کی وجہ سے مجھے بھی تڑکے اُٹھنا پڑا، ورنہ میں تو ساڑھے نو بجے تک اینڈتا رہتا ہوں بستر پر '!"

یہ کہہ کر اُس نے لفافہ رخشی کی طرف بڑھایا، اور کہا۔

"لیجیے، اپنی امانت '!"

رخشی نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا اور پوچھا،

"یہ کیا ہے !"

اُس نے جواب دیا،

"شاید اسے خط کہتے ہیں '!"

اور یہ کہہ کر مسکرانے لگا، رخشی نے گھور کر اُسے دیکھا اور کہا،

"اب تو پٹے گا، بڑا شریر ہو گیا ہے ! — کیا یہ خط رشدی بھائی نے دیا

"جی ہاں اُنہوں نے دیا ہے اور تاکید کر دی تھی کہ جلد از جلد آپ تک پہنچا دوں، ایک مرتبہ آیا تو آپ سو رہی تھیں، مجبوراً سامنے کے پارک میں کھیلنے لگا، وہاں ایک لڑکے سے لڑائی ہو گئی، ہم دونوں نے ایک

وب پیٹا، وہ مجھ سے بڑا اور موٹا تھا، شاید اُس نے مجھے زیادہ پیٹا، لیکن میں نے بھی اتنے زور سے ہاتھ مروڑا ہے، بچا کا کہ اگر مضبوط نہ ہوتا تو پرخچے اُڑ گئے ہوتے، آخر مجھے بھاگنا پڑا، اُس نے بھی میرا پیچھا نہیں کیا، خاموشی کے ساتھ اپنی راہ ہو لیا، — اچھا اب میں جاتا ہوں!"

رخشی نے کہا "ابھی کیسے جائیگا، چل ناشتہ کر لے!"

وہ کہنے لگا "گھر سے تو ناشتہ کر کے چلا ہوں، لیکن آپ کہتی ہیں تو دوبارہ کر لوں گا۔"

(۱۹)

رخشی نے بڑا ٹھاٹھ دار ناشتہ کرا کے نیہی کو رخصت کیا، وہ ہنستا کھیلتا واپس چلا گیا، اُس کے جانے کے بعد اُس نے اپنے کمرے میں جا کر اطمینان سے رشدی کا لفافہ کھولا، اس میں ایک خط تھا، اور سو سو روپے کے پانچ نوٹ، گن کر نوٹ ایک طرف رکھ کر اُس نے خط پڑھنا شروع کیا، اُس نے لکھا تھا!

"رخشی میں فرخ نگر جا رہا ہوں کل تم سے بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں، اور بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں، یہ باتیں میرے لئے نئی بھی تھیں، حیرت انگیز اور لرزہ خیز بھی"!

فاطمہ کا ایک نیا روپ میرے سامنے آگیا اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے اُس کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا۔

کوئی شبہ نہیں جیسا کہ تم نے کہا تھا وہ اس دُنیا کی سب سے زیادہ مظلوم اور بد قسمت لڑکی ہے، لیکن رخشی، اسے کمل مظلوم

اور بد قسمت کہہ سکتا ہے، جس میں اپنے آپ کو، اپنی زندگی کو، اپنے ولولوں کو، آرزوؤں، حسرتوں اور حد یہ کہ اپنی محبت تک کو دوسروں کے لئے قربان کر دینے کا جذبہ موجود ہو! بے شک وہ خالی ہاتھ ہے، لیکن اس کے دامن میں وہ دولت ہے جو لازوال ہے، جسے کوئی نہیں چھین سکتا، اور سچ تو یہ ہے کہ عظمت امیروں اور دولت مندوں کے کاشانے میں بسیرا نہیں لیتی وہ تو غریبوں اور نا داروں کے آشیانوں ہی میں پھلتی پھولتی اور پروان چڑھتی ہے۔ فاخرہ لاکھ غریب اور بے نوا ہو، لیکن کم از کم میری نظر میں تو جو دولت اس کے پاس ہے، کسی کے پاس نہیں،

کل تم بہت کڑھ رہی تھیں اس بات پر کہ وہ اپنے گھر سے اس طرح الوداع کی جا رہی ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں، اور تمہارا کڑھنا حق بجانب بھی تھا، اگرچہ مجھے یقین ہے کہ جہاں تک فاخرہ کا تعلق ہے وہ خود بھی ان باتوں سے کچھ کم فکر مند نہیں ہو گی!

لیکن اس موقع پر ان لوگوں کا بھی جن کی نظر میں اس کی عزت اور عظمت ہے، کچھ فرض ہے، ہمیں کچھ کرنا چاہیے فاخرہ کے لیے، اس کی بیمار ماں اور فکر مند بہن کی تسکین و تسلی کے لئے اور دلدہی کے لیے،

تم جانتی ہو میرے مالی حالات کیسے ہیں! میں خود
تباہ حال اور ناگفتہ روزگار ہوں، اور شاید زندگی بھر اسی
طرح رہوں گا، لوگوں کو جب اس طرح دولت کے
پیچھے بھاگتا دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے، اس میدان میں
اگر قدم رکھوں تو میں بھی کما کر بہت کچھ دکھا سکتا ہوں،
لیکن طبیعت راغب ہی نہیں ہوتی اس طرف، شاید غالب
کے الفاظ میں وہی بات ہے!!

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

خیر میں ایک نئے شہر میں جا رہا ہوں، جہاں نئے سرے
سے زندگی کا آغاز کروں گا، ظاہر ہے کسی پہ اپنا بار ڈالنا پسند
نہیں کر سکتا، یہی سوچ کر میں نے کچھ روپے کا بندوبست
کیا، ساڑھے پانچ سو روپے جمع ہو سکے، بہت ہیں میرے
لیے اس رقم میں ایک سال تو بڑی آسانی سے گزار سکتا تھا
خواہ وہاں بالکل بیکار رہنا پڑتا اور ایک پیسہ بھی نہ ملتا، لیکن
اب میں پچاس روپے لے کر جا رہا ہوں، یہ میرے لیے یہ بھی
بہت ہیں، درحقیقت میں پچاس روپے میں بھی سال گزار سکتا
ہوں، ویسے مجھے امید ہے کہ میں وہاں پہ بیکار نہیں رہوں گا
موقعے مل ہی گئے اور آمدنی کچھ نہ کچھ ہوتی رہے گی!! باقی

پانچسو تمہیں بھیج رہا ہوں، یہ تم اپنے طور پر ناخرہ کی شادی میں صرف کر دینا لیکن خبردار اس سلسلے میں کسی طور پر بھی، میرا نام درمیان میں نہ آنے پائے، اس کی ضرورت بھی کیا ہے،! اوّل تو یہ رقم ہی کیا ہے! دوسرے میرے اور ناخرہ کے روابط ایسے نہیں ہیں کہ اس طرح کی جرأت کر سکوں، تمہیں یہ کام کرنا ہے، یہ ایک بڑے بھائی کا حکم ہے اور چھوٹی بہن اس کی تعمیل پر مجبور ہے۔

اچھی رخشی رخصت، کبھی کبھی خط ضرور لکھتی رہنا میں فرخ نگر پہنچ کر اپنا پتہ تمہیں لکھوں گا،!"

رشدی،!

رخشی نے خط پڑھا، ایک سے زائد بار پڑھا، اس کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی، سوچنے لگی، کیا اس دنیا میں ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے، اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا کہ ظلم کرنے والے ظلم کرتے رہیں اور ظلم سہنے والے ظلم سہتے رہیں، جن کے پاس دولت ہے وہ سب کچھ، حتیٰ کہ دل اور روح، اور محبت بھی خریدتے رہیں۔ اور غریب ہیں وہ حالات سے مجبور ہو کر سب کچھ حتیٰ کہ دل، روح اور محبت بھی فروخت کرتے ہیں،!

رشدی ناخرہ کو نہیں خرید سکتا،

تخری خرید سکتا ہے !!

تخری نے خرید لیا اور رشدی منہ دیکھتا رہ گیا !

فاخرہ غریب نہ ہوتی تو تخری کو منہ نہ لگاتی اس کی طرف نگاہ غلط انداز سے بھی نہ دیکھتی، اُسے پا کے حقارت سے ٹھکرا دیتی،

لیکن وہ غریب ہے، اسے اپنی ذمے داریوں کا احساس ہے وہ اپنی ماں، اپنی بہن، اپنے بھائی کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی، انہیں سکھ پہنچانے کے لیے اسے اپنے آپ کو فروخت کر دینا پڑا، سیاہ اور بے رنگ ہوتا رہے گا یہ اندھیرا!

پھر رشدی کی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی پریشان حال، پریشان رُخ، پریشان سو،!

جیسے زندگی سے بیزار ہو چکا ہو،

رشدی ہے،!

جس کی ذہانت، جس کی قابلیت، جس کی شرافت اور انسانیت کی سارے کالج میں دھوم تھی، جو کبھی فیل نہیں ہوا، ہمیشہ امتیاز کے ساتھ تمام امتحانات پاس کرتا رہا، لیکن اس کے باوجود اپنی حسرتوں کو اس شہر میں دفن کر کے ایک دوسرے شہر جا رہا ہے!

سچ ہی تو کہہ رہا تھا دل اچاٹ ہو گیا ہے اس شہر سے،!

یہاں کیا کرے رہ کر!

اب کون سی کشش باقی رہ گئی ہے یہاں!

وہ دل و جان سے ناخرہ کو چاہتا تھا، ناخرہ دل و جان سے اُسے چاہتی تھی لیکن دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے دور رہنے پر مجبور ہیں!!" دونوں کبھی نہیں مل سکتے۔ — کبھی نہیں!!

اگر وہ یہاں رہتا تو شاید دیوانہ ہو جاتا، شاید کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا، شاید خودکشی کر لیتا، شاید اس کی حرکتِ قلب بند ہو جاتی، اچھا ہی کیا جو اس شہر کو چھوڑ کر فرخ نگر چلا گیا۔

یہ ٹھیک ہے کہ وہ وہاں تنہا، اجنبی اور غریب الوطن ہوگا، لیکن مخبری کا خطرہ تو نہیں ہوگا، جو ہر وقت اس کے دل میں کھٹکتا رہتا ہے۔

ہاں یہ فرار ہے، لیکن فرار کے سوا کوئی اور چارہ بھی تو نہیں تھا!!

اور یہ پانچ سو روپے — !

یہ میرے ایک ہزار سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں، کہیں زیادہ گراں ہیں یہ!"

یہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ قیمتی ہیں، ایک کروڑ سے بھی زیادہ!!

یہ اس کے زخمی اور شکستہ دل کے ٹکڑے ہیں جو اس نے نذر کئے ہیں لیکن اتنی احتیاط کے ساتھ کہ اس راز سے — میرے سوا — کوئی بھی واقف نہیں!

کیا محبت ایسی بھی ہوتی ہے!

ناخرہ اگر اس کی نہیں بن رہی تھی، نہیں بن سکتی تھی تو وہ بھی اسے بھول جاتا، مردوں کا تو شیوہ ہی یہی ہے، لیکن اسے نہ پا کر بھی، اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانے کے باوجود بھی، اپنی آخری پونجی اس نے نذر کر دی!!

کیا یہ کوئی معمولی ایثار ہے!
کیا یہ کوئی معمولی بات ہے!

دونوں اپنی جگہ عجیب وغریب ہیں، کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جا سک
فاطمہ اپنے رنگ میں یکتا ہے، رشدی اپنے رنگ میں منفرد!!

پھر اس نے کچھ اطمینان سا محسوس کیا، وہ سوچنے لگی، میں جو ایک
ہزار دے رہی تھی وہ بہت کم تھے، اب ڈیڑھ ہزار ہو جائیں گے، اگ
اب غنیمت حد تک رسم انجام دی جا سکے گی، غنیمت حد تک جیسے
[illegible] میاں مٹھو" کہتے ہا!

سہیر کو نا امید آئے گی، اسے ایک ہزار کے بجائے ڈیڑھ ہزار م
گئے۔ تو کتنی خوش ہوگی، لیکن اگر پوچھ بیٹھی، آپ تو ایک ہزار کہہ رہی تھ
یہ پانچسو بڑھ کیسے گئے؟ — کہہ دوں گی حساب کچھ غلط ہو گیا، میرے
پاس ڈیڑھ ہزار جمع تھے،

(۱۷)

شام کو ٹھیک چار بجے ناہید پہنچ گئی، رخشی نے اس کا تپاک اور گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا، کہنے لگی،
"فاخرہ کہاں ہے؟"

وہ بولی، "گھر میں، ——— اب ان کا آنا جانا اور باہر نکلنا بند ہے ۲۵ تاریخ سے"!

"ہاں خیر یہ تو ہونا چاہیئے"!

"اب ان کی قائم مقام میں ہوں آج سے"!

"قائم مقام کا کیا مطلب ؟"

"جہاں جہاں وہ ٹیوشن کرتی تھیں، اب میں جایا کروں گی، کسی نے بھی تو انکار نہیں کیا، سب مان گئے، بڑے شریف لوگ ہیں بیچارے"!

"تو گویا اب آپ کا ڈیوٹی ختم ہے"!

"جی اور کیا، ——"

"پھر تو بتاؤ فاخرہ کی کیفیت کیا ہے؟ حال کیا ہے"!

"وہی جو تھا، کبھی خوش، کبھی افسردہ، کبھی متبسم، کبھی آنکھ پرنم، کھانے بیٹھیں تو دو لقمے کھا کر اُٹھ گئیں، چائے پینے پہ آئیں تو ایک ہی نشست میں کئی کئی پیالیاں پی گئیں، — آپا خشی میرا خیال ہے وہ سخت ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں۔!"

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو ناہید!"

لیکن اس کا کچھ تدارک بھی ہے!"

"کچھ نہیں، — خود کہہ رہا تھا علاج نیست! اس نے سوچ لیا کہ جو قدم اُٹھایا ہے اُسے پیچھے نہیں ہٹا سکتی، یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے!"

"اچھی فطرت ہے، جان پہ بن جائے اگر فطرت کے خلاف کوئی بات نہ ہو!"

ہاں ناہید وہ ایسی ہی ہے!"

"میں نے تو ابھی تھوڑی دیر ہوئی پھر کہا تھا اُن سے!"

"کیا کہا تھا!"

"یہی کہ اب بھی وقت ہے، اب بھی سب کچھ ممکن ہے، ابھی اپنے قبضے میں ہیں، —"

"پھر! — کیا بولی وہ!"

"بگڑ گئیں، کہنے لگیں تیرا تو دماغ خراب ہوا ہے، کیوں آپا یہ پاگل پنے کی باتیں ہیں جو میں نے کی تھیں!"

ناہید ہم سب پاگل ہیں، یہ ساری دنیا پاگل ہے!"

"یہ تبھی (مسکراتے ہوئے) آپ تو ان سے بھی دو قدم آگے نکلیں!"

رخشی نے سمجھانے کے انداز میں کہا،

"لاکھ سن شعور کو پہنچ چکی ہو، لیکن یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں

سکتیں!"

"تو کیا یہ بھی کوئی فلسفہ ہے؟"

"ہاں ناہید — یہ فلسفہ ہے، اور بڑا پیچیدہ، اس کا سمجھنا بھی

مشکل ہے اور سمجھانا بھی، لیکن ایک وقت آتا ہے کہ انسان خود ہی

خود بخود اسے سمجھ لیتا ہے اس وقت کا انتظار کرو!"

"بہت اچھا — لیکن یہ تو بتایئے اب یہ پروگرام کیا ہے؟"

رخشی اٹھی، اور الماری سے پندرہ نوٹوں کا ایک بنڈل نکال کر اس

سامنے رکھ دیا، اور کہنے لگی،

"جو کہو — بس وہی یہ پروگرام ہے!"

ناہید نوٹوں کو گننے لگی، جب گن چکی تو پانچ نوٹ نکال کر اس کی

طرف بڑھاتی ہوئی بولی،

"یہ زیادہ آگئے ہیں آپا!"

رخشی نے وہ نوٹ اسے واپس کرتے ہوئے کہا،

"زیادہ نہیں ہیں، میری یادداشت نے مجھے دھوکا دیا، میرا خیال

تھا کہ ہزار جمع ہیں، یہاں آکر گنا تو پندرہ سو نکلے، میں باغ باغ ہو گئی!"

"میری طبیعت آپ سے زیادہ باغ باغ ہے آپا!"

"یہ کیوں بھئی!"

اس لئے کہ میرے پاس چھ سو روپے اور ہیں!"

"اب تو کام خوب بن جائے گا لیکن یہ کہاں سے آئے؟"

"چندہ کر کے!"

"واقعی تیرے دیوانے ہونے میں شبہ نہیں، چندہ کرنے کہاں گئی تھی تو؟"

"جہاں گھر سے ٹیوشن کرنے جاؤں گی، — دیکھئے تین جگہ ٹیوشن ہے، ہر جگہ سے دو دو سو روپے پیشگی لے لئے میں نے، جو ماہ بہ ماہ کٹتے رہیں گے!"

"اوہو تو آپ سمجھدار بھی ہیں خیر سے! — یہ تو تم نے بڑا اچھا کام کیا!"

ناہید نے حساب بتاتے ہوئے کہا،

"امی کا زیور گیارہ سو روپے میں بک گیا، چھ سو ٹیوشن کے کل کے ہوتے ہیں ۱۷ سو! اور پانچ سو جو آپ نے دیئے ہیں وہ ملا کر یہ تو ۲۲ سو ہو گئے، آپا رخصتی اب تو انشاءاللہ بہت دھوم دھام سے ہماری آپا الوداع ہوں گی!"

"ہاں، — تو چلو شاپنگ کر آئیں چل کر!"

"چلئے — لیکن گھر پہنچتے ہی میری شامت آجائے گی!"

"شامت کیوں آجائے گی!"

"وہ پوچھیں گی کہاں سے ڈاکہ ڈال کر یہ اتنی ساری چیزیں اٹھالائی ہو کیا جواب دوں گی؟!"

رخشی نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"کہہ دینا یہ سوال ڈاکوؤں کے سردار سے کرو نا!"

وہ ہنسنے لگی "خدا کی قسم یہی کہوں گی، لیکن آپ بھی چلیں گی میرے ساتھ!"

"ہاں ہاں چل تو رہی ہوں، گھبراتی کیوں ہو!"

دونوں ساتھ ساتھ گھر سے نکلیں اور سیدھی صرافہ بازار پہنچیں، وہاں کئی دوکانوں کا جائزہ، ایک دوکان پر مطلب کی چیزیں مل گئیں، سونے کی بین چوڑیاں، بندے اور انگوٹھی، یہ سامان خرید کر فرنیچر بازار پہنچیں، وہاں سے کچھ ضروری سامان خریدا، دام ادا کر کے گھر کا پتہ نوٹ کرا دیا کہ وہاں سامان پہنچا دیا جائے، اس کے بعد برتن بازار کا رخ کیا، وہاں سے ضروری چیزیں خریدیں، قیمت ادا کر کے وہاں بھی پتہ نوٹ کرا دیا. سامان گھر بھیج دیا جائے، ان کاموں سے فارغ ہو کر رخشی نے کہا،

"اب سب سے زیادہ کٹھن مرحلہ درپیش ہے ناہید بیگم!"

اور قبل اس کے کہ ناہید کچھ پوچھے رخشی نے کہا،

"اب ہمیں کپڑے خریدنے ہیں، کچھ ریشمی اور زیادہ تر سوتی، تمہاری پسند ہمیشہ مجھے پسند آتی ہے، امید تو ہے کوئی اعتراض نہیں

کرے گی، لیکن اگر کوئی رنگ ناپسند آیا تو بگڑ ہی بھی جائے گی۔ خیر کوئی پروا
نہیں اگر ایسا ہوا تو وہ میں رکھ لوں گی، اس کے لئے اس کی پسند کا دوسرا
لادوں گی۔!"

ناہید نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

"لیکن انشاء اللہ ایسا ہوگا نہیں۔ انہیں آپ کے انتخاب پر اعتماد ہے
اکثر ہم لوگوں سے تعریف کیا کرتی ہیں کہ ایسے رنگ پر رخشی کی نظر پڑتی
ہے جو دل میں کھبا جا رہا ہے۔—

رخشی ہنسنے لگی، اس نے کہا،

"کیوں ری ڈیڑھ بالشت کی چھوکری تو اب مجھے بنانے لگی! تیری یہ جرأت!"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"سچ آپا، ابھی آپ چل تو رہی ہیں گھر تجربہ ہو جائے گا، ہاتھ کنگن کو
آرسی کیا ہے!"

کپڑے کی خریداری بھی ہو گئی، یہ سارا سامان ۲۱۹ روپے کا آیا، رخشی
نے کہا،

"بھئی سستے چھوٹے دو سو پھر بھی بچ رہے، اور ہم نے جو چیزیں
خریدی ہیں ان پر انشاء اللہ دیکھنے والوں کی نگاہ ٹھہر جائے گی جا کر"

ناہید خاموش نہ رہ سکی، کہنے لگی

"بشرطیکہ آپ اُس وقت موجود نہ ہوں!"

رخشی نے حیرت سے اُسے دیکھا اور پوچھا،

"اس کا کیا مطلب ؟"
وہ سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوئی،
"آپ کی موجودگی میں کسی اور چیز پہ جا کر نگاہ کس طرح ٹھہر سکتی ہے!"
رخشی ہنسنے لگی، "تجھ سے جیتنا اور بازی لے جانا بہت مشکل ہے، —
میں تو خیر، تیری حاضر جوابی سے لطف لیتی ہوں، لیکن فاخرہ تو بہت سنجیدہ
مزاج ہے وہ تو جل جاتی ہوگی باتیں تیرے منہ سے سن کر!"
وہ کہنے لگی، "ہاں ایسا سمجھتی ہیں میری باتوں سے کہ بس چلے تو گلا گھونٹ
دیں، بس تو ہے چاہیں تو گھونٹ بھی دیں، کون ان کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے،
لیکن چاہتی بھی بہت ہیں اس لئے خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتی ہیں بے
چاری!"

اتنے میں ایک تانگہ سامنے سے گزرا، رخشی نے اُسے اشارہ سے
بلایا، دام طے کئے۔ اور ناہید سے کہا،
"آؤ بھئی، بڑی دیر ہوگئی اس شاپنگ کے چکر میں، ابھی گھر بھی جانا
ہے، بہت سے کام انتظار کر رہے ہوں گے میرا!"
ناہید نے کہا، "لیکن ابھی تو آپ ہمارے ہاں چل رہی ہیں، —
چل رہی ہیں نا!"
وہ مسکراتی ہوئی بولی،
"ہاں بھئی چل تو رہی ہوں، خدا کرے محنت سپھل ہو، کچھ میں میخ
نکالیں بی فاخرہ، —!"

"اس کا میں ذمہ لیتی ہوں مطمئن رہیئے!"

"اچھا ہاں بھئی ذرا ایک مرتبہ پھر حساب کر لو، گھر سے ہم اکیس سو کر چلے تھے، چھ سو تمہارے، اور پندرہ سو میرے!"

"جی ہاں — اور ابھی دو سو نقد موجود ہیں!"

"ایک ہزار امی کے پاس رکھے ہیں کیوں ناہید!"

"جی ہاں، اس طرح کل بارہ سو ہو گئے!"

"ان بارہ سو میں بارات کی وہ شاندار دعوت ہو گی کہ باراتی بھی یاد کریں گے کہ کہیں ہم نے کھانا کھایا تھا!"

جی ہاں — میرا خیال ہے پھر بھی کچھ بچ ہی جائے گا!"

میرا خیال بھی ایسا ہی ہے، اچھا ہے جو بچ جائے گا، چوتھی، چالا اور نہ جانے کیا کیا رسمیں شادی کے بعد بھی تو انجام دینا پڑیں گی!"

"اب میرا دل مطمئن ہے، خدا نے چاہا تو سارے مرحلے خوبی کے ساتھ طے ہو جائیں گے — دیکھئے تو سہی، یا تو یہ حالت تھی کہ سو روپے کی بھی امید نہیں تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا آپا یوں ہی بغیر کچھ لئے دیئے رخصت کر دی جائیں گی، یا خدا نے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر رخشی آپا صرف ۲۴ گھنٹے کے اندر بے سان و گمان تین ہزار سے زیادہ کا انتظام کر دیا، امی کا زیور بھی بک گیا، مجھے ٹیوشن والوں سے پیشگی رقم بھی مل گئی، آپ کی تنخواہ بھی کام آ گئی یہ خدا کی قدرت نہیں تو اور کیا ہے!"

"اللہ میاں کے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں جو خدا پہ بھروسہ کرتے ہیں

"کبھی ناکام اور مایوس نہیں ہوتے ،!"

"لیکن رخشی آپا میرا دل ہول رہا ہے ،!"

"یہ کیوں! ـــــ کس تقریب میں!"

"اس ساز و سامان کے ساتھ گھر جانے کی تقریب میں!"

رخشی ہنسنے لگی،

"فکر نہ کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں ،!"

رخشی اور ناہید کے گھر پہنچنے سے ذرا دیر پہلے فرنیچر اور جہیز کا دوسرا سامان اور تھیلی ظروف و برتن پہنچ چکا تھا، اور اختر ریڑھے والے سے کہہ رہا تھا،

"پتہ تو یہی لکھا ہے جس پہ تم آئے ہو، لیکن یہ سامان یہاں کسی نے نہیں منگایا تھا!"

ناہید نے یہ الفاظ سن لیے اور تانگے پہ بیٹھی بیٹھی پکاری،

"ہم نے منگایا تھا کیوں پریشان کر رہا ہے بے چارے کو خواہ مخواہ ڈنگی کہیں کا، جس سے دیکھو لڑنے مرنے کو تیار!"

وہ تو زور سے دروازہ بند کر کے اندر بھاگ گیا، ناہید نے تانگے سے اتر کر مزدوروں کی مدد سے سامان گھر میں پہنچایا، اتنی دیر میں اختر کی براڈکاسٹ کی ہوئی، سارے گھر میں گونج رہی تھی کہ،

"باجی لوگ آج جھگڑا بھر چیزیں لائی ہیں!"

اتنے میں ناہید اور رخشی بھی پہنچ گئیں، پہلے سارا سامان امی کو دکھایا

پران کی منظوری اور دُعا لے کر اسے قرینے سے ایک کمرے میں سجا دیا، پھر یہ دونوں فاخرہ کے کمرے میں پہنچیں، اس نے فاخرہ کی طرف دیکھ کر کہا،

"بھئی اس تمہاری ناہید نے تو تحفہ کاٹ ڈالا!"

اس نے پوچھا، "کون سے گڑھ جیت کر آئی ہو؟"

رخشی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا،

"آؤ دیکھ لو تم بھی کیا یاد کرو گی۔"

فاخرہ ان دونوں کے ساتھ اس کمرے میں پہنچی جہاں ظروف برتن، کراکری اور فرنیچر وغیرہ سلیقے سے سجے ہوئے رکھے تھے، اس نے پوچھا،

"یہ کیا ۔۔۔؟"

رخشی نے کہا، "اب چلو اپنے کمرے میں وہاں تفصیل سے بتائیں گے!"

یہاں آ کر اس نے وہ کپڑے اور زیور سامنے رکھ دیئے جو ابھی ابھی خریدے تھے، فاخرہ نے حیران ہو کر کہا،

"آخر یہ سب کیا ہے؟"

وہ بولی، "تمہارا جہیز!"

فاخرہ نے ناہید کی طرف دیکھ کر سوال کیا،

"آپ کہاں سے آئے ان چیزوں کو خریدنے کے پیسے؟"

ناہید نے کہا، "کچھ چیزیں تو رخشی آپا نے قرض دلا دی ہیں، جن کی ہلکی سی قسط مقرر ہو گئی ہے جو آسانی سے ہم ادا کر دیں گے بغیر کسی دشواری اور زحمت کے، باقی گیارہ سو میں امی کا زیور بکا، چھ سو روپے ڈیکوریشن والوں سے پیشگی لیے ہیں۔ رخشی آپا کو داد دو، کتنی اچھی چیزیں ہیں اور کتنی کفایت کے دامو‌ں خریدی ہیں!"

وہ بولی، "رخشی کا شکریہ تو ادا ہوتا رہے گا، لیکن سوال یہ ہے آخر اس قرضے کی کیا ضرورت تھی، قسطوں پہ اتنا بڑا بوجھ تم نے سر پہ لادا ہے یہ کیسے اتارو گی؟ کیا ہو گا!"

ناہید نے بڑے اطمینان اور خود اعتمادی کے ساتھ جواب دیا۔

"یہ ہو چکا میرا کام ہے!"

فاخرہ کو ہنسی آ گئی، اس نے کہا،

"سنتی ہو رخشی اس کی باتیں!"

وہ بولی، "ٹھیک تو کہہ رہی ہے، بجائے اس کے کہ ایسی جانثار اور قدرکار بہن کی قدر کرو اس کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ گئی ہو!"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی،

"نہیں رخشی یہ بات نہیں ہے، ناہید محبت کے جوش میں یہ کر گزری ہے، لیکن بعد میں پریشان ہو گی بیچاری!"

ناہید نے ہنس دیا،

"ناہید نے پریشان ہونا نہیں سیکھا ہے آپا!"

(19)

آج ۲۵ر تاریخ تھی!

نجمی اور ناصرہ آج نہ ٹوٹنے والے رشتے میں باندھے جا چکے تھے، ایسا رشتہ جو زندگی کے ساتھ ہی ٹوٹتا ہے!

نجمی کی مسرت اور نشاطِ لازوال کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا!

آج اس کی دیرینہ حسرت پوری ہو رہی تھی!

اپنی اس مختصر سی زندگی میں اپنے اس مختصر تر عہدِ جوانی میں اس نے شوریدہ سری اور آشفتہ خاطری کے مظاہروں میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی،

اس کی زندگی رنگینیوں کا مرقع ہی تھی!

آج سے پہلے تک بھی وہ محبت ہی کا گرفتار رہا تھا!

اس کی محبت کبھی ناکام نہیں ہوئی، اس کے ہمراز اور ہم عناں اسے طعنہ دیتے تھے کہ وہ بے وفا ہے، خود غرض ہے، حسن کا ڈاکو ہے، اس نے آج تک کبھی کسی سے عہدِ وفا نہیں نبایا!

اور وہ ہنس ہنس کر مسکرا مسکرا کر جواب دیتا تھا،

"دوستو یہ مختصر سی زندگی اگر عہدِ دانائی نے میں صرف کر دی جائے تو اس سے بڑھ کر اس کا غلط مصرف کچھ اور نہیں ہو سکتا، انسان کی زندگی مختصر ہوتی ہے، اور عہدِ شباب اور زیادہ مختصر ہوتا ہے، اسے اگر یاس و ذامیں گزار دیا جائے تو اس سے بڑھ کر حماقت نہیں ہو سکتی

دوستو یہ کفرانِ نعمت ہے:

اور ایسے سکے ہے تکلف اور ہم مشرب دوست ایک ایک لطیف نظر لگا کر سوال کرتے۔

"یہ کفرانِ نعمت کس طرح ہے بھائی!"

وہ اور زیادہ اکڑ کر، خود ستائی، نخوت، پندار اور خود اعتمادی کا پیکر بن کر جواب دیتا۔

سال میں ایک مرتبہ خزاں کا موسم آتا ہے، ایک بار بہار کا، خزاں کے موسم میں پھول مرجھا جاتے ہیں، ہری بھری پتیاں زرد ہو جاتی ہیں شاخیں سوکھ جاتی ہیں، کونپلیں دم توڑنے لگتی ہیں، سبزہ خود رنگ دمین کے پردے میں منہ چھپا لیتا ہے،

اور جب موسم بہار آتا ہے تو نئے نئے پھول کھلتے ہیں، نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے"!

دفا جانتے ہو کیا ہے! کیا چیز ہے!

نہیں جانتے ، جانتے بھی تو جاننا نہیں چاہتے ،

میں بتاتا ہوں

سنو ، دنیا ، یہ دنیا جس کا دنیا اتنا ڈھنڈورا پیٹتی ہے نام ہے ان مرجھائے ہوئے پھولوں کو سینے سے لگائے رکھنے کا ، ان سوکھی ہوئی شاخوں سے عشق کرنے کا ، ان دم توڑتی ہوئی کونپلوں کو مرکزِ چشم بنائے رکھنے کا ،

— سچ کہو یہ حماقت کی انتہا ہے یا نہیں

اور وہ چیز جسے تم بے وفائی اور میں زندگی کی اصل روح کہتا ہوں جانتے ہو کیا ہے ، نہیں تم یہ بھی نہیں جانتے ، سنو ، میں بتاتا ہوں ، وہ چیز جسے تم بے وفائی اور میں زندگی کی اصل روح کہتا ہوں نام ہے موسمِ بہار کے نئے کھلے ہوئے ، جاذبِ نظر اور قلب و روح میں بس جانے والے پھولوں کو آنکھوں سے لگانے کا ، — ان کی خوشبو سے ان کی تازگی سے ، ان کی رعنائی سے لطف اندوز ہونے کا ، —

کیا دنیا میں کوئی شخص ہے جو اس جذبے کو برا کہہ سکے !

لیکن احمق تو تم کہتے ہو ، کہا کرو ، میں پرواہ نہیں کرتا ، کرتا رہوں گا جو کرتے آیا ہوں ، اسی کا نام زندگی ہے ، اسی کا نام زندگی سے لطف اندوزی ہے ، زندگی نام ماتم کا نہیں جشنِ مسرت کا ہے ، جو لوگ مرجھائے ہوئے پھولوں کا ماتم کرتے ہیں ، انہیں ماتم کرنے دو ، میں تو ان مرجھائے پھولوں کو پاؤں تلے روند ڈالتا ہوں ، اور موسمِ بہار کا انتظار کرتا ہوں کہ نئے پھول کھلیں ، اور ان سے میں مشامِ جسم و جاں کو معطر کروں

کیوں دوستو کیا اب بھی تم مجھے بے وفا سمجھو گے ؟
کیا اب بھی تم پاس وفا نام کی ایک احمقانہ اصطلاح استعمال کرتے رہو گے ؟

اور ان دوستوں کے حلقے میں مخزی کی پہلی قرانیاں سن کر چہ میگوئیاں شروع ہو جائیں کہ کلاس میں یہ کتنا ہی غبی اور بدھو کیوں نہ ثابت ہوتا ہو، لیکن ویسے ہے بہت بڑا فلسفی کیا بات پیدا کی ہے ظالم نے، کیا نکتہ سوجھا ہے اس افلاطون کے شاگرد رشید کو

اور پھر کوئی من چلا سوال کر دیتا،
"یار تم نے جو کچھ کہا بجا اور درست، لیکن کیا ایک سوال کا جواب دے سکو گے ؟"

اور وہ نشاط و سرخوشی کے عالم میں جواب دیتا،
ایک ! — کیا بکتے ہو، تم سوالات کرتے جاؤ، میں جواب دیتا جاؤں گا، اور تمہارے ہر سوال کا جواب میری طرف سے ایک اور صرف ایک ہی ہو گا یعنی،

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

کیا یہ جواب سننے کے بعد بھی تم کوئی سوال کرنے کی ہمت رکھتے ہو ؟"
اور کوئی من چلا کہہ اٹھتا،

"ہاں ۔۔۔ بھاگنے کا راستہ مت تلاش کرو، سیدھا سادھا سا سوال ہے، اس کا جواب اگر دے سکتے ہو تو دو، ورنہ اقرارِ شکست کر لو"!

فخری اور زیادہ تن کر اور زیادہ نشۂ جوانی سے سرشار ہو کر کہتا، "پوچھو، جواب ملے گا"!

اور پھر قہقہوں کے شور میں سوال کیا جاتا،

"موسمِ خزاں میں مرجھانے والے اور موسمِ بہار میں کھلنے والے پھولوں کا نظریہ بڑا دلچسپ ہے، لیکن یہی نظریہ اگر ایک عورت کی طرف سے پیش ہو، ایک عورت بھی اگر مردوں کا اسی طرح مذاق اُڑائے اور رسمِ وفا کو بھول کر، آئینِ بے وفائی اختیار کر لے، وہ بھی مرجھائے پھولوں کو نفرت سے دیکھے اور نئے کھلنے والے پھولوں پہ جان دینے لگے تو گوارا کر لو گے"؟

یہ بہت عجیب اور ٹیڑھا سا سوال تھا، فخری کچھ چکرا سا گیا، اس نے سوچنے کی کچھ مہلت حاصل کرنے کے لئے، سائل کو اُلجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا،

"کیا کہنا چاہتے ہو تم کیا مقصد ہے تمہارا"؟

اس کی حاضر دماغی کا یہ عالم بھی دوستوں نے سمجھ لیا اور وہ پھر ہنسنے لگے اور سائل نے کہا،

"میرے دوست تم بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو لیکن ہم تمہیں ایسا

نہیں کرنے دونگا ، میں نے بہت عام فہم زبان میں ایک سوال کیا ہے جسے حاضرین میں سے ہر شخص نے بغیر کسی دشواری کے ساتھ سمجھ لیا ہے ، اور یقیناً تم بھی بہت اچھی طرح سمجھ گئے ہو ، لیکن اگر تمہیں اپنی ناسمجھی پر اصرار ہے تو اور زیادہ صاف الفاظ میں پوچھتا ہوں کیا جس طرح تم یہ حق رکھتے ہو کہ ہر سال کئی مرتبہ عشق کرو ، اور عشق سے چند دنوں یا چند نسبتوں کے بعد دستبردار ہو جاؤ ، کیا یہی حق تم اپنی بیوی یا محبوبہ کو دے سکتے ہو ، ؟"

نخری کا چہرہ سرخ ہو گیا ، اس نے برہم لہجے میں سائل سے کہا ،

" ایڈیٹ "_____"

اور پھر ساری لن ترانیاں ختم کر کے خاموش ہو گیا ، !

اس ایڈیٹ ایکسے نے ایک زبردست قہقہہ لگایا ، اور اس کے ساتھ ہی دوسرے دوست بھی زور زور سے ہنسنے لگے ، گویا اس کا مذاق اُڑانے لگے یہ اس کی کھلی ہوئی شکست تھی ، !

لیکن تھا کھلاڑی ، کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوا اس شکست سے بلکہ ڈھیٹ بن کر اس نے کہا ،

" فی الحال میں اعترافِ شکست کرتا ہوں ، !"

اس فی الحال اعترافِ شکست نے فضا بدل دی ، اور حلقہ احباب میں اس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی پھر چمک گئی ۔ !

آج رہی نخری دولہا بنا ہوا ، اپنے مخصوص دوستوں اور ساتھیوں

کے ساتھ بارات لے کر دھوم دھام سے دلہن کے دروازے پر پہنچا تھا۔

اب تک وہ زندگی کو کھیل سمجھے ہوئے تھا، لیکن شادی کرنے کے یہ معنی یہ تھے کہ اب وہ اپنے پرانے نظریات سے دستبردار ہو چکا ہے، اس لئے کہ شادی تو بہر حال نام ہے بیان وفا کا،!

آج بھی اس کے دوستوں اور ساتھیوں میں کئی لوگ متذبذب تھے کہ آیا وہ اتنی بڑی ذمے داری کو خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکے گا یا نہیں! لیکن اس کی خوشی، اس کی مسرت اور اس کو خوش طرب دیکھ کر یقین کرنا پڑتا تھا کہ بہت سی ٹھوکریں کھانے کے بعد اب سنبھل گیا ہے۔ اور زندگی کا نیا دور شروع کر رہا ہے۔

باہر فخری دولہا بنا ہوا حلقۂ احباب میں متمکن تھا، اور کوئی شبہ نہیں اس کی رعنائی اور بھبن ایسی تھی کہ ہر شخص یہ اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ کبھی کچھ بھی ہو آدمی ہے شاندار، اور اس کے شاندار ہونے میں شبہ بھی کیا تھا، واقعی وہ بانکا سجیلا جوان تھا، زندگی اور شوخی اس کی ایک ایک ادا سے پھوٹی پڑتی تھی، بہت سے اس کے ہم عمر اسے رشک کی نظر سے دیکھ رہے تھے،

ادھر اندر فاخرہ دولہن بنی بیٹھی تھی، رخشی نے اسے اپنے ہاتھ سے دلہن بنایا تھا،!

لیکن یہ کیسی دولہن تھی،!

نہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، نہ اس کی چتون میں زندگی کی شوخی، نہ اس کی آنکھوں میں غمزہ و ادا کا بانکپن، یہ تو یہ ایک بڑھی عورت تھی جس نے دولہن کا لباس پہن لیا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی زبردستی کسی دوسرے کی تقریب عقد میں اسے گھسیٹ لایا ہو،!

دور اور نزدیک کی بہت سی رشتے دار خواتین اس تقریب سعید میں حصہ لینے کے لئے موجود تھیں، لیکن کسی چچی نے یہاں تک آنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی، جس طرح باہر مردانے میں کوئی چچا صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے، حالانکہ بلایا سب کو گیا تھا، ناہید خود تمام پچھلی تلخیوں اور بدمزگیوں کو فراموش کر کے بلاوا دینے گئی تھی، انکار تو کسی نے نہیں کیا تھا لیکن طرز اقرار بتا رہا تھا کہ کوئی آئے گا نہیں اور ایسا ہی ہوا بھی،

جہاں تک فاخرہ اور ناہید کا تعلق تھا کسی کو پرواہ نہیں تھی کہ کہ چچا یا چچی نہ یہاں تک آئے، اور اس تقریب میں شرکت کرنے کی زحمت کیوں نہیں گوارا کی، لیکن امی بہت بے کل تھیں، وہ بار بار پوچھتی تھیں، اور سوال کرتی تھیں، ان کے دل کی حسرت یہ تھی کہ لڑکی (فاخرہ) کا باپ مر چکا اب اس دنیا میں اگر کوئی اس کے سر پہ ہاتھ رکھنے والا ہو سکتا ہے تو وہ چچا ہی کا دم ہو سکتا ہے، لیکن چچا نے آج بھی بائیکاٹ قائم رکھا، اگر دو منٹ کے لئے آ جاتے

ذکیا بگڑ جاتا، ! کچھ ان سے مانگا تو نہیں جا رہا تھا، کوئی تقاضہ اور مطالبہ تو نہیں ان سے، پھر یہ سرد مہری کیوں، ! مغائرت کس لئے !

یہ سوچتے سوچتے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ناہید نے درد بھرے لہجہ میں سوال کیا۔

امیّ ! یہ خوشی کا موقع ہے، آپ رو کیوں رہی ہیں، !"

امی نے روتے روتے اپنے تاثرات بیان کر دیئے، ناہید ان باتوں سے جھلا گیا، اس نے کہا،

"ہم نے اپنا فرض ادا کر لیا، اُنھوں اپنا فرض نہیں ادا کیا، غمگین انہیں ہونا چاہیئے یا ہمیں، !"

اور پھر اُس نے رازدارانہ لہجے میں ایک اور بات ماں سے کہی،

"امی میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ لوگ اتنی بڑی جگہ آپا کی شادی کا حال سُن کر جل گئے، اچھا ہے جل کر بھسم ہو جانے دیجئے، !"

یہ بات کام کر گئی، امی کی سمجھ میں آ گئی، اُنہوں نے کہا،

"لیکن اس میں ان کا نقصان ہے !"

وہ بولی، "بہت بڑا نقصان ہے، اب تک وہ اپنے آپ کو نہ جانے کیا سمجھتے تھے، اب بھلا بھائی صاحب (نظمی) کے سامنے ان میں سے کون اپنی امارت پہ فخر کرے

سکتا ہے، —"

اتنے میں شور ہوا قاضی صاحب تشریف لاتے ہیں۔!"

حصّہ پنجم

تلخیاں

○

زندگی اپنی جو اس رنگ میں گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

○

...خرہ دولہن بنی ہوئی اپنے حجلۂ عروسی میں ایک گٹھڑی کی طرح سہری
...ہوئی تھی اور گرد کچھ سہیلیاں تھیں، کچھ دولہا کی رشتے دار لڑکیاں
...ورس کی سہیلیاں، یہ سب اس گٹھڑی میں حرکت اور زندگی
...نے کی کوشش کر رہی تھیں، کوئی گدگدا رہا تھا، کوئی چٹکیاں
...تھا، کوئی لطیفے سنا رہا تھا، کوئی دولہن کو آئینہ دکھا رہا تھا۔
...رہ کے مزاج اور افتادِ طبع کے لحاظ سے یہ سب حد درجہ مہمل اور
...برداشت باتیں تھیں، لیکن اسے اس گھر میں رہنا تھا زندگی بسر
...تلخ گھونٹ مجبوراً پینا پڑا۔

...کی ایک سہیلی نادرہ نے ناخرہ کے پاس منہ لے جا کر کہا۔
...لوگ تو کباب میں ہڈی دکھائی دے رہے ہوں گے، ساجن
...ہوگا، فراق کی گھڑیاں گن رہی ہوں گی، کیوں بی دولہن صاحبہ!"
...ناخرہ نے طے کر لیا تھا کہ ان لوگوں کی ان شرارتوں کا جواب
...نہ دے گی، اس نے خاموشی اختیار کیے رکھی۔

درحقیقت وہ اس وقت اس نئی زندگی اور اس کے تقاضوں
پر غور کر رہی تھی، اس نے بہت بڑا جوا کھیلا تھا، اس جوئے میں
زندگی اور محبت داؤ پر لگا دی تھی، اگر جیت گئی تو زندگی بنا
کا پھل کم سے کم یہ تو ملے گا کہ جن عذابوں سے جان طلب کر
ان سے نجات مل جائے گی، اور اگر ہار گئی تو ——!

یہ بڑا ٹیڑھا سوال تھا، !

اس سوال کا کوئی جواب اس کے پاس نہیں تھا،

وہ یہ باتیں سوچ رہی تھی اور شمی کی سہیلیاں —— شاید
شبہ پہ —— اس کا مذاق اڑا رہی تھیں،

نادرہ کو جب ناخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا، تو اس نے
شمی سے کہا،

تمہاری یہ بھابی صاحبہ تو کوئی بہت بڑی نواب زادی
ہوتی ہیں، ہم بیچاروں کو خاطر میں نہیں لاتیں"!

شمی نے کہا" ہاں بھئی بہت بڑی نواب زادی ہیں"!

فوراً ہی شمی کی ایک اور سہیلی زلفی بولی،

"ہاں اور کیا، —— بہت بڑی نواب زادی ہونے کا
بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ جھگڑوں جہیز لائی ہیں، —— سنا ہے ان
گلے میں جو ہار پڑا ہے، اس میں کوہ نور ہیرا بھی ہے، کیوں
شمی نے ہنستے ہوئے کہا، یہ اس ہیرے کی تو روشنی ہے

بنا ہوا ہے ، کہیں بجلی میں بھی اتنی روشنی ہوتی ہے ، !"
ی کے اس فقرہ پر سب سہیلیاں زور زور سے ہنسنے لگیں ،
جی چاہا کہ تکلف بالائے طاق رکھ کر ایسی کھری کھری سنائے
درست ہو جائے سب کا لیکن وہی مصلحت بینی کام آ گئی ،
ب میں ہزار بلائیں ٹالتی رہی ، اس میں عافیت بھی تھی ،
ی دیر تک یوں ہی قہقہے اور نغمے برستے رہے ، ! یہاں تک کر
گئے ، گھڑیال نے جیسے ہی بارہ بجائے زلفی نے کہا ،
"بھی دولہا میاں کب آئیں گے ؟ ہم آخر کب تک پہرہ دیتے رہیں
ی رہی ، دولہن وہ بیاہ کر لائیں ، اور رکھوالی ہم کریں ، !"
نے میں دھوم مچی کہ دولہا میاں آ رہے ہیں ، یہ شور سنتے ہی
ت ساری سہیلیاں غائب ، !

(۲)

ناخرہ اب اپنے کمرے میں تنہا تھی !!

بس کر کر گھڑی آ رہا ہے اس کا دل زور زور سے دھڑک

ہم کسی آدمی سے نفرت کرتے ہیں تو اس کا اظہار کر دیتے

اس کی کوئی بات ناپسند ہوتی ہے تو اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر دیتے

اس کے منہ سے بدبو آتی ہے تو اپنا منہ اس کے قریب نہیں

وہ ہمارے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھتا ہے۔ ہم پرے ہٹ جاتے

لیکن عورت جب بیوی بن جاتی ہے یا حالات سے

ہو کر کسی کی بن جاتی ہے، تو وہ ان تمام آزادیوں سے محروم

جاتی ہے !!

وہ شخص بھدا ہو، بدصورت ہو، منہ سے سڑاند آتی ہو

کتنا ہی ناقابل برداشت کیوں نہ ہو مگر عورت اسے برداشت کر

ہے، خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کرتی ہے، کیا یہ ضبط

یہ برداشت، یہ حوصلہ عورت کے سوا خدا نے کسی اور مخلوق کو

ہے۔!

جس شخص کے قدموں کی چاپ آ رہی تھی، جو شخص اس کمرے میں پورے
حقوق کے ساتھ داخل ہوا چاہتا تھا فاخرہ نے کبھی اس سے محبت
کی تھی، کبھی اسے نہیں چاہا تھا، کبھی اسے پسند نہیں کیا تھا،!۔
بھی نہیں بلکہ دل میں ہمیشہ اسے ناپسند کیا تھا، اس میں کوئی
بھی ایسی نہیں تھی جو فاخرہ کو مرغوب ہوتی، وہ سنجیدہ مزاج تھی،
تھا، وہ باکردار تھی، یہ کردار سے مبرّا تھا، وہ با اصول تھی اس کا
اصول نہیں تھا، وہ خوبصورت ہی نہیں خوب سیرت بھی تھی،
اس کے پاس سیرت کی قسم کی کوئی چیز نہیں تھی، وہ پاک دامن تھی
تھا، لیکن حالات سے مجبور ہو کر وہ اسے اپنا شوہر بنانے
بن جانے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینے پر مجبور ہو گئی
۔

مرد اس طرح کی بیوی ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت
سکتا، لیکن ایک عورت اس طرح کے شوہر کو اکثر و بیشتر برداشت
مجبور ہو جاتی ہے، صرف اس طرح سماج میں وہ عزت کی زندگی
سکتی ہے، صرف اس طرح کسی حد تک وہ ذہنی اور قلبی سکون
سکتی ہے۔

نے تلخی کو برداشت کر لیا تھا، اور اب وہ زندگی بھر اسے
کرتے رہنے کی پابند تھی۔!

بے شک مجبور تھی لیکن یہ مجبوری رضاکارانہ تھی، عورت کی جتنی مجبوریاں ہیں وہ زیادہ تر رضاکارانہ ہی ہیں، لیکن وہ اس طرح قبول کرتی ہے جیسے یہ نوشتۂ تقدیر ہو، جیسے یہ آسمان سے نازل شدہ ہوں! جیسے اگر اس نے یہ نہ کیا تو جہنم بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔

(۳)

دروازہ زور سے کھلا،

فاخرہ چونک پڑی!!

مخری جھومتا ہوا حجلۂ عروسی میں داخل ہوا،

نہ پئے اور جھومتا جائے
ہے ریاض اک جوانِ مست خرام

لیکن یہ تو شاید پئے ہوئے ہے!!

اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے ہیں، بدن پہ عجیب طرح کا ارتعاش ری ہے!!

ہ آیا، اور فاخرہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا، اس نے فاخرہ کے چہرے ے چادر ہٹا دی، اور اسے مخاطب کیا،

"فاخرہ ——"

ن الفاظ کے ساتھ دماغ کو پراگندہ کر دینے والی بو کا ایک نکا آیا —— یہ شراب کے سوا کسی چیز کی بدبو نہیں ہو سکتی تھی!!

اب تک وہ نہ جانے کیا کیا سوچ رہی تھی! اپنے متعلق، رُشدی کے بارے میں، فخری کے لئے، لیکن اس جھٹکے نے سارے خیالات منتشر کر دئیے، وہ سوچنے لگی کیا فخری شراب پیتا ہے، پھر ضبط نہ کر سکی سنبھل کر بیٹھی اور سوال کر بیٹھی،

"فخری کیا تم شراب پی کر آئے ہو؟"

فخری نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا،

"ہاں، — اگر چاہو تو تمہیں بھی پلا سکتا ہوں، — پیو گی —؟"

اس نے نفرت اور حقارت کے ساتھ فخری پر ایک نظر ڈالی اور کہا،

"مجھے تو معاف ہی رکھو، لیکن یہ تم اچھا نہیں کرتے،!"

فخری جھینپ گیا، اس نے طنز بھرے لہجے میں کہا،

"اوہو آپ واعظِ شیریں گفتار بھی ہیں، شکریہ!"

پھر اس نے ایک نگاہ فاخرہ کے چہرے پر ڈالی اور کہا،

"کیا بات ہے تمہارے چہرے پر نشاط و مسرت کی وہ چمک نظر نہیں آتی جو آنی چاہیئے تھی،!"

فاخرہ نے کہا، "یہ تمہارا وہم ہے،!"

وہ گویا ہوا، "نہیں یہ میرا وہم نہیں ہے امرِ واقعہ ہے،!"

فاخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا، ذرا دیر خاموش رہ کر فخری نے کہا —،

"شاید تمہیں رُشدی یاد آ رہا ہے،! — لیکن وہ بزدل ہے، بے

ے شادی میں مدعو کیا تھا، وہ فرخ نگر بھاگ گیا؟!"

ناخرہ نے ناگواری کے ساتھ کہا،

"فخری تمھیں کیا ہو گیا ہے، ! اس وقت رشدی کا ذکر چھیڑنے کا

مقصد ؟"

وہ ہنسنے لگا، اس نے کہا،

"کیا میں نے کوئی غلطی کی ہے، ؟"

ناخرہ نے جواب دیا،

"رشدی صاحب فرخ نگر چلے گئے، اب شاید وہ کبھی نہ آئیں، اور

آئیں بھی تو ہم سے مطلب ! نہ وہ ہم سے مل سکتے ہیں نہ ہم ان سے

ان کا ذکر کرنا غلطی ہے کہ نہیں ؟"

فخری نے زہرخند کرتے ہوئے سوال کیا،

"کیا تم رشدی سے محبت نہیں کرتیں ! بتاؤ ناخرہ ! کیا تم رشدی

سے محبت نہیں کرتیں ؟"

(۴)

یہ سوال کتنا عجیب تھا، کتنا مہمل تھا، کتنا اشتعال انگیز تھا!
ایسا معلوم ہوا جیسے یہ سوال کر کے فخری نے اس سینے پر بم کا گو[لہ]
دیا ہو، وہ سُن سے ہو گئی، اس کا بدن سنسنانے لگا، اس نے جواب د[ینا]
چاہا مگر جیسے کسی نے تابِ تکلم چھین لی تھی، !
فخری کچھ دیر جواب کا انتظار کرتا رہا، پھر اس نے کڑک کر ا[پنا]
سوال ایک مرتبہ اور دہرایا،
"تباؤ فاخرہ کیا تم رشدی سے محبت نہیں کرتی ہو!"
فاخرہ کو غصہ آ گیا اس نے بگڑے ہوئے تیور کے ساتھ کہا،
"اس طرح کا سوال کرتے تمہیں شرم نہیں آتی! — اگر تمہارا خیال [یہ ہے کہ]
میں رشدی سے محبت کرتی ہوں تو تم نے مجھ سے شادی کیوں ک[ی]
اور اگر تمہارا یہ صرف واہمہ ہے تو کہتی ہوں اس طرح کا سوال کر[تے]
تمہیں شرم آنی چاہیئے، میاں اور بیوی کے درمیان صرف ایک
رشتہ ہوتا ہے، جو انہیں زندگی بھر ایک دوسرے سے وابستہ

رشتہ ہے اعتماد کا — اگر شوہر بیوی پر بھروسہ نہیں کرتا، یا بیوی شوہر
نہیں کرتی تو انہیں ایک دوسرے کا شریکِ زندگی بننے سے انکار
دینا چاہیئے، تم میرے شوہر ہو، میں تمہاری بیوی ہوں، مجھے تم پر اور
مجھ پر اعتماد ہونا چاہیئے — اور دنیا کی تاریخ میں شاید یہ واقعہ
اپنی مثال نہیں رکھتا کہ کسی شوہر نے پہلی ملاقات میں اپنی بیوی سے
سوال کیا ہو؟"

فاخرہ کی گفتگو کے اثناء میں فخری اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا، جب وہ اپنی
ختم کر چکی تو وہ پھر آکر پاس بیٹھ گیا، اس نے آہستہ سے جیسے کوئی
کی بات کہہ رہا ہو، اس کے کان کے پاس منہ لے جاکر کہا،

"جتنا تم مجھے بے وقوف سمجھ رہی ہو، میں اتنا نہیں ہوں!"

شراب کی بدبو سے فاخرہ کا دماغ پھٹا جا رہا تھا، بمشکل اس نے
ضبط کی، اور کہا۔

"کیا تم نے شادی اسی لئے کی تھی کہ مجھے ذلیل کرو!"

وہ نہایت اطمینان سے گویا ہوا،

"ہاں اس لئے بھی اور اس لئے بھی کہ میں انتقام لینا چاہتا تھا!"

"انتقام! — یہ میں کیا سن رہی ہوں فخری؟"

"ہاں — انتقام، تم سے بھی، اور رشدی سے بھی، رشدی سے
زیادہ!"

"لیکن میری خطا! میرا قصور؟"

"تم اب تک مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو کیا تم
اپنی خطا سے واقف ہو یا ضرورت ہے کہ بتاؤں؟"

"میں نے کوئی خطا نہیں کی ہے!"

"کی ہے، ... تم رشدی سے محبت کرتی ہو، تم نے مجھے دھوکا دیا
تم نے مجھ سے نہیں میری دولت سے شادی کی ہے!"

یہ باتیں سن کر ناہید لرز اٹھی، اُس نے کہا،

"اتنے بڑے الزام کا کوئی ثبوت بھی تو ہوگا تمہارے پاس!"

"ایک مرتبہ تم رشدی سے اسی قسم کی باتیں کر رہی تھیں اور میں ایک درخت
کی آڑ میں کھڑا تمہاری باتیں سن رہا تھا!"

"کیا سنا تھا تم نے؟"

"جو کچھ بھی تم نے کہا تھا .... تم محبت رشدی سے کرتی ہو لیکن شادی
مجھ سے کرنے پر مجبور ہو گئیں، اس لئے کہ رشدی فقیر ہے، وہ تمہارے
خاندان کی کفالت نہیں کر سکتا، میں موٹی آسامی ہوں سب کو پال
سکوں گا۔ تمہاری اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے میں نے شادی
کی ہے، بے شک میں موٹی آسامی ہوں، میرے پاس دولت ہے لیکن
میری دولت کا ایک حصہ بھی تمہارے خاندان پر صرف نہیں ہو سکتا، میں
تمہیں سزا دوں گا، اور وہ سزا یہی ہو سکتی ہے کہ تم اس گھر میں بیوی کی
حیثیت سے نہیں مہمان کی حیثیت سے رہو، ایسے مہمان کی حیثیت سے
جو نظر بند ہو، اب تم اپنے گھر نہیں جا سکتیں، وہاں کا کوئی فرد یہاں

ہیں آسکتا، یہ سچ ہے کہ میں نے بھی تم سے محبت نہیں کی تھی، میں
اپنی سرشت اور طبیعت سے مجبور ہوں، محبت کرنے کا میرے پاس
وقت ہے نہ فرصت، میں نے تمہیں ایک کھلونا سمجھ کر کھیلنا چاہا تھا
لیکن تم دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوشیار اور چالاک نکلیں، جیسے
جیسے تم کھنچتی گئیں مجھے بھی ضد ہوتی گئی، اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ
تم در حقیقت رشدی سے محبت کرتی ہو، اور مجھے صرف اپنے شوہر
ہونے کا اعزاز بخشنا چاہتی ہو، میری ضد جوشِ انتقام میں بدل گئی، ہم
تم دونوں میاں بیوی نہیں ہیں ایک دوسرے کے حریف ہیں، ایک
دوسرے کے دشمن ہیں، تم نے مجھ پہ وار کیا، میں نے برداشت کیا،
اب میں وار کرتا ہوں، اور دیکھوں گا تم اسے کہاں تک برداشت
کر سکتی ہو! — اس گھر کو میدانِ جنگ سمجھ لو، اور جب جنگ
شروع ہو جاتی ہے تو کوئی کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتا، اگر تم
مجھے دھوکا نہ دیتیں اور میرے قابو میں آجاتیں تو کچھ عرصے کے بعد
نہایت شرافت کے ساتھ خود بخود ہمارے تعلقات ختم ہو جاتے، اور
تعلقات کے ختم ہونے تک تم میری دولت سے حسبِ دلخواہ فائدہ
اٹھا سکتی تھیں، میں تمہیں اتنا دے دیتا کہ تم آسانی سے اپنے خاندان
کی کفالت کر سکتی تھیں، لیکن تم نے شادی کو پسند کیا، لو، میں نے
شادی کر لی، بتاؤ اب کیا کہتی ہو، ! اب تم میرے قابو میں ہو، قبضے
میں ہو، مجھے تم پہ مالکانہ حقوق حاصل ہیں، پہلے تم جب چاہتیں،

الگ ہو سکتی تھیں، اب اس وقت تک جُدائی نہیں عمل میں آ سکی جب
تک میں نہ چاہوں، اور میں جسے تم اتنے پایہ کا بے وقوف اب تک
سمجھتی آئی تھیں، اس سے انکار کرتا ہوں کہ تم سے جُدائی اختیار کر لوں
تم میری نہ بن کر مجھ سے بہت کچھ لے سکتی تھی، اور اب جب کہ میری
بن چکی ہو مجھ سے کچھ نہیں لے سکتیں، اگر تمہیں اپنے حُسن پر گھمنڈ نہ ہوتا
اگر تم اپنے آپ کو پارسا بنائے رکھنے پر اصرار نہ کرتیں تو یقیناً تمہارا
مستقبل شاندار ہوتا، لیکن تمہیں اپنے حُسن پر غرور تھا، تمہیں اپنی پاک
دامنی پر اصرار تھا، آج تمہارا غرور ٹوٹ رہا ہے، اور تمہاری پاک دامنی
بھی افسانۂ ماضی بنی جا رہی ہے، اور یہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے کہ اپنا سب
کچھ کھو چکنے کے بعد بھی تم خسارے میں ہو، تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا،
نہ میں نہ میری دولت، میں عارضی تم سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا
تم اپنی عقلمندی سے ہمیشہ کے لئے میرے پھندے میں آ گئیں تم سے
پہلے، جن جن لڑکیوں سے میں نے راہ و رسم پیدا کی کسی سے شادی
نہیں کی، لیکن سب کے دامن مال و زر سے بھر دیئے، اور تم ـــ اور
تم وہ پہلی عورت ہو، جس نے شادی کی پھر بھی اس کی جھولی خالی رہی
پھر بھی اُس کے ہاتھ کچھ نہ آ سکا، تم میرے سامنے رشدی کی قابلیت
کی، انسانیت کی، شرافت کی تعریفیں کیا کرتی تھیں گویا میں گندہ ناکارہ
تھا، ننگِ انسانیت تھا، شرافت سے مجھے کوئی سروکار نہ تھا، تم لڑکی
ہیں ان باتوں کا مطلب بھی سمجھتا تھا، اب تمہارا محسنِ انسانیت [illegible]

ہاں، وہ بیگم شرافت فرخ نگر میں جوتیاں چٹخاتا پھر رہا ہے، اور وہ شخص جسے تم ہر اعتبار سے ہیچ اور ناکارہ سمجھتی تھیں تمہارا مالک بن بیٹھا ہے۔ اب رشدی تمہیں مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ اب وہ اس شہر میں قدم نہیں رکھ سکتا، اب وہ تمہاری صورت نہیں دیکھ سکتا، اب تم اس کا ذکر نہیں کر سکتیں۔ اب تمہارا وہ محبوب و مطلوب تم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ چکا ہے، اور میں جسے تم درحقیقت کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں، تم پر پورا تصرف رکھتا ہے۔ میرے قبضے میں تم اس طرح ہو، جیسے ایک چڑیا شکاری کے جال میں ہوتی ہے، وہ پھڑپھڑاتی ہے، وہ جال سے باہر نہیں نکل سکتی تم بھی شوق سے پھڑپھڑا سکتی ہو، لیکن یاد رکھو یہ جال اتنا مضبوط ہے کہ نہ اس کی گرہ میں کھول سکتی ہو، نہ اسے توڑ سکتی ہو، اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید ہو گئیں، جب تک تم زندہ ہو ——

—— جب تک میں زندہ ہوں، میرے انتقام کا سلسلہ جاری رہے گا، میرے انتقام کی چکی تمہیں پیستی رہے گی۔ تمہیں پسنا پڑے گا، اس کے سوا تمہارے لئے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے، !"

فخری کھل کھل کر، بپھر بپھر کر، جوشِ انتقام سے بے خود اور نشۂ شراب میں مست، تقریر کر رہا تھا اور فاخرہ خاموش تھی، جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ہو، جیسے وہ کچھ سن ہی نہ رہی ہو،!

فاخرہ کی یہ خاموشی اسے گراں گزری اُس نے پہلے سے زیادہ بلند آواز میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"تمہاری زبان بند کیوں ہو گئی ہے، تم جواب کیوں نہیں دیتیں! تمہیں جواب دینا پڑے گا، تمہیں زبان کھولنا پڑے گی، یہ میری توہین ہے کہ میں بکے چلا جاؤں، اور تم خاموش رہو!"

لیکن فاخرہ نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا،

فخری غصے کے عالم میں اس کی طرف بڑھا، اور اسے جھنجھوڑ ڈالا، لیکن اس نے جنبش بھی نہ کی، — وہ بے ہوش ہو چکی تھی، نہ جانے کب!

(۵)

نہ جانے کب وہ ہوش میں آئی، اور نہ جانے کب یہ مدہوشی نیند میں تبدیل ہوگئی، صبح وہ جاگی تو جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا جیسے کئی دن کے بخار کے بعد کمزوری نے آدبوچا ہو، مخزی کے سامنے اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں ٹپکا تھا، لیکن اب روتے روتے اس کا دامن تر ہوگیا تھا، وہ آنسو پونچھتی جاتی ہے اور وہ اس طرح اُبل رہے تھے، جیسے کسی نوبہار کا چشمۂ تند جولاں ہو!

لیکن تھوڑی دیر کے بعد، وہ اپنی کیفیت پر غالب آگئی، اس نے آنسو پونچھ ڈالے، اور وہ خشک ہوگئے،

وہ سوچ رہی تھی، کچھ سوچ رہی تھی، !

شادی سے پہلے اس کے دل میں بار بار یہ خیال آیا کرتا تھا کہ وہ جوا کھیل رہی ہے، اور جوے میں ہار بھی ہوتی ہے اور جیت بھی، جو ہارتے ہیں، وہ ڈوب جاتے ہیں، جو جیتتے ہیں وہ نشاط و سرور کی دنیا میں کھو جاتے ہیں، اس کا خیال تھا کہ اس جوے میں وہ ہار نہیں سکتی، اگر اسے

خود فخری سے محبت نہیں تھی، لیکن یہ یقین ضرور تھا کہ فخری اس سے محبت کرتا ہے، کبھی کبھی یہ خیال بھی آتا تھا کہ شادی کر لینے کے بعد بھی فخری اس سے نباہ نہیں کر سکے گا، لیکن دونوں صورتوں میں وہ اپنے آپ کو جیت میں سمجھتی تھی، اگر فخری کا دعویٰ محبت سچا ثابت ہوا اور اس نے سچائی کے ساتھ اس دعوے کو نبھایا تو بھی، اور اگر وہ بد عہد ثابت ہوا، اس نے دغا دی، تب بھی محبوبہ کی حیثیت سے نہ سہی، بیوی کی حیثیت سے وہ اس پہ اتنا حق تو بہر حال رکھے کہ اپنی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے،

لیکن، — شادی کے پہلے دن، شادی کی پہلی رات شوہر کی حیثیت سے پہلی ملاقات کے موقع پر اس نے اپنا جو روپ دکھایا اس کے بعد یہ سوچنا کہ محبوبہ کی حیثیت سے، یا بیوی کی حیثیت سے وہ کوئی حق حاصل کر سکتی ہے ایک امید موہوم ہے، ایک خیالِ پریشان ہے —!!

وہ سوچنے لگی، کیا میں نے واقعی فخری کو دھوکا دیا -؟

اس نے اپنے دل کو ٹٹولا، اپنا جائزہ لیا، اور اس نتیجے پہ پہنچی کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ وہ خود کہہ رہا ہے کہ وہ اس سے کھیلنا چاہتا تھا، اس سے عارضی طور پر لطف اندوز ہونا چاہتا تھا، اگر وہ اس کی پذیرائی کرتی، اس کی خواہشات کے سامنے سر جھکا دیتی، تو بھی کیا ہوتا، یہی نا کہ وہ اُسے کچھ دنوں تک ٹالا ٹال کرتا

رہتا، لیکن اپنے ناموس کی یہ تبیت کیا وہ گوارا کر سکتی تھی! کیا وہ دولت سانپ اور بچھو بن کر اسے ڈسنے نہ لگتی! کیا پھر وہ دنیا میں کسی کو حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی منہ دکھا سکتی تھی، کیا اس کے ضمیر میں ہر وقت خلش نہ ہوتی رہتی،!

نہیں، اس نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا،.... وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکی، اس کی اسکیم فیل ہو گئی، لیکن وہ اپنے ضمیر سے شرمندہ نہیں ہے، اس نے جو عہد کیا تھا اس پہ وہ قائم ہے اور قائم رہے گی، اس نے عہد کیا تھا کہ محبت نہ کرتے ہوئے بھی وہ ایک وفادار فرض شناس، اور پاک دامن بیوی کی حیثیت سے اس کی زندگی میں داخل ہو گی، اور رشدی کو محبت کرنے کے باوجود بھول جائے گی اس سے ہمیشہ کے لئے ترک رسم وراہ کرے گی۔ اس نے رشدی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا، اس گھر میں وہ ایک وفادار، فرض شناس اور پاک دامن بیوی کی حیثیت سے داخل ہوئی ہے اور اسی حیثیت سے مر کر یہاں سے نکلے گی!— جیت پہ خوش ہونا کردار نہیں، ہار پہ قائم ہو جانا، اسے برداشت کر لینا اصل کردار ہے، میں اس ہار پہ قائم ہوں، اور اسے برداشت کر کے دکھاؤں گی، فخری سمجھتا ہے کہ اس نے مجھے ذلیل کر دیا، مجھ سے انتقام لے لیا، مجھے کہیں کا نہ رکھا، لیکن یہ اس کی بھول ہے غلط فہمی ہے،!

میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں ذلیل نہیں ہو سکتی۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔

تھا کہ باعث انتقام بن سکوں، میں مظلوم اور ستم رسیدہ ضرور ہوں، لیکن میری کسی غلطی پر، کسی جُرم پر کسی نے مجھ سے انتقام لیا ہو یہ غلط ہے، یہ بھی غلط ہے کہ میں کہیں کی نہ رہی، جس کا ضمیر مجرم نہ ہو، آئینے کی طرح صاف ہو اسے کون برباد کر سکتا ہے؟ وہ بظاہر برباد ہونے کے باوجود کامیاب اور سرخرو رہے!

ان خیالات نے اس کے دل مجروح کو کسی حد تک مطمئن کر دیا، لیکن یہ اطمینان صرف گھڑی بھر کا تھا!

دل میں ایک نئی ٹیس اُٹھی!

ایک نئی کسک پیدا ہوئی!

کیا اب میں ممی سے بھی نہ مل سکوں گی؟

کیا ناہید کے لئے بھی میرا دروازہ بند ہے؟ وہ دستک دے گی اور میں نہیں کھول سکوں گی؟

کیا سلطانہ آئے گی، ضد کر کے آئے گی، مایوس چلی جائے گی!

کیا اختر اور اشفاق آئیں گے اور دھتکار دیئے جائیں گے؟

کیا رخشی آئے گی اور واپس کر دی جائے گی!

میں زندہ رہوں گی اور اپنے ان پیاروں کی صورت نہیں دیکھ سکوں گی؟

کیا یہ زندگی موت سے بدتر نہ ہو گی!

یہ سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں پھر بہنے لگیں،

وہ تنہا تھی اکیلی تھی، سسکیاں اور ہچکیاں اسے بے قابو کئے ہوئے تھیں، کوئی اسے سنبھالنے والا نہ تھا، کوئی اسے سہارا دینے والا نہ تھا، کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی دلجوئی کرتا۔

بڑی دیر تک وہ روتی رہی، آنسو بہاتی رہی، ——— خون کے آنسو!

پھر اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا ہوا،!

پھر اس میں عزم واستقامت کی ایک نئی لہر، ایک نئی روح پیدا ہوئی،

اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

"اس دنیا میں، موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے! ہر کوئی ہر وقت مر سکتا ہے، چاہے وہ جوان ہو، بوڑھا، بچہ ہو، کوئی بھی ہو،!

میں بھی تو عین عالمِ نوجوانی میں اس دنیا سے رخصت ہو سکتی ہوں!۔

اگر میں مر جاؤں، تو ممی کیا کریں گی! کیا ملک الموت کا دامن پکڑ لیں گی،!

ناہید کیا کرے گی؟ کیا موت کے پنجہ سے مجھے چھڑا لے گی!

رخشی کیا کرے گی، کیا مجھے حیاتِ نو عطا کر سکے گی۔!

سلطانہ، اختر، اشفاق کیا میرے مرنے کے بعد چپ نہیں ہو جائیں گے!

مجھے سمجھ لینا چاہیئے کہ میں مر گئی، اور بالآخر وہ لوگ بھی یقین کر لیں گے

کہ میں زندہ درگور رہوں، آہی جائے گا صبر!

پھر اس کے ذہن میں خیال آیا، لیکن مجھ سے بے تعلق ہونے کے بعد ان لوگوں کی زندگی کس طرح بسر ہوگی! انہی کی فلاح و بہبود کے لئے تو میں نے قربانی دی تھی،؟

لیکن اس خیال نے پھر اُسے مطمئن کر دیا کہ اگر واقعی میں مرجاتی تو یہ لوگ کیا کرتے؟ جو تب کرتے وہی اب کریں گے،!

میں نے چاہا تھا کہ انہیں سکھ پہنچاؤں، اور اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے جو کچھ میرے بس میں تھا اس سے زیادہ کر گزری، اب اس کے بعد بھی اگر میں انہیں سکھ نہیں پہنچا سکتی تو قسمت،! — مرضی مولا، — مرضی مولا از ہمہ اولا،! —

~~~~~~~~
~~~~~~~~

(۶)

یہی باتیں وہ سوچ رہی تھی کہ آہٹ ہوئی، نظر اٹھا کر دیکھا تو فخری
سامنے کھڑا تھا:!
پیکرِ جلالی، پیکرِ نخوت، — ماتھے پر شکن، آنکھیں سُرخ، ہونٹ
بھنچے ہوئے، برہمی، نفرت، اور انتقام کا مجموعہ!!
وہ سامنے آکر بیٹھ گیا، کچھ دیر تک فاخرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر پوچھا۔
"کیا تم روئی تھیں؟"
"نہیں، —
"ماننا پڑے گا تمہارے اعصاب بہت مضبوط ہیں!"
"خدا کا شکر ہے!"
"اب تمہارا پروگرام کیا ہے؟"
"میرا! — میرا پروگرام کیا ہو سکتا ہے!"
"فیصلہ، جنگ، مقابلہ، کشمکش؟ میں ان سب باتوں کے لئے
تیار ہوں!"

لیکن میں ان میں سے کسی بات کے لئے تیار نہیں! فخری کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، اس نے کہا،

"تم کیا کرنا چاہتی ہو!"

وہ نہایت سکون کے ساتھ گویا ہوئی،

"میں کچھ بھی نہیں کرنا چاہتی فخری صاحب!"

"شاید تم اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہی ہو، ابھی تمہاری اس بے بسی کا علم رشدی کو نہیں ہوا ہے، اسے معلوم ہو گا تو وہ آئے گا، شاید تمہیں خیال ہے جیسے ایک مرتبہ تمہارے سامنے اس نے میرا پستول چھین کر مجھ پہ تان لیا تھا، اس مرتبہ پھر وہ آئے گا اور ایسا ہی کرے گا پہلے تم نے اس سے پستول واپس لے لیا تھا، اس مرتبہ اس سے کہو میرا سینہ چھلنی کر دے، وہ تمہارا ہیرو میرا سینہ چھلنی کر دے گا، میں نامراد اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، اور وہ تمہیں لے کر دور کسی دوسرے دیس میں چلا جائے گا۔ اور تم دونوں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو گے، ـــ کیوں نا خیر یہی خیال ہے نا تمہارا!"

"الحمد للہ، اتنی پست اور ذلیل باتیں میں سوچ بھی نہیں سکتی یہ ظلم نیرنگِ خیال آپ ہی کو مبارک، آپ ہی کے ذہن و دماغ میں یہ آسکتی ہیں!"

(ڈپٹ کر) "تم میری توہین کر رہی ہو!؟"

"میں صرف ایک حقیقت بیان کر رہی ہوں!"

"کیا تم رشدی سے محبت نہیں کرتیں ؟"

"کیوں آپ بار بار مجھ سے ایک ہی سوال کئے جا رہے ہیں — ؟"

"یہ سوال میں اس وقت تک کرتا رہوں گا، جب تک تم سے جواب نہیں لے لوں گا، !"

"اور جواب مل جانے کے بعد آپ کیا کریں گے ؟"

"یہ جواب کی نوعیت پر منحصر ہے، — بتاؤ کیا تم رشدی سے محبت کرتی ہو، ؟"

"کیا آپ رشدی کو بھی ہدف انتقام بنانا چاہتے ہیں ؟"

"ہاں ضرور، — وہ تو اب میرے قبضے میں اس طرح ہے جیسے چوہا چوہے دان میں آکر پھنس جاتا ہے، !" فرخ نگر میں میرا خالہ زاد بھائی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہے، جب چاہوں اسے گرفتار کرادوں جب چاہوں اس کے گھر سے چوری کی ہوئی چیزیں برآمد کرادوں جب چاہوں اُسے ڈکیتی یا قتل کے مقدمے میں ماخوذ کرادوں، — تم مجھے کیا سمجھتی ہو، ؟ تم نے میرے اثر و رسوخ اور قوت و اقتدار کا غلط اندازہ لگایا تھا فاخرہ، !"

"لیکن آپ خدا کی قوت و طاقت کا بہت غلط اندازہ لگائے ہیں —، !"

"خدا ! — تم خدا کی بھی قائل ہو !"

"کیا یہ بھی کوئی جرم ہے !"

"تمہارا خدا میں ہوں، — صرف میں"!
اتنے میں اطلاع ملی باہر کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں وہ فاخرہ پر حقارت بھری نظر ڈالتا ہوا باہر چلا گیا،

(۷)

سہ پہر کا وقت تھا، ناظرہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی، کمرے سے ملا ہوا برآمدہ تھا، جہاں چند کرسیاں پڑی تھیں، شمی اور اس کی سہیلیاں نادرہ اور زلفی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اور ان کی باتوں کی آواز صاف سنائی دیتی تھی اس کمرے میں!

رفی نے پوچھا "کہو بھئی شمی کیسا پایا تم نے اپنی بھابی کو، ؟"

شمی نے جواب میں ابھی کچھ نہیں کہا تھا کہ نادرہ بول پڑی۔

"میں تو جب بھی ادھر گئی منہ پھولا ہوا نظر آیا، نہ جانے رانی کس سے روٹھی ہیں۔!"

زلفی نے کہا "واقعی ان کی صورت پہ ماتم برس رہا ہے، آخر بات کیا ہے شمی ؟"

وہ بولی، "کچھ راز کھلتا نہیں، — میری سمجھ میں یہ بات اب تک نہیں آسکی کہ بھائی جان نے کیا سمجھ کر ان بیگم صاحبہ سے شادی کی، صورت شکل بھی ایسی نہیں ہے کہ اس انتخاب کو انتخاب لاجواب قرار دیا جا سکے

اور گھرانہ دیکھو تو وہ بھی نفیس — جہز دیکھا تھا تم نے !"

زلفی نے بات میں بات ملاتے ہوئے کہا،

"ہاں بہت اچھی طرح دیکھ لیا، اگر اس کا نام جہز ہے تو نہ جانے سچ مچ کے جہز کو کیا کہتے ہوں گے ان کے گھر میں "!"

شمی کھلکھلا کر ہنس پڑی، نادرہ نے کہا۔

"اور مزاج ہیں کہ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں "!"

زلفی نے تائید کی "جی ہاں، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نیلم پری بیاہ کر آئی ہے اس گھر میں "!"

نادرہ کہنے لگی "میں تو دو ایک مرتبہ گئی، مگر بیگم صاحبہ نے ترچھی آنکھوں سے بھی نہ دیکھا عاشق دلگیر کو "!"

اس مرتبہ زلفی نے قہقہہ لگایا، کہنے لگی،

"ہاں بھئی ایک دفعہ ہم بھی قسمت آزمائی کرنے گئے تھے مگر بات نہ پوچھی گئی، چلے آئے، اپنے اوپر لاحول پڑھتے ہوئے —— ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گھر یہاں پہ "!"

شمی رازدارانہ انداز میں بولی،

"سنا ہے کوئی صاحب ہیں، ان سے بھی عشق لڑایا جا چکا ہے "!"

زلفی نے دانتوں تلے انگلی داب لی۔ اور سراپا حیرت بن کر سوال کیا۔

"سچ ! — شمی سچ "؟"

وہ بولی، "ہاں — شاید انہی کی یاد میں آہیں بھرتی اور آنسو بہاتی ہوں گی "!"

نادرہ نے کہا، "یہ تو بہت بڑی بات ہے، حیرت ہے تمہارے
ی صاحب نے یہ جانتے ہوئے کیسے شادی کر لی ایسی لڑکی
ے!"

"وہ دھوکا کھا گئے ۔۔۔ بے چارے بھولے بھالے آدمی
ں ۔۔۔!"

زلفی نے شوخ نظروں سے نادرہ کو دیکھا، پھر شمی سے کہنے لگی،
"اے ہے کیا کہنا ہے، ان بھولے بھالے صاحب کا، کیا ہے
نو! ہاں، ۔۔۔ بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہیں جلاد بھی۔!"
شمی نے ہنستے ہوئے کہا،
"تم میرے بھائی صاحب کو جلاد بنائے دے رہی ہو؟"
وہ بولی، "میں کیوں بناتی وہ ہیں ہی، ان کا شہرہ تو کوچہ و بازار میں
ہے!"

نادرہ نے کہا، "ہم سمجھ گئے، ۔۔۔ انہوں نے منہ نہیں لگایا تمہیں؟!"
شمی نے تائید کی، "ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے، ۔۔۔ کیوں زلفی
ہی!"

وہ کچھ ناز کرتی ہوئی بولی، "میں خود منہ نہیں لگاتی کسی کو، ورنہ
بڑی جوتیاں سیدھی کرنے کو تیار ہو جائیں۔!"
شمی نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا،
"ہاں بھئی ہو تو تم اس قابل، میں تو کہتی ہوں لاکھوں میں ایک

بلو،! — میری اور امی کی رائے تو یہی تھی کہ بھائی صاحب سے تمہاری جوتیاں سیدھی کرائیں، لیکن ان پر تو فاخرہ بیگم کا محبت سوار تھا، اتنا صدمہ ہوا ہے مجھے اور امی کو تمہیں کیا کہہ کہ کیا کہوں، امی تو کہہ رہی تھیں یہ داغ زندگی بھر سینے پر رہے گا!!"

نادرہ نے لقمہ دیا، "تو اب بھی کیا بگڑا ہے، — اب بھی!!"

زلفی نے منکا دکھاتے ہوئے کہا،

تمہاری شامت آئی ہے نادرہ، پھر مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا، کہے دیتی ہوں، — ہاں!!"

شمی نے کہا، "خفا کیوں ہو رہی زلفی، ! — واقعی جو حالات نظر کے سامنے آرہے ہیں، ان کی بنا پہ میری امید پھر سے تازہ ہو رہی ہے!!"

نادرہ نے پوچھا، "وہ کیسے شمی ؟"

وہ بولی، "بھائی جان کو معلوم ہو چکا ہے کہ بیگم صاحبہ غیرے دل پھینک واقع ہوئی ہیں، اور ایک صاحب سے جن کا نام بھول رہی ہوں عشق بھی فرما چکی، کون جانے معاملہ صرف عشق ہی تک محدود تھا یا اس سے بھی آگے کی منزلیں طے ہو چکی تھیں، بہرحال شادی کے بعد سے وہ بہت خفا خفا اور بگڑے بگڑے نظر آرہے ہیں، بیگم صاحبہ سے بھی انہوں نے سیدھے منہ بات نہیں کی، مجھے تو اس کا انجام کچھ کچھ نظر آتا ہے!!"

نادرہ نے سوال کیا "بخیر کس طرح نظر آتا ہے ؟"

وہ بولی "بخیر یوں نظر آتا ہے کہ وہ میں بڑے بڑے مزاج کے ، کچھ عجیب نہیں پورے پانچ ہزار ہاتھ پہ رکھیں اور بیگم صاحبہ سے کہہ دیں جائیے ٹھنڈی ٹھنڈی تشریف لے جائیے ۔ !"

خدا کی قسم پھر تو مزا آ جائے ، — کیوں زلفی — ؟"

زلفی پھر بگڑ گئی " بکو مت — ؟"

نادرہ نے پوچھا " اگر انہوں طلاق نہ دی ؟"

شمی نے مطمئن لہجے میں کہا ،

" یا تو طلاق دیں گے ، ورنہ ایک بات تو بہرحال قطعی ہے ۔ !"

" وہ کیا ؟"

بھائی جان کا دل اس عورت سے کھٹا ہو گیا ہے ، یہ اب یہاں بیگم بن کر نہیں رہ سکتی ، اگر رہی بھی تو کوٹھے کی بن کر رہے گی ۔ !"

" اور وہ ملکہ کون ہو گی جو اسے کوٹھے کی بنائے گی ؟"

" ہماری زلفی —

زلفی پھر بگڑ گئی " دیکھو شمی زبان سنبھال کے ۔ !"

شمی نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا ،

" دیکھو بھئی میں نادرہ تو ہوں نہیں جیسے تم دبا لو گی ، میں شمی ہوں ، اور کان کھول کر سن لو ، اگر میرا نام شمی ہے تو اس گھر میں تمہیں دلہن بن کر آنا پڑے گا ۔ !"

زلفی ہنس پڑی، اور یہ ہنسی رضامندی کی تھی،

"واہ اچھی زبردستی ہے"!

شمی نے کچھ نخرہ، کچھ ناز کے ساتھ کہا،

"آج تک میری کون سی زبردستی ہے جو تم پہ نہ چل سکی ہو۔!یہ بھی چلے گی —

نادرہ بول پڑی،

"اور یہ چل کر رہے گی"!

اور پھر تینوں ہنسنے لگیں، زور زور سے!

(۸

ین دن گذر گئے ،

اخرہ ایک قیدی کی طرح فخری کے گھر میں زندگی بسر کر رہی تھی ، شروع

یک دو روز تو نہمیدہ بیگم اور شمی صرف تیاس آرائی کرتی رہیں کہ کیا

ے فخری جاتے چاؤ سے فاخرہ کو بیاہ کر لایا تھا ، شادی کے فوراً

یا فرنٹ ہو گیا اور اب اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہے

ر تاؤ ، اس کے ساتھ حد درجہ سخت اور ذلت کا پہلو لئے ہوئے

یکن آج ایک واقعہ ایسا ہوا جس سے اندازہ ہو گیا کہ معاملہ کیا ہے !

ال بیٹی کو یقین ہو گیا کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی ۔ چنانچہ دونوں

ت کسی کو بھی اس کا رنج نہ ہوا بلکہ ایک حد تک خوشی ہوئی ، نہمیدہ

گی دونوں فاخرہ کو غربت اور افلاس کے باعث اپنے برابر کا

ں بھر رہی تھیں ، صرف فخری کی ضد سے مجبور ہو گئی تھیں ، اب فخری کا

دیکھ کر ایک نئی امید پیدا ہو گئی ، اور دونوں میں کھچڑی پکنے لگی

لازم ہے کچھ نہ کچھ جلد کرنا چاہیئے ، تاکہ اس بلا سے پیچھا چھوٹے ،

اور ببابر کی بہو گھر میں قدم رنجہ فرمائے۔

آج بھی رہی سہ پہر کا وقت تھا، وہی سب آمادہ تھا اور شمی، نادرہ اور زلفی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، ناخزہ اپنے غم کدہ میں بیٹھی ان لڑکیوں کی باتیں سن رہی تھی،!

شمی نے کہا، بھئی آج تو مزا آگیا خدا کی قسم،! وہ تماشا دیکھا ہے کہ واہ وا واہ،!"

زلفی نے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"اکیلے اکیلے،! ——— شرم نہ آئی تمہیں!"

وہ بولی،" تو اس وقت تمہیں کہاں سے لاتی! اور وہ تماشا ایسا تھا نہیں کہ ملتوی ہو سکتا،!"

نادرہ نے کہا،" لیکن اس کی کچھ تفصیل تو بتاؤ،!"

وہ ہنستی ہوئی کہنے لگی،" وہی تو بتانے کے لئے بیتاب ہوں،!"

"بس، تو شروع کرو پھر جلدی سے،!"

"ہوا یہ کہ میں بھائی جان کے پاس ڈرائنگ روم میں بیٹھی زلفی کے لئے کنویسنگ کر رہی تھی، ———"

زلفی نے ٹوکا،" دیکھو بھئی ہمارا نام بیچ میں نہیں آنا چاہئے، کہے دیتے ہیں،!"

نادرہ نے کہا،" اجی آپ ہیں کس خیالِ خام میں مبتلا ——— آپ خود بیچ میں آ رہی ہیں بہت جلد، کیوں شمی،!"

شمی نے اقرار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"انشاءاللہ!"

زلفی نے گفتگو کا موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

"ہاں بھئی تو اپنا وہ تماشہ شروع کر دو!"

شمی نے کہا "میں بھائی جان کے پاس بیٹھی تھی کہ ایک صاحبہ جو بڑی قبول صورت تھیں، تشریف لائیں، ان کے پیچھے ایک پوری فوج تھی، ناہید، سلطانہ، اختر اور اشفاق ——

"یہ کون لوگ ہیں ان کا تعارف بھی کراتی چلو، —— !"

"ناہید، سلطانہ اور اختر و اشفاق، ہماری بھابی صاحبہ کے بہن بھائی ہیں"!"

"اور وہ صاحبہ جو قبول صورت سی تھی!"

"ان کا نام رخشی بیگم، اور وہ بھابی صاحبہ بدللیا کی سہیلی ہیں، جیسے تم میری ہو"!"

"اچھا، اچھا، —— پھر کیا ہوا"!"

رخشی بیگم نے اداؤں کے تیر اور غمزوں کے خنجر چلاتے ہوئے دلبرانہ انداز کے ساتھ کہا،

"میرا نام رخشی ہے"!"

بھائی صاحب نے بے پروائی اور ایک حد تک ناگواری کے ساتھ جواب دیا۔

"جانتا ہوں، — لیکن تشریف آوری کا مقصد؟"
رخشی ہوتی بولیں، پھر آپ کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ قاعدہ بڑی
پہیلی ہے؟"
بھائی جان نے اسی لب و لہجہ میں جواب دیا،
"یہ بھی جانتا ہوں؟"
رخشی نے سراپا ناز و انداز بن کر فرمایا۔
"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں، اور میرے ساتھی یہ سب فا
سے ملنا چاہتے ہیں؟"
بھائی جان نے بے رخی کے ساتھ جواب دیا۔
"مجھے سخت اعتراض ہے، بغیر اجازت آپ میں سے کسی کو نہیں مل
سکتی؟"
یہ سن کر رخشی بیگم گھبرا گئیں، لیکن جلد ہی سنبھل گئیں، ان کا خیال تھا
بھائی جان مذاق کر رہے ہیں۔ وہ بھی بھائی جان اور بھائی جان
کے ساتھ کالج میں پڑھتی تھیں، لہٰذا انہوں نے فرمایا۔
"فوزی صاحب، یہ آپ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟"
بھائی جان نے جواب دیا،
"مجھے افسوس ہے میں اپنے فیصلے میں تبدیلی نہیں کر سکتا کسی
طرح!"
رخشی بیگم غصے سے جل کر بھبوکا بن گئیں، تیوری چڑھائی اور کہ

"کیا میں اپنی سہیلی سے نہیں مل سکتی ، !"

بھائی صاحب کا جواب بہت مختصر سا تھا۔

"نہیں ——"

"اچھا میں نہیں مل سکتی لیکن اس کی یہ بہنیں ! اس کے یہ بھائی ! کیا یہ بھی نہیں مل سکتے !"

"ہرگز نہیں !"

"مخزی صاحب —— !"

"جی ارشاد ، !"

"یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے !"

"جو جی چاہے سمجھ لیجئے ، !"

"کیا یہ انسانیت ہے !"

"جی نہیں ، اسے کمینگی کہتے ہیں ، اور مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے ذرا بھی جھجک نہیں ہوتی کہ نہ صرف کمینہ ہوں ، بلکہ بدترین قسم کا کمینہ ہوں ، !"

"واقعی معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے !"

"تو آپ نے روک لیا ہوتا فاخرہ کو ایک کمینے کے پلے بندھنے سے ، !"

"میں نہیں روک سکی ، اس کا مجھے افسوس ہے ، !"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے ، !"

”خدا سے ڈریئے فخری صاحب!“

”آپ مجھ سے ڈریئے — خدا کبھی معاف کر دیتا ہے، کبھی سزا دیتا ہے، میری لغت میں معافی کا لفظ نہیں ہے، میں سزا دیتا ہوں اور ایسی عبرت انگیز کہ دیکھنے والے لرز جاتے ہیں، اپنی ہی حالت دیکھ لیجئے! بظاہر آپ بہت پُرسکون نظر آ رہی ہیں لیکن حقیقتاً آپ کا بند بند لرز رہا ہے!“

بس جناب بھائی جان کی یہ صاف صاف اور کھری کھری باتیں سن کر نہ صرف رخشی بیگم کے اوسان خطا ہو گئے، بلکہ ان کے ساتھ جو راجکماری ناہید آئی تھیں، وہ بھی تھر تھر کانپنے لگیں، سلطانہ، اختر اور اشفاق تو خیر بچے اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکے یہ ماجرا کیا ہے!

زلفی نے کہا، ”واقعی یہ سین دیکھنے کے قابل ہوگا!“

”بس کچھ نہ پوچھو افسوس ہے اس قابلِ دید سین کو تم نہ دیکھ سکیں، لیکن میرا خیال ہے اس طرح کے سین ابھی کئی پیش آئیں گے، پھر سہی —

نادرہ بولی، ”ہاں پھر سہی، یار زندہ صحبت باقی!“

شمی نے ٹوٹا ہوا سلسلۂ کلام پھر سے جوڑتے ہوئے کہا،

”ساری داستان تو سن لی تم نے مگر ٹیپ کا بند تو رہا جاتا ہے!“

اشتیاق کے ساتھ زلفی اور نادرہ نے بیک آواز کہا،

”ہاں بھئی سناؤ، ضرور سناؤ!“

شمی نے چھوڑی ہوئی داستان کا سلسلہ پھر سے جوڑتے ہوئے کہا،
"اب جناب باری آتی ہے راجکماری ناہید کی، اب تک مس رخشی میدان
میں پنیر سے دکھا رہی تھیں اب نیلم پری کی بہن پکھراج پری اُتریں۔"
نادرہ اور زلفی ساتھ ساتھ ہنسنے لگیں، پھر زلفی نے ایک ادائے
بے پروائی سے پوچھا،
"کیسی ہے صورت شکل کی؟!"
"جھوٹ بولوں یا ایمان کی کہوں؟"
"نہیں بھئی ایمان کی!"
"تو ایمان کی تو یہ ہے کہ واقعی اُسے چندے آفتاب، چندے
ماہتاب کہنا چاہیئے، اس کے سامنے دونوں بے حقیقت ہیں، نیلم
پری بھی اور مس رخشی بھی!"
نادرہ نے پوچھا، "اگر تمہارے بھائی جان، فاخرہ کے بجائے
ناہید کا انتخاب کرتے تو تم راضی ہو جاتیں؟"
شمی نے کہا، "ہرگز نہیں، — صرف صورت شکل ہی پر انحصار
نہیں مقابلہ پسندیدگی کا۔ ہاں ناہید کا رنگ اچھا ہے ناک نقشہ اچھا ہے مگر
لیکن صورت پر جو دھڑا اپن برس رہا ہے، شاید فقر اور غربت اور
مسلسل تکلیفوں کے برداشت کرنے کے بعد جو سختی اور کرختگی چہرے
پر پیدا ہو گئی ہے، اس نے حسن کو تو برقرار رکھنے دیا ہے، لیکن
رعنائی کو تازگی، سحر طرازی چھین لی ہے۔ اور مجھے تو سچ کہتی ہوں اس

سارے خاندان سے خدا واسطے کا بیر ہے، ایک دفعہ ہیں اتی کے ساتھ تاریخ نکاح مقرر کرنے گئی تھی، نیلم پھپی کے گھر، وہ تو اپنے پرستان میں بیٹھی رہیں باہر نہیں نکلیں، ناہید نے ہم لوگوں کی خاطر تواضع کی کچھی کچھی جا رہی تھی، اگر میرے پاس بیٹھ گئی، مگر کیا مجال ہے جو میں نے ذرا بھی لفٹ دی ہو!"

زلفی اُکتائے ہوئے لہجے میں بولی،

"آگے کہو — پھر کیا ہوا؟"

شمی نے بتایا، "پھر ناہید بیگم پھر کر اُٹھیں اور فرمانے لگیں،

"رخشی آپا چلئے، زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے ہماری آپا کو مبس بے جا میں رکھا گیا ہے!"

نادرہ نے غرقِ حیرت ہو کر کہا،

"تمہیں خدا کی قسم — اللہ اللہ یہ جگرا، یہ دیدہ! یہ ہمت!"

"ہاں سُنتے جاؤ!"

"سُن رہے ہیں!"

"یہ سُن کر بھائی جان نے کہا" جس روز تم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گی، اس دن ٹھیک اسی دن تمہیں اپنی آپا جان کی خبرِ وفات ملے گی، لاش کا پوسٹ مارٹم ہو گا، اور ابھی سے بتائے دیتا ہوں کہ اس کی رپورٹ یہ ہو گی کہ مرحومہ کا انتقال ہارٹ فیل ہونے سے ہوا، کوئی یہ نہیں معلوم کرے گا کہ خاتمہ بالخیر زہر سے ہوا ہے اُمّ، — اور رخشی تم بھی، فخری کو بالکل نہیں جانتیں، خود فخری بھی

اپنے آپ کو نہیں جانتا، ــــ اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے۔!"

ــــ زلفی سچ، بھائی جان کی یہ باتیں سن کر رخشی اور ناہید کا نہ جانے کیا حال ہوا ہوگا، خود میں لرز اٹھی، اس کے بعد بھائی جان نے ایک قہقہہ لگایا۔ اس ایک قہقہے میں ایک دُنیا آباد تھی، حقارت کی، لیکن واہ ری رخشی چکنا گھڑا ہو تو ایسا ہو، دل چاہے جتنا زور زور سے دھڑک رہا ہو، ظاہر میں کیا مجال ہے جو ذرا بھی متاثر ہوئی ہو کہہ نہ لگی،

نخری صاحب، ــــ
بھائی جان نے ڈانٹا،

"جو کچھ کہنا چاہتی ہو ختم کرو جلدی سے، میرے پاس وقت نہیں ہے!!"

اب بی رخشی کا منکا ڈھل چکا تھا، عرض معروض، اور التجا پہ اُتر آئیں کہنے لگیں،

"نخری صاحب، میں انسانیت کے نام آپ سے اپیل کرتی ہوں، اچھا جائیے، میں بھی نہیں ملتی، ناہید بھی نہیں ملے گی، ان بچوں کو، ان معصوم یتیموں کو ضرور رکھئے، ان کے رونے سے عرش الٰہی کانپ جاتا ہے، انہیں اپنے ساتھ لے جائیے، اور دس منٹ کے بعد واپس لے آئیے!!"

لیکن بھائی صاحب تو پتھر ہیں ان کا ایک ہی جواب تھا،

"نہیں مس رخشی یہ بھی نہیں ہو سکتا ،!"

رخشی کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی، اب بھی خاموش نہیں ہوئی کہنے لگی،

نجری صاحب، ذرا سوچئے تو سہی، یہ نیچے جب گھر جا کر اپنی بجار اور لب گور ماں سے یہ واقعہ بیان کریں گے تو اس پر کیا گزر جائے گی — ! کیا اس کی حرکتِ قلب نہیں بند ہو جائے گی !"

بھائی جان نے جواب دیا،" موت کا ایک دن معین ہے ،!"

ناہید راجکماری پھر برافروختہ ہو گئیں، کہنے لگیں،

" آپا رخشی چلئے ، پتھر سے سر پھوڑنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اپنا سر لہولہان ہو جاتا ہے ،!"

رخشی نے بھی دیکھ لیا، ان تلوں میں تیل نہیں نکل سکتا، کہنے لگی،

ٹھیک کہتی ہو ناہید، آؤ چلیں،

زلفی نے کہا،" یوں یہ قصہ ختم ہوا ؟"

شمی نے کہا،" نہیں زلفی یہ سارے تو سین تھے، اب ڈراپ سین کی باری آتی ہے، — !"

زلفی نے پوچھا، " ابھی کچھ اور باقی ہے، !"

وہ بولی،" ہاں — جب یہ قافلۂ بلاکشاں واپس جانے لگا تو بی سلطانہ اکڑ گئیں،

" آپا سے ملوں گی، !"

رخشی نے کہا، "وہیں جل رہے ہیں سلطانہ،!"

وہ مچل گئی، اور بھائی جان کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی،

"اسے شاداں یہ نہیں جانے دے گا آپا کے پاس،!"

ناہید نے بگڑ کر اپنی طرف کھینچا،

"چلو ہم دوسرے دروازے سے چلیں گے، اسے یہیں کھڑا رہنے دو،!"

لیکن وہ ضدی، اور بقول اتی کے سنبھلنی کہاں مانتی تھی، رونا شروع کر دیا، بس ایک ہی رٹ تھی۔

"وہ آپا کے پاس لے چلو، اسے (بھائی جان کو) سامنے سے ہٹا دو—!"

آخر جب کسی طرح قابو میں نہیں آئی تو ناہید نے ایک طمانچہ لگایا۔ اور گھر کتے ہوئے کہا،

"چل،—"

طمانچہ کھا کر وہ سہم گئی، لیکن زلفی ان لوگوں کو بھی کس غضب کی ادا کاری آتی ہے، فوراً ہی ناہید نے اسے گود میں اٹھا لیا، اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا، اور سر پہ ہاتھ پھیرتی ہوئی کہنے لگی۔

"تم سمجھتی تو ہو نہیں سلطانہ بی بی، آپا کی طبیعت خراب ہے، وہ ہسپتال گئی ہوئی ہیں، وہاں سے دو تین دن میں واپس آئیں گی اور سیدھی تمہارے پاس آئیں گی، یہاں اس گھر میں نہیں آئیں گی،!"

طرح کا احساس ہی باقی نہ رہ گیا ہو،

اس کی نگاہ تصور کے سامنے بار بار سلطانہ کی تصویر ابھر رہی تھی، کتنا چاہتی تھی وہ سلطانہ کو، اس کے لاڈ نے کتنا ضدی کر دیا تھا اسے اور اس کی وہ کون سی ضد تھی جو اس طرح کی تنگی ترشی کے باوجود پوری نہ کر دی جاتی ہو،

اور آج، زندگی میں پہلی بار اس کی ضد کو شکستِ فاش کا منہ دیکھنا پڑا،

پھر اس کے کانوں میں شمی کے وہ الفاظ گونجے جب وہ زلفی اور نادرہ کو بتا رہی تھی کہ ناہید نے اس کے گال پر طمانچہ لگایا اور پھر بے خود ہو کر اُسے گود میں اُٹھایا اور پیار کرنے لگی،

اس کا دل پھر بھر آیا، اگر ناہید نے اس کے سامنے طمانچہ مارا ہوتا تو کیا خود پٹنے سے بچ جاتی، !

لیکن پھر اُس نے اپنے دل دماغ کو تسکین دی،

"ناہید بھی سلطانہ کو اتنا ہی چاہتی ہے، جتنا میں چاہتی ہوں لیکن دشمن کے سامنے وہ کمزوری دکھانے پہ تیار نہ ہوئی، اس نے سلطانہ کے گال پر جو طمانچہ لگایا تھا، وہ خود اس کے دل پہ گھونسہ بن کر لگا ہوگا، لیکن وہ مجبور تھی، اسے وہی کرنا چاہئیے تھا، جو اس نے کیا، !

اور پھر شمی کی وہ اپیل اس کے کانوں کے پردے سے ٹکرانے لگی، جب اس نے اس کی بوڑھی اور لب گور ماں کا واسطہ دیا تھا کہ یہ خبر سن کر

اس پر گزرے گی ! کہیں حرکت قلب نہ بند ہو جائے ، !
لرز گئے۔ سامنے بوڑھی اور لب گور ماں کی تصویر پھرنے لگی ، واقعی اب اس میں کیا رہ گیا تھا ، لب گور تو وہ عرصے سے ہے ، صرف ایک جھٹکے کی ضرورت ہے ، جو اسے آسانی سے قبر کے اندر اتار دے گا ، کیا یہ جھٹکا یہ زلزلہ جو ناہید اپنے ساتھ لے کر گئی ہے ، اس زار و نزار عورت کی زندگی کا چراغ گل کر دینے کے لئے کافی ہو گا — !

وہ ہمیشہ اپنے پاک پروردگار بے نیاز سے رو رو کر گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتی تھیں کہ امی اچھی ہو جائیں ، انہیں تندرست کر دے لیکن آج یہ دعا اس کی زبان پہ نہ تھی ،

آج زندگی میں پہلی مرتبہ وہ رو رو کر ، گڑگڑا گڑگڑا کر اپنے پاک پروردگار بے نیاز سے دعا مانگ رہی تھی کہ یا اللہ امی نے بہت دکھ جھیل لئے ، بہت سی مصیبتیں برداشت کر لیں ، ان گنت غم سہہ لئے ، اب ان کا ہر دکھ ، ہر غم ، ہر مصیبت مجھے دیدے اور انہیں ایمان کے ساتھ اٹھا لے ،

دکھ سہتے سہتے ، مصیبت جھیلتے جھیلتے ، غم دیکھتے دیکھتے وہ اتنی خستہ اور ماندہ ہو چکی ہیں کہ اب ان میں سکت باقی نہیں رہ گئی ہے ، اے اللہ اب ان کا امتحان نہ لے اب انہیں معاف کر دے ، اب انہیں اپنے پاس بلا لے ،!
اور یہ دعا مانگتے مانگتے وہ منہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگی ،

(۱۰)

کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد فخری آیا، وہ سنبھل کر بیٹھ گئی، کافی دیر تک اُس نے آنسو بہائے تھے اور رونے سے طبیعت ذرا ہلکی ہو گئی تھی، فخری نے کہا ــــ کہا نہیں بلکہ اس کے زخم دل پر چرکا لگایا اور بتایا،

"آج رخشی آئی تھی!"

ناخرہ نے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا، فخری نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"رخشی کے ساتھ ناہید بھی تھی، سلطانہ بھی تھی، انعم اور اشفاق بھی تھے ــــ"

ناخرہ نے یہ بات بھی سن لی اور کوئی جواب نہیں دیا،

فخری نے ایک مرتبہ اُسے گھورا، اور کہنے لگا،

"ان سب لوگوں نے تم سے ملنے کے لئے بڑی التجائیں کیں، مگر وہ ساری التجائیں پائے حقارت سے میں نے ٹھکرا دیں!"

خرہ نے نظر سے نظر ملائے بغیر کہا،

بہت اچھا کیا، — میں خود بھی ان لوگوں سے ملنا نہیں چاہتی
یں شکرگزار ہوں کہ آپ نے بالا ہی بالا اُن سب کو ٹال دیا!"
خلافِ توقع جواب سُن کر نخزی کچھ جھنجھلا سا گیا، وہ تو یہ سمجھ کر یہ
نے آیا تھا کہ وہ قدموں پر سر رکھ دے گی اور التجا کرے گی کہ
نہیں صرف ایک مرتبہ ان لوگوں کو بلا لیا جائے، ان لوگوں سے
ے دیا جائے۔ لیکن — لیکن ابھی ایک آخری حربہ اس کے پاس باقی
س نے کہا،

حربہ ہے کہ سلطانہ کے بلک بلک کر رونے سے بھی میرا دل نہیں

یا!"

کہہ کر اس نے نظر اُٹھا کر فاخرہ کی طرف دیکھا کہ اس کے تاثرات
رے، کیونکہ وہ جانتا تھا، فاخرہ سلطانہ پر جان دیتی ہے، لیکن
ب بھی اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے یکسر خالی تھا، !
خرہ پر یہ کیفیت دیکھ کر وہ جراغ پا ہو گیا، اس نے آخری حربے
زیادہ زہرہ گداز اور خوفناک حربہ نکالا کہنے لگا،
نے التجا کی صرف بچوں کو تو تم سے مل لینے دیا جائے، اگر
تو وہ بڑی بی یعنی تمہاری والدۂ محترمہ اس جہان سے رخصت
ں گی، مگر میں نے یہ اپیل بھی مسترد کر دی، !"
زہ نے بے پروائی کے ساتھ جواب دیا،

«وہ بہت اچھا کیا، خشی تو بے وقوف ہے، کوئی بوقت سے ...
نہیں مرتا ۔۔۔ عورت کا ایک دن معیّن ہے !»

فخری سراپا حیرت بن کر فاخندہ کو دیکھنے لگا۔!

وہ سوچنے لگا، کیا یہ عورت ہر ہر قدم پر مجھے شکست دیتی رہے
گی! کیا میرا کوئی داؤں، میرا کوئی حربہ، میرا کوئی وار بھی کارگر نہیں
ہو سکتا اس پر! یہ عورت ہے یا چٹان، جس پر سے بڑے بڑے
طوفان گذر جاتے ہیں مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی!

لیکن میں بھی فخری ہوں، میں اس چٹان کو ڈائنامیٹ ہی کر اڑا
دوں گا!

اتنے میں ڈونی بجھا گئی،

«چائے ٹھنڈی ہوئی جا رہی ہے حضور والا!»

وہ مسکراتا ہوا چائے پینے چلا گیا۔

قصّۂ درد

مٹ گئے ہم تمہیں خبر نہ ہوئی

(۱)

کئی کئی دن گذر جاتے نظری ناظرہ کے کمرے کا رُخ نہ کرتا ناہید
نے تو جیسے اس کی صورت دیکھنے کی قسم کھا لی تھی، بنّی کبھی بھولے سے
کبھی تک نہیں کھتی، ہاں اُسے کوئی بات خاص طور پر سنانا ہوتی،
کے دل و جگر پہ چرکے لگانا ہوتے تو نادرہ اور زلفی کو لے کر
دے میں بیٹھ جاتی، اور جو کچھ سنانا ہوتا، باہمی گفتگو کے ____
کی صورت میں سنا ڈالتی، وہ ساری باتیں سنتی رہتی مگر اپنے
سے کسی تاثر کا اظہار نہ ہونے دیتی،

دن اسی طرح گذرتے رہے، یہاں تک کہ چار مہینے کی مدّت گذر
!!

اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی نہ اُسے ناہید سے ملنے دیا گیا، نہ زخشی
نہ کسی اور سے!!

بات یہ نہیں کہ زخشی یا ناہید نے کوشش نہ کی ہو، سب نے ہاتھ
لوگوں کو بیچ میں ڈالا، انسانیت اور شرافت کا واسطہ

دیا، سفارشیں کرائیں، خوشامدیں تک کیں لیکن فخری ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہ اپنے فیصلہ پر پہاڑ کی طرح قائم رہا۔

اور اس ساری مدت میں فاخرہ نے ایک مرتبہ بھی فخری سے بات جا نہیں کی کہ رنجش یا ناچاقی ہے ہی بیٹے دیا جائے یہاں تک کہ اپنی ماں کے انتقال پر بھی جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ چاہتی تھی، کسی طرح کی کمزوری نہیں دکھائی۔

جب فہمیدہ کو یہ اطلاع ملی کہ فاخرہ کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے، تو اس نے فخری کو سمجھایا کہ کم از کم اس موقع پر اسے میکے جانے کی اجازت دے دینی چاہیئے، فخری خاموشی کے ساتھ ماں کی باتیں سنتا رہا، پھر اس نے کہا۔

"میں تو جو کہہ چکا، وہ کہہ چکا، میرا فیصلہ اٹل ہے، لیکن آپ اگر چاہیں تو اپنے طور پر اجازت دے دیں،!"

یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد فہمیدہ بیگم نے شمی سے کہا،

"جاؤ فاخرہ سے کہہ دو اپنی ماں کے تجہیز و تکفین میں شرکت کر آئے جا کر، لیکن تاکید کر دینا کہ رات کو وہاں نہ رہے یہاں واپس آجائے،!"

شمی یہ پیام لے کر اس کے پاس گئی اور کہنے لگی:

"ابھی اطلاع آئی ہے کہ آپ کی امی کا انتقال ہو گیا، بھائی جان تو

کسی طرح راضی نہیں ہوتے تھے کہ آپ وہاں جائیں، لیکن ممی کے کہنے سے خاموش ہو گئے۔ ان کی یہ نیم رضا دیکھ کر ممی نے کہلا یا ہے کہ جا کے تجہیز و تکفین میں شریک ہو جائیے جا کر، لیکن رات وہاں نہ گزار لیے گا شام تک واپس آجائیے گا،!"

ناحزہ کو ماں کی خبرِ وفات سُن کر ایک دھچکا لگا، دل دھڑکنے لگا، بدن سنسنانے لگا، آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا، لیکن باطن میں یہ طوفان اُٹھتے رہے، ظاہر میں وہ پُرسکون رہی،

نہیں شمی ـــ میں نہیں جاؤں گی،!"

اس دُبلی پتلی اور کمزور سی لڑکی میں یہ فولادی عزم دیکھ کر وہ بھی حیران ہو گئی، اس نے کہا،

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے،!"

وہ بولی: "ہاں شمی میں نے سن لیا، وہ اس جہاں سے گزر گئیں، لیکن میں انہیں گوشۂ قبر تک رخصت کرنے نہیں جاؤں گی،!"

شمی کو غصہ آگیا، وہ جھلا کر بولی۔

آپ شاید اس لئے نہیں جا رہی ہیں کہ اس طرح ہم لوگ بدنام ہوں گے،!"

وہ اسی سنجیدگی کے ساتھ بولی،

"نہیں شمی تمہارا یہ خیال غلط ہے، اگر اب تک تم لوگوں کی بدنامی نہیں ہوئی تو اب کیوں ہو گی،!"

شمی نے کوئی جواب نہیں دیا، واپس چلی گئی"!"

فاخرہ نے ماں کے جنازے میں شرکت نہیں کی، البتہ شمی کے جانے کے بعد قرآن شریف لیکر بیٹھ گئی اور کئی پاروں کی تلاوت کر کے اپنی ماں کی دکھی روح کو ثواب پہنچا دیا۔

فخری کا شکار کا پروگرام تھا، وہ صبح کا گیا گیا رات کو ۹ بجے کے قریب تھکا ماندا واپس آیا، اس نے شمی سے پوچھا،

کیا فاخرہ کو تم نے اس کے گھر بھیج دیا تھا!"

وہ بولی "میں نے تو امی کی طرف سے جاکر اجازت دے دی تھی، لیکن انہوں نے جانے سے انکار کر دیا،

فخری خاموش ہوگیا، اس نے کپڑے بدلے، کھانا کھایا، پھر فاخرہ کے کمرے میں پہنچا، اور کھڑے کھڑے جیسے ابھی کسی کام سے واپس جاتا ہے کہنے لگا۔

کیا تم اپنی والدہ کے آخری مراسم میں شرکت کے لئے گئی تھیں!"

اس نے اسی پرسکون لہجے میں، جیسے شمی سے کہا تھا، فخری سے کہا،

"نہیں، — "

فخری نے پوچھا،

"جب امی نے اجازت دے دی تھی تو کیوں نہیں گئیں!

وہ بولی "کیا کرتی جاکر! میں نے چند پارے پڑھ کر ان کی روح کو ثواب بخش دیا ہے"!"

یہ فخری کی بہت بڑی شکست تھی!

اگر ناخرہ نے اس مرحلے پر بھی شکست تسلیم نہیں کی، تو پھر وہ کبھی نہیں ہارے گی!

وہ ظاہر میں پیکرِ نخوت بنا کھڑا تھا، اور دل میں سوچ رہا تھا، اس لڑکی کو اپنی ماں سے کتنا والہانہ عشق تھا، صرف اسی کو مطمئن کرنے کے لئے، اور اسے سکون پہنچانے کے لئے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے فکر مند ہو، اس نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا دیا تھا، نہ اس کا جنازہ پڑھا، اور اس کی آنکھ پرنم ہے، نہ شور و فغاں سے گھر کے در و دیوار لرز رہے ہیں، نہ اس نے آخری مراسم میں اجازت مل جانے کے باوجود شرکت کی ہی، یہ کیا ہے! — آخر کیا چیز ہے یہ؟ — وہ تو سوچ رہا تھا کی سختیاں اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گی مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ ایک تک تحقیق پیدا ہوتی ہے جیسے کہ خاکی ہیں ---!

فخری نے زبان سے کچھ نہ کہا، ناخرہ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور باہر نکل گیا!

(۲)

پیکرِ اضطراب بنا ہُوا فخری اپنے کمرے میں واپس آیا، اور چپ چاپ بستر پر لیٹ گیا۔

اس کے دل کا عجیب حال ہو رہا تھا،!

اس نے فاخرہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی محبت نہیں کی تھی،!

وہ ہوس تھی جو اسے فاخرہ کی طرف لے گئی تھی،!

وہ فاخرہ سے لطف اندوز ہو کر کچھ عرصے کے بعد اس سے دستکش ہوجا

چاہتا تھا،!

لیکن اس نے بہت جلد فاخرہ کی چوری پکڑ لی،

اسے معلوم ہو گیا یہ رشدی سے محبت کرتی ہے، اور اس سے التفات اور محبت کا اظہار صرف اس لئے کر رہی ہے کہ ایک دولتمند آدمی کی بیوی بن کر اپنی بیمار ماں کا علاج کر سکے، اپنی چھوٹی بہنوں اور بھائیوں دل کھول کر مدد کر سکے۔

اس چیز نے اُسے مشتعل کر دیا،

وہ جوشِ انتقام سے بے خود ہوگیا۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ بر حیثیت یہ، وہ رشدی کو اور فاطمہ کو ایسی سزا
ے گا جسے وہ زندگی بھر یاد رکھیں گے، رشدی کا تو وہ کچھ نہ بگاڑ سکا
لیکن فاخرہ جال میں پھنس گئی، اس نے اس سے شادی کر لی اور شادی
کے پہلے ہی دن اس پہ ظاہر کر دیا کہ وہ سب کچھ جانتا تھا،!

اور پھر اس نے لرزہ خیز سختیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا،
فاخرہ کی کمزوری اس کی ماں تھی، اس کی بہنیں تھیں، اس کے بھائی تھے،
اس نے ان سب کے لئے اپنا دروازہ بند کر دیا۔ فاخرہ نے چاہا تھا
کہ ایک دولت مند آدمی کی بیوی بن کر وہ اپنے بھائیوں، بہنوں اور
ماں کی جی بھر کے خدمت کرے گی، انہیں پڑھائے گی، ان کا مستقبل
بنائے گی، اپنی زندگی تاراج کر کے، اپنے آپ کو تباہ کر کے، اپنا
سودا کر کے وہ اس ڈوبتے ہوئے خاندان کو بچائے گی،

اسے موقعہ ملتا تو یہ سب کچھ کرتی،
لیکن موقعہ نہیں ملا، موقعہ نہیں دیا گیا،
یہ بڑا نازک وقت تھا،!

اسے چاہیئے تھا کہ سرنگندہ ہو جاتی،
اسے چاہیئے تھا کہ قدموں پہ سر رکھ دیتی،
اسے چاہیئے تھا کہ منتیں کرتی، خوشامد کرتی، اور جس طرح بھی
بنتا اُسے دلہزی کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی، لیکن اُس نے یہ کچھ

بڑی دیر تک مختزی کو نیند نہیں آئی،
وہ کروٹیں بدلتا رہا اور فاخرہ کے اس پہلو پر غور کرتا رہا۔
کبھی وہ اپنے دل میں اس سے نفرت، سخت نفرت محسوس کرتا کبھی اس سے ہمدردی محسوس کرنے لگتا،!
پھر رشدی یاد آجاتا، اور فاخرہ سے محبت نہ کرتے ہوئے بھی وہ جوشِ غیض سے بے قابو ہو جاتا، اسے فاخرہ پر غصہ آنے لگتا کہ اسے محبت کرنا تھی تو رشدی سے کیوں کی! اس سے کیوں نہیں کی!
پھر اس کی نگاہوں کے سامنے زلفی آجاتی،!
زلفی، جو اسی کی طرح کے ایک دولت مند گھرانے کی لڑکی تھی، اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی، آزاد مزاج اور روشن خیال تھی، اور جس کے بارے میں فہمیدہ کو حسرت تھی کہ کاش وہ ان کی بہو ہوتی، اور بیٹی کی آرزو تھی کہ کاش وہ اس کی بھابی ہوتی، اور صورت شکل کے اعتبار سے بھی، وہ ہزاروں میں ایک تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے التفات اور مہر و محبت کا اظہار بھی کرتی

نہیں کیا، چپ سادھ لی، خاموشی اختیار کر لی۔

طرح طرح کے ظلم سہتی رہی، طرح طرح کی زیادتیاں برداشت کرتی رہی، ہر طرح کے مصائب برداشت کرتی رہی، بڑی سے بڑی ذلت پر اس نے اُف نہیں کیا، بڑے سے بڑے صدمے پر اُس کے آہ نہیں نکلی، وہ اس طرح ان سب چیزوں سے بے پرواہ بنی رہی جیسے ظلم اس پر نہیں کسی اور پر ہو رہا ہے، جیسے ہدفِ انتقام وہ نہیں کوئی اور ہے!!

یہاں تک کہ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا!!

اس حادثۂ جگر گداز پر بھی اُس نے کمزوری نہیں دکھائی، اُس نے اپنی خودی کو مجروح نہیں ہونے دیا، اُس نے ہرگز نہ آنسو بہائے، نہ آہ و ماتم کا ارتکاب کیا، نہ کسی رعایت کی طلبگار ہوئی، بلکہ دی ہوئی رعایت سے بھی فائدہ اُٹھانے کو تیار نہیں ہوئی!!

آخر اس کے اعصاب کس چیز کے بنے ہوئے ہیں!؟

تھی،!

وہ سوچنے لگتا کیا زلفی فاخرہ کی قائم بن سکے گی ——!

پھر وہ ایک بہت ہی عجیب سی بات سوچنے لگتا، وہ سوچنے لگتا، اگر، زلفی پر بھی ویسے ہی طوفان گزریں، جیسے فاخرہ پر گزشتہ چار ماہ سے مسلسل گزر رہے ہیں تو کیا اس میں اتنا ضبط ہے کہ فاخرہ کی طرح پامردی، استقلال اور استقامت کے ساتھ ان طوفانوں کو جھیل لے جائے! ان طوفانوں کی ٹکر سہ لے،!

کیا، زلفی پر بھی وہ صبر و ضبط، وہ خودی، وہ خودداری اور وہ خود اعتمادی ہے جس کا اظہار یہ کمزور اور ناتواں لڑکی چار مہینے سے مسلسل کرتی چلی آرہی ہے۔!

بڑی دیر تک وہ ان دونوں، زلفی اور فاخرہ کا تقابل کرتا رہا، آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ زلفی کیا شاید دنیا کی کوئی عورت بھی اس سلسلہ میں فاخرہ کی ہمسر نہیں ہو سکتی،!

وہ سوچ رہا تھا، میں نے فاخرہ کو ریزہ ریزہ کر دیا، اس کی زندگی اجیرن کر دی، اسے اس طرح پاؤں تلے مسلل دیا، جیسے ہاتھی چیونٹی کو مسل دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس نے شکست قبول نہیں کی،!

کیا واقعی وہ شکست نہیں تسلیم کرے گی،!

کیا وہ کبھی شکست نہیں تسلیم کرے گی،!

کیا وہ اس دنیا سے گزر جائے گی، مگر ہار نہیں مانے گی!

معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہی ہوگا،!
اگر یہ بات ہے تو کیا مجھے ہار ماننی پڑے گی،! مجھے شکست تسلیم کرنی
پڑے گی؟ — کیا ایسا ممکن ہے؟
وہ جھلا کر اُٹھ بیٹھا اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا،
ایسا ہرگز اور کبھی نہیں ہوسکتا، فخری ہار ماننے کے لیے نہیں پیدا
ہوا ہے، اس نے آج تک کبھی شکست نہیں قبول کی،!
یہ بول ختم ہوئے تھے کہ موذن نے صدائے اللہ اکبر کی،!
"ارے صبح ہوگئی،!"
اور وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا،!

(۴)

فخری بستر سے اُٹھا، کپڑے بدلے، اور گھر سے باہر چل گیا، ٹہلتا ٹہلتا شاہی باغ میں پہنچ گیا، یہ ایک پُر فضا جگہ تھی بڑی دیر تک ٹہلتا رہا، لیکن خیالات کی رو میں کوئی فرق نہیں آیا، بار بار اسے ناجو یاد آ رہی تھی اس کی باتیں یاد آ رہی تھیں، اس کی خاموشی اور اپنی شقاوت یاد آ رہی تھی، ان خیالات کو وہ دل و دماغ سے جھٹک دینا چاہتا تھا، لیکن انہوں نے تو اس پر ہر چہار طرف سے یورش کر رکھی تھی، وہ ان سے بھاگنا چاہتا تھا، لیکن یہ اس کا تعاقب کر رہے تھے،

اس طرح کافی دیر ہو گئی، اس نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور چونک پڑا، بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

"ارے! آٹھ بج گئے،!"

وہ واپس مُڑا اور گھر پہنچا، شمی ناشتے کی میز پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی، اس نے بھائی کو پریشان حال اور آشفتہ خاطر دیکھا تو پریشان ہو گئی، کہنے لگی،

"بھائی جان کیا بات ہے آپ کی یہ کیا حالت ہو رہی ہے !"
اس نے زبردستی متبسم ہو کر پوچھا،
"کوئی بات نہیں ہے شمی، نہ جانے کیوں رات بھر نیند نہیں آئی
صبح شاہی باغ چلا گیا، اب وہاں سے تازہ دم ہو کر آرہا ہوں !"
اس جواب سے شمی مطمئن ہوئی یا نہیں لیکن خاموش ہو گئی اور چائے
بنانے لگی، چائے کی پیالی اس نے بھائی کے سامنے رکھ کر کہا۔
آج شام کو زلفی نے چائے کی دعوت کی ہے آپ کی اپنے گھر،
فخری کچھ کھویا کھویا سا تھا، یہ سن کر چونک پڑا۔
زلفی نے دعوت کی ہے ـــ !
وہ مسکراتی ہوئی بولی،
"جی ہاں زلفی نے! ـــ اب تو وہ اتنا گھل مل گئی ہے ہم لوگوں
میں جیسے اسی گھر کی ایک فرد ہو، مجھے تو اتنا مانتی اور چاہتی ہے
جیسے سگی بہن۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ بلکہ آج کل سگی بہنوں وہ پیار اور پیار کہاں
ہوتا ہے اور امی کا تو یہ حال کہ کل نہ جانے کس بات پہ کہنے لگیں، میری دو گڑیاں
ایک شمی اور دوسری زلفی،!
فخری دیوار کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا، اور گھونٹ گھونٹ
کر کے چائے پی رہا تھا، اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں، اور وہ اس
طرح دیوار کو تک رہا تھا جیسے کسی خاص نقطے پہ توجہ مرکوز کر رکھی ہو
شمی اس کی اس کیفیت سے بے خبر اپنی کہے جا رہی تھی،

"وہ ہیں نادر دلاور حسین خاں اسی سال تو بیرسٹری پاس کر کے لندن سے آئے ہیں، آپ تو جانتے ہوں گے انہیں؟"

فخری نے اس طرح دیوار کو گھورتے گھورتے اور چائے کی پیالی سے شغل کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں جانتا ہوں، !"

وہ بولی، "تو یہ دلاور صاحب ہزار جان سے فریفتہ ہیں زلفی پر!"

فخری خاموش رہا، شمی کہتی رہی،

"لیکن ہماری زلفی منہ نہیں لگاتی بیرسٹر صاحب کو، ایک طرف تو اس کے پندار اور نخوت کا یہ عالم ہے، دوسری طرف یہ کیفیت ہے کہ بہانے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر یہاں آئے گی، آتے ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہو جائے گی، وہ آپ کی جو تصویر رکھی ہے نا گول میز پر، باتیں کرتے کرتے اس تصویر کو آہستہ آہستہ کھسکا کر اپنے سامنے کر لے گی، باتیں کرتی جائے گی اور کن انکھیوں سے دیکھتی جائے گی، میں تو خیر عرصے سے اس کی یہ کیفیت دیکھ رہی تھی، کل نادرہ نے بھی دیکھ لی، وہ ایک منہ پھٹ اور بدلحاظ بے دھڑک کہہ اٹھی،

"اوہو، تو تصویر سے رومان لڑایا جا رہا ہے، !"

بھائی جان کتنی حاضر جواب ہے ہماری زلفی، اس کی تڑاق پڑاق باتوں کے سامنے کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا، لیکن نادرہ کے اس وار کا مقابلہ نہ کر سکی جھینپ گئی بیچاری، !"

چائے ختم ہو گئی، فخری نے پیالی اپنی جگہ رکھ دی، شمی نے حیرت سے اُسے دیکھا اور کہا،

"ارے بھائی جان آپ نے ناشتہ تو کیا ہی نہیں، انڈے بھی ویسے ہی رکھے ہیں، اور توس بھی، یہ کیا! لیجئے کھائیے!

وہ کہنے لگا "نہیں بس چائے کی ایک پیالی دے دو!"

وہ چائے بناتی ہوئی بولی،

"لیکن بھائی جان ایک توس تو کھا لیجئے، کم از کم ——"

وہ کہنے لگا "ضرور کھا لیتا لیکن رات بھر جاگنے سے طبیعت بے کیف سی ہے، سر بھی کچھ بھاری بھاری سا محسوس ہو رہا ہے کھاؤں گا تو طبیعت خراب ہو جائے گی، ممکن ہے بیمار پڑ جاؤں، لہٰذا احتیاط بہتر ہے، بس ایک پیالی چائے اور پی لوں گا!"

اتنی دیر میں چائے بن چکی تھی، شمی نے پیالی اس کی طرف کھسکا دی اور اپنے سابقہ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔

"تو سہ پہر کو چل رہے ہیں نا زلفی کے ہاں!"

اس نے چائے کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارتے ہوئے کہا،

"اگر طبیعت ٹھیک رہی ——!"

"خدانخواستہ کیا طبیعت خراب ہے!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، رات بھر نیند نہیں آئی، صبح صبح ہوا خوری بھی کر آیا، لیکن دل بیٹھا جا رہا ہے، سر بھاری ہے، طبیعت گری جا رہی ہے!"

شمی نے پریشان ہو کر مجاہد کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ہاں آپ کا چہرہ اترا ہوا ہے، چلئے ڈاکٹر باور کے ہاں لے چلتی ہوں آپ کو۔!"

وہ مسکراتا ہوا گویا ہوا،

"میں کوئی بچہ ہوں، تو اپنے ساتھ لے جائے گی! میں خود نہیں جا سکتا۔!"

وہ اصرار کرتی ہوئی کہنے لگی،

"تو جائیے پھر ہو آئیے جا کر، ذرا دل کو اطمینان تو ہو، میرا تو دل ہول رہا ہے۔!"

اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

"نہیں شمی، کوئی بات نہیں —— یہ رات بھر جاگنے کا نتیجہ ہے، اسی لئے طبیعت بے کیف ہے، اور شاید غذا بھی اچھی طرح سے ہضم نہیں ہوئی، اس لئے سر بھاری ہے، ذرا دیر آرام کر لوں گا طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔!"

"تو پھر سو رہیئے تھوڑی دیر۔!"

"ہاں کوشش تو اس کی کروں گا، بشرطیکہ نیند آ جائے۔!"

"امی کی خواب آور ٹکیہ لا دوں۔! —— نیند آ جائے گی بڑی عمدہ۔"

وہ زیرلب تبسم کے ساتھ گویا ہوا،

"اور اگر میں سوتا ہی رہ گیا۔!"

شی سہم گئی ، اس نے کہا

"خدا نہ کرے بھائی جان آپ کیسی باتیں منہ سے نکال دیا کرتے ہیں"!

وہ کہنے لگا "معلوم نہ جانے کیا بات ہے خواب اور گدڑیوں سے ڈر لگتا ہے مجھے ، میرا دل کہتا ہے جس دن ایک گولی بھی میں نے ڈال دی ، اس رات میں ہمیشہ کے لئے سو جاؤں گا"!

شی نے اپنی تجویز واپس لے لی ،

"اچھا رہنے دیجئے"!

اتنے میں ہانپتی کانپتی حواس باختہ اور بے حال کمرے میں دگھر کی ملازمہ آ گئی کہنے لگی ،

"چلئے دلہن کی خبر لو ، یہ بڑی خوشی کی بات آئی ہے ، اللہ ہی ہے اس کا"!

نخری نے پیالی زور سے میز پہ پٹک دی، اور چیخ کر کہا،
"کیا — !"
وہ ذرا بھی ہراساں ہوئے بغیر کہنے لگی،
"بیٹے کچھ جھوٹ تو کہتی نہیں ہوں، خود جاکر دیکھ لو، باقی اگر پوچھ گچھ میں وقت گنواتے رہے تو کہیں ہاتھ نہ دھونا پڑیں دلہن سے، — ویسے اس گھر میں اس کی پرواہ بھی کسے ہے، !"
یہ صاف صاف باتیں سن کر نخری نے کچھ شرمندگی سی محسوس کی، لیکن ستھی بگڑ گئی، کہنے لگی،
"بوا کچھ ہوش میں ہو! تمہیں یہ باتیں کرنے کا کیا حق ہے!"
وہ بھی اس وقت کسی دوسرے موڈ میں تھیں، ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئیں، کہنے لگیں،
"ایسا اندھیر بھی، بال سفید ہونے کو آ گئے ہیں نے کہیں نہیں دیکھا، — اتنی ننگ، اتنی سیدھی، اتنی صابر لڑکی کہ آخر مار ہی ڈالا تم

ملوں سے، اب اس میں رہ کیا گیا ہے، یا اللہ تو بھی نہیں دیکھتا، نہ
مین پھٹتی ہے، نہ آسمان ٹوٹتا ہے، —"

کریما بڑی خاموش اور کارگزار خادمہ تھی، کام سے کام کسی اور
ت سے مطلب نہیں، وہ پہلے دن سے فاخرہ کی رنگت بدلتے دیکھ رہی
تھی لیکن خاموش تھی، کر بھی کیا سکتی تھی، ویسے دل میں ہمدردی ضرور
رکھتی تھی لیکن آج اس کا یہ حال زار دیکھ کر ضبط جواب دے گیا۔ اور وہ
گھڑی گھڑی سنانے پر مجبور ہو گئی۔

تھی شاید اسے کچھ ڈانٹتی اتنے میں فہمیدہ بیگم آئیں انھوں نے
نرمی سے کہا،

بیٹے فاخرہ کی حالت بہت نازک معلوم ہوتی ہے، جلدی خبر لو،
جاؤ ڈاکٹر یاور کو بلا لاؤ جا کر، — نہ جانے کیا ہو گیا ہے اُسے،!

فخری اُٹھتا ہوا کہنے لگا،

واقعی میں ڈاکٹر کو لے کر ابھی آتا ہوں، بس گیا اور آیا، —
لیکن کیا واقعی خون کی قے ہوئی ہے؟"

فہمیدہ بیگم نے خفیف سے تامل کے بعد کہا،

"ہاں بیٹے — بہت بڑی سی قے ہوئی ہے، لال لال جیتا جاگتا
خون، جیسے جگر اور پھیپھڑے کے ٹکڑے آ رہے ہوں کٹ کر۔
کئی دفعہ آ چکی ہے، گیا! اس نے تو کبھی بتایا ہی نہیں —

کریما بول پڑی، میں نے تو کئی دفعہ آپ لوگوں کو بتلایا کہ دُلہن

کی طبیعت خراب ہے، لیکن سب نے سنی کی ان سنی کر دی، اٹھ کر بھی نہ پوچھا حال کیا ہے،!"

فہمیدہ بیگم کا چہرہ تمتما اُٹھا، وہ شمی سے زیادہ اس کی باتوں سے برہم تھیں، لیکن ان میں شمی میں فرق یہ تھا کہ وہ ذرا اُبل پڑی لیکن انہوں نے ضبط سے کام لیا، کہنے لگیں،

"ہاں کہہ دیا سچ کہتی ہو، لیکن یہ کسے خیال تھا کہ حالت خراب ہو جائی(؟)"

پھر وہ فخری سے کہنے لگیں،

"بیٹے تم تو کھڑے رہو! جلدی سے جاؤ اور ڈاکٹر باور کو اپنے ساتھ لے آؤ، کہیں خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ان کا کام تا بعد از وقت ثابت ہو،ــــ!"

پھر شمی سے مخاطب ہوئیں،

"لڑکی تو یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہے، جا فاخرہ کے پاس بیٹھ، ابھی ابھی آئی،!"

فخری اسی طرح گم سُم کھڑا تھا، فہمیدہ نے پھر ٹوکا،

"بیٹے تم تو اب تک کھڑے ہو، جاتے نہیں چکتے کسی طرح ــ!"

فخری نے کہا، "جا رہا ہوں امی ـــ لیکن یہ ہوا کیا!"

وہ بولیں "میری خود عقل حیران ہے،!"

تھوڑی ہی دیر میں نخری ڈاکٹر یادر کرے کمرہ آگیا، اُنھوں نے خوب اچھی
[طر]ح معائنہ کیا، پھر سرنج کے ذریعہ تھوڑا سا خون نکالا، تھوکتے خون کی
[ج]و لی گئی، اس کا کچھ حصّہ، نیز بلغم اور تھوک، یہ سب چیزیں ساتھ لیں اور
[ا]ور نخری سے کہا۔
• چلیے میرے ساتھ ابھی بہبود لیبریٹری سے ٹسٹ کرا کے رزلٹ
[مع]لوم کر لوں گا، !"
نخری خاموشی سے ساتھ ہو لیا، راستے بھر دونوں میں کوئی بات
[ن]ہیں ہوئی، ڈاکٹر بہبود لیبریٹری پہنچ کر انچارج کو یہ ساری چیزیں دیں
[او]ر فوری طور پر رپورٹ مانگی، تھوڑی دیر میں خون کی رپورٹ آگئی،
[ڈا]کٹر نے کہا۔
"نخری صاحب ایکسرے ضروری ہے — ابھی اور فوراً، !
نخری نے کہا،" لیکن وہ تو بہت کمزور معلوم ہوتی ہے، !"
ڈاکٹر نے کہا" جس طرح بھی ہو، چند منٹ کے لیے انہیں لانا پڑے گا،

میں ایمبولینس کا انتظام کئے دیتا ہوں"!

ذرا دیر میں ایمبولینس کا انتظام ہو گیا، فخری گیا اور فاخرہ کو پاپڑتے رگڑتے ہوئے بستر سے وگرے اٹھوا کر لایا، ایکسرے کے فوراً بعد ہی تھی کہ ساتھ فاخرہ اسی ایمبولینس پر گھر واپس کر دی گئی اور رپورٹ کے انتظار میں فخری ٹھہر گیا، اور ڈاکٹر صاحب دوسرے مریضوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کوئی ایک گھنٹہ کے بعد تھوک اور بلغم کی رپورٹ بھی آگئی، اور ایکسرے کا رزلٹ بھی آگیا، ڈاکٹر صاحب نے بہت اچھی طرح ان کو دیکھا بھالا، پھر سنجیدہ لہجے میں فرمایا:-

"مسٹر فخری افسوس ہے —"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے، فخری نے سراپا اضطراب بن کر سوال کیا۔

"ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے کچھ تو کہیں؟!"

وہ کہنے لگے "آپ نے بہت دیر میں مریضہ کی خبر لی"!

"کیا اچھی ہو جائے گی ڈاکٹر صاحب؟!"

"اب تو آپ دعائے مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھانے کو تیار رہیے۔!"

"(بیقرار ہو کر) ڈاکٹر صاحب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟!"

"مسٹر فخری بات یہ ہے کہ مریضہ کو دق کا تیسرا درجہ شروع ہو چکا ہے

ہیں میں نے غلط کہا، تپ اور جب آخری درجے تک پہنچ چکا ہے،
ں کے دونوں پھیپھڑے نہ صرف متاثر ہیں بلکہ گل چکے ہیں، ان کا
اوا دنیا کی کسی دوا سے نہیں ہو سکتا، اب صحت کا حصول صرف
معجزے ہی کے ذریعے ممکن ہے، اور آپ جانتے ہیں معجزوں کا
دور گزر گیا۔!"

ایسا معلوم ہو رہا تھا ڈاکٹر یاور کے یہ الفاظ ایک قاتل کے
لیے سزائے موت کا فیصلہ ہیں

اس نے بے بسی اور اضطراب کے ساتھ کہا،

"لیکن ڈاکٹر صاحب اسے تو کبھی حرارت کی بھی شکایت نہیں ہوئی"

ڈاکٹر صاحب نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا،

"یہ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں، !"

لیکن میں غلط نہیں کہتا ڈاکٹر صاحب، !"

"آپ بالکل غلط کہہ رہے ہیں، حرارت شروع ہوئی، پھر یہ
حرارت قائم ہو گئی، پھر یہ حرارت بخار بنی پھر اس بخار نے اس کے
پھیپھڑوں کو جلا کر خاکستر کر دیا، اور آپ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ
ے کبھی حرارت بھی نہیں ہوئی! کیا دق کو بھی آپ ہارٹ اٹیک
سمجھتے ہیں کہ دفعتاً بغیر کسی وارننگ! ... گمان کے آدمی کے دل
یں درد اٹھا اور وہ ختم ہو گیا! — نہیں محترمی صاحب، دق شعلہ
نہیں ہے کہ بھسم کر دے وہ چنگاری ہے جو آہستہ آہستہ بھڑکتی

ہے، معبڑکتی رہتی ہے، اور اپنا کام کرتی رہتی ہے۔میں اپنے چالیس
سالہ تجربے کی بنا پر بلا اندیشۂ تردید عرض کر سکتا ہوں کہ کم از کم
تین ماہ سے مریضہ حرارت اور بخار میں مبتلا ہے!"
فخری نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا،
"تین ماہ سے ڈاکٹر صاحب!؟"
انہوں نے جواب دیا۔
"ہاں— کم از کم تین ماہ سے،!"
پھر چونک کر انہوں نے فخری کی طرف دیکھا، اور ترش لہجے
میں سوال کیا،
"کیا آپ اس تین چار ماہ کی مدت میں شہر سے کہیں باہر گئے
ہوئے تھے،!؟"
"نہیں تو—
"کیا آپ گھر میں نہیں رہتے تھے!"
"رہتا تھا ڈاکٹر صاحب—؟"
"مریضہ آپ کی بیوی ہے؟!"
"جی ہاں،—
"اور پھر بھی آپ کو پتہ نہیں چل سکا!— آپ کی شادی کو
کتنے دن ہوئے ہیں،!"
کوئی چار مہینے،!"

"بہت خوب ہے — کہیں آپ کی بیوی یہ روگ میکے سے تو
اپنے ساتھ نہیں لگا لائی تھیں!"
مخزی نے جھوٹ کہا،
"ہو سکتا ہے!"
ڈاکٹر صاحب نے تردید کرتے ہوئے کہا۔
ہرگز نہیں ہو سکتا — اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو شادی
کے مہینہ دو مہینے بعد وہ مرگئی ہوتی!"
مخزی ایک مجرم کی طرح خاموش رہا، اس سے کوئی جواب بن
نہیں آیا، ڈاکٹر صاحب نے کہا،
"میرا خیال ہے کہ ۲۴، یا زیادہ سے زیادہ ۳۶ گھنٹے مریضہ زندہ
رہ سکے گی!"
"ڈاکٹر صاحب خدا کے لئے رحم کیجئے!"
"کاش میں خدا ہوتا!"
ڈاکٹر صاحب!
"سنئے جناب! میں مریضہ سے بالکل مایوس ہوں، پھر بھی احتیاط
اور دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک سانس تب تک آس،
سول ہسپتال میں اس کا داخلہ بہرحال کرا دینا چاہئے، میری خدمات
حاضر ہیں، میں خود وہاں جاتا ہوں، آپ گھر جا کر بندوبست کیجئے
اور جیسے ہی میں فون کردوں اسے لیکر آجائیے، ایمبولنس بھی میں

ساتھ ہی ساتھ بھیج دوں گا!"

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب آپ ہسپتال تشریف لے جائیے، میں گھر جاتا ہوں اور آپ کے فون کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔ ہاں ڈاکٹر صاحب یہ بتائیے، اگر مریضہ کو لندن، نیویارک، پیرس برلن، سوئیزرلینڈ کی کسی صحت گاہ میں داخل کرا دیا جائے تو کیا وہ بچ سکے گی؟ میں اس کی صحت کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں، میں اپنی ساری جائیداد فروخت کر دوں گا، میں قرض لونگا، بھیک مانگونگا، میں اس کی تندرستی کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہاؤں گا۔ — کیوں کیوں ڈاکٹر صاحب کیا یہ ممکن ہے!"

ڈاکٹر صاحب نے ہمدردی کی نظروں سے بخزی کو دیکھا اور کہا،

"اس سوال کا جواب میں پرسوں دے سکوں گا آپ کو!"

بخزی نے کچھ مطمئن ہوتے ہوئے کہا،

"کیا ان مقامات میں سے کس مقام کی صحت گاہ سے براہ راست معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے!"

ڈاکٹر صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"یہی سمجھ لیجئے، لیکن پرسوں سے قبل میں آپ کے سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا!"

اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا،

"میں انتظار کر لوں گا پرسوں تک ۔!"
ڈاکٹر صاحب نے غصے سے سر اٹھایا اور مخزی کی آنکھوں
ں آنکھیں ڈال کر کہا۔
"یہ کیا معمہ ہے کہ مریضہ کی حرارت تک کا پتہ آج حزن کی سے تے
نے سے پہلے تک نہیں چل سکا! یہ کیسا عجیب راز ہے! میری
لیس سالہ پریکٹس میں واحد مثال ہے!"

حصۂ ہفتم

خاتمہ

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہ ہوا

(۱)

نجری تیر کی طرح سیدھا گھر پہنچا، شمی فاخرہ کے کمرے میں ملیکن اس سے ذرا پرے بیٹھی ہوئی تھی، نجری کو آتا دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی، نجری نے اس سے کہا،

"شمی ابھی تھوڑی دیر میں ایمبولنس آتی ہو گی، بس ڈاکٹر باور کے ان کا انتظار ہے، تم سارا سامان جلد از جلد تیار کر لو، فاخرہ کو ہسپتال لے جانا ہے۔"

"کیا وہاں داخلہ کرائیں گے آپ؟"

"ہاں شمی، باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔"

شمی چلی گئی، اس کے جانے کے بعد نجری کرسی کھینچ کر فاخرہ کے بالکل قریب بیٹھ گیا، اس چار مہینے کی مدت میں آج پہلی مرتبہ اس نے نظر بھر کر فاخرہ کو دیکھا تھا، اور یہ دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا کہ وہ بالکل سفید پڑ چکی تھی، جیسے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ ہو، اس نے آج پہلی مرتبہ ملائمت اور نرمی کے ساتھ اُسے مخاطب کیا،

وہ رُک رُک کر آہستہ آہستہ بولی،

"کیا یہ بات بھی آپ کے لئے وجۂ شکایت ہو سکتی ہے،؟"

فخری خاموش ہو گیا، ذرا دیر کے بعد اس نے کہا،

"فاخرہ کیا رخشی اور ناہید کو بلا دوں،؟"

فاخرہ کا سفید چہرہ سُرخ ہو گیا، اس نے کہا،

"رخشی اور ناہید کون؟"

فخری سارے بدن سے کانپنے لگا، اسے فاخرہ کی صحت دماغی پر شبہ ہونے لگا، اس نے کہا،

"رخشی — تمہاری پیاری سہیلی — ناہید — تمہاری محبوب بہن — کیا تم رخشی اور ناہید کو نہیں جانتیں؟"

اس کی آواز برابر کمزور ہوتی جا رہی تھی اس نے بڑی مشکل سے کہا،

"جس دن میں نے اس گھر میں قدم رکھا تھا اس دن، نہ صرف رخشی اور ناہید کو، بلکہ سلطانہ کو، اختر کو اشفاق کو، امی کو سب کو بھول گئی!"

فخری کا جی چاہ رہا تھا زمین پھٹ جائے، اور وہ سما جائے۔

اس نے فاخرہ کو شکست دینی چاہی تھی، لیکن یہ مشت خاک اب — لبِ گور ہے، چند گھڑی کی مہمان ہے، شکست تسلیم کرنے پہ تیار نہیں ہے، اب بھی اس کے وہی تیور ہیں اب بھی اس کی وہی اکڑ ہے، اب بھی اس کے دم خم میں ذرا فرق نہیں آیا،

آخر وہ خود شکست تسلیم کرنے پہ تیار ہو گیا، اس نے ہتھیار ڈال دیئے

"فاخرہ!"

وہ کمزور اور بے حد خفیف آواز میں بولی،

"جی فرمائیے!"

"یہ تم نے اپنی کیا حالت بنائی، !"

"میں نے ——— !"

پھر وہ کچھ نہیں بولی، اور فخری کو ایسا معلوم ہوا، جیسے اس کے خنجر سے فاخرہ کا خون ٹپک رہا ہے، وہ گھبرا گیا، اُس نے کہا،

"ڈاکٹر صاحب کہتے تھے تمہیں کم از کم تین مہینے سے حرارت اور بخار کی شکایت ہے، — کیا واقعی ؟"

وہ بے پروائی کے ساتھ لیکن کمزور آواز میں بولی،

"ہاں اتنی مدت تو ہو گئی ہوگی، !"

فخری نے کہا،

"لیکن تم نے بتایا بھی نہیں، !"

اس نے اس مرتبہ بھی بہت مختصر سا جواب دیا،

"کیوں بتاتی ! اور کسے بتاتی ؟"

فخری پھر لاجواب ہو گیا، پھر اس نے محسوس کیا، جیسے ابھی ابھی اس نے پستول کی گولی چلائی ہے فاخرہ کے سینے پر، وہ اپنے آپ کو قاتل محسوس کر رہا تھا، اس نے پھر سوال کیا۔

"لیکن فاخرہ اس طرح تو تم خودکشی کی مرتکب ہو رہی تھیں، !"

اس نے ہار مان لی، وہ کہنے لگا،

"شاید تم اس حالت میں ان سے ملنا نہیں چاہتیں، اچھی ہو کر ملو گی،!"

اس کے سفید اور بے جان ہونٹوں پہ زہر خند کی کیفیت ذرا کے ذرا اُبھری، پھر وہ بولی۔

"ہاں ہمیشہ کے لئے اچھی ہو کر،!"

بیقرار ہو کر مخزی نے کہا،

"فاخرہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو،! تم اچھی ہو جاؤ گی، تندرست ہو جاؤ گی میں نے ڈاکٹر یاور سے کہہ دیا ہے وہ سوئیٹزرلینڈ اور پیرس سے کنٹکیٹ کر رہے ہیں، ـــ"

"کیوں! کس لیے،!"

"میں تمہیں لے کر وہاں جاؤں گا، میں پانی کی طرح روپیہ خرچ کر دوں گا لیکن تمہیں مرنے نہیں دوں گا،!"

اس نے ایک نظر مخزی پہ ڈالی، اور کہا

"مجھ سے لڑتے لڑتے اب آپ قدرت سے بھی لڑنے لگے،!"

"کیوں فاخرہ یہ کیوں!"

"مجھے اب دُنیا کی کوئی طاقت اچھا نہیں کر سکتی، ـــ اور میں یہ چاہتی بھی کب ہوں!"

"یہ تو نہ کہو فاخرہ ـــ خدا کے لئے یہ تو نہ کہو فاخرہ، ـــ"

وہ نگاہِ غلط انداز سے اسے دیکھتی ہوئی بولی ،

"کیوں ، ؟ کیا ابھی آپ مجھے اور زندہ رکھنا چاہتے ہیں ! ابھی
آپ کا انتقام پورا نہیں ہوا ، ؟"

فخری نے اس کا خزاں رسیدہ پتی کی طرح خشک اور پتلا ہاتھ
اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا ،

"ناخزہ مجھے معاف کر دو ، ناخزہ مجھے معاف کر دو ، !"

وہ بولی ؟ "معاف کر دیا ، !"

"دل سے معاف کر دو ناخزہ اس گناہ گار کو ، !"

"میں کوئی بات اوپرے دل سے نہیں کرتی ، نہ جھوٹ بولتی
ہوں ، !"

"میں بہت بڑا پاپی ہوں ، !"

"نہیں غلطی میری بھی تھی ، —"

"تمہاری غلطی ! — نہیں ناخزہ تم نے کوئی غلطی نہیں کی !"

"یہ نہ کہیے ، میں نے اپنے بھلے کے لئے آپ سے شادی کی
تھی نے اپنی ماں ، اپنی بہنوں کے فلاح و بہبود کے لئے آپکو منتخب
کیا ، ظاہر ہے محبت مجھے رشدی ہی سے تھی ، !"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے ، دل پر کس کا زور چلتا ہے" ؟
لیکن تمہاری پاک دامانی ، تمہاری وضع قطع یہ سب چیزیں شک و شبہ
سے بالا ہیں ، میں نے اس عرصے میں بہت کچھ معلوم کر لیا ہے ناخزہ ، !"

"کچھ اور بھی ؟"

"ہاں، — میں نے خوب تحقیق کر لی ہے کہ تم نے کبھی رشدی سے اظہارِ
محبت نہیں کیا، خود اُس نے بھی ایسا نہیں کیا تم نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی
نہیں کی، تم نے کبھی اس سے زندگی نباہنے کا وعدہ نہیں کیا، تم نے پوری
سچائی اور راستبازی کے ساتھ، ایک شریف اور پاکدامن اور فرض شناس
بیوی کی حیثیت سے میرے ساتھ نباہ کرنا چاہا، میں تمہاری کس چیز پر
اعتراض کر سکتا ہوں فاخرہ، !"

"یہ سن کر مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کا دل میری طرف سے صاف ہو چکا
ہے، اب میں اطمینان سے مروں گی، ورنہ میرے دل میں ایک کھٹک
باقی رہ جاتی، !"

"کھٹک ؟ — کیسی کھٹک فاخرہ، !"

"یہ کہ میں نے آپ کا انتخاب خود غرضی کے باعث کیا، !"

"اب یہ خیال بھی اپنے دل میں نہ لاؤ، میں اپنے آپ کو بیچ
کر تمہارا علاج کراؤں گا، اور جب تک تم تندرست نہیں ہو جاؤ
گی زمین آسمان کے قلابے ملا دوں گا، اور جب تندرست ہو جاؤ گی
تو فاخرہ ! میں اپنے پاپ کی تلافی کر دوں گا، —"

"کیا کریں گے آپ !"

رشدی کے قدموں پہ، اس خود ساختہ جلاوطن دوست کے قدموں
پر رکھ دوں گا، اور پھر تمہیں پورے اعزاز و احترام کے ساتھ ایک بھائی

ثیت سے اس کے حوالے کر دونگا ،!"
فاخرہ نے ایک مرتبہ فخری کے چہرے کو ٹکٹکی لگا کر دیکھا، اور پھر بہت
ں رک کر بولی،
"یہ نہ کہو فخری! — میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے مرنا چاہتی
ں، یہ میرا فیصلہ ہے،!"
"یہ تمہارا فیصلہ ہے،!"
"ہاں — ہاں بالکل اٹل — میں نے تمہیں دغا نہیں دی، تمہارے
تھ فریب نہیں کیا، صحیح معنوں میں تمہیں اپنا شوہر سمجھا اور اپنے آپ
تمہاری بیوی تسلیم کرنے پر تمہارے اس رویّہ کے باوجود لبضد
ی، میرے اس فیصلے میں سچائی تھی، میں خود اپنی سچائی کو کیسے جھٹلا
کتی ہوں فخری!!"
"اچھا تو میری بیوی بن کر رہنا، میں زندگی بھر تمہارے پاؤں
دھو دھو کر پیوں گا،!"
"بہت بہت شکریہ، لیکن اب! — خیر دعا ہے خیر سے تو یاد
رتے رہوگے مجھے،!"
"پھر وہی مایوسی کی باتیں، تم مزید اچھی ہو جاؤگی فاخرہ،!"
اتنے میں شمی آگئی اُسے دیکھ کر فخری نے سوال کیا،
"کیا سب سامان ٹھیک کر لیا تم نے!"
"وہ بولی" جی ہاں، — لیکن امی پوچھتی ہیں، ان کے ساتھ کون

جائے گا ہسپتال ؟"

فخری نے تیوری چڑھا کر پوچھا،

"اس سوال کا مطلب کیا ہے ؟"

وہ بولی،" آخر وہاں ان کے ساتھ بھی تو رہنا چاہیئے کسی کو،!"

اُس نے بڑے اطمینان سے کہا،

"کیا میں مر گیا ہوں ! — میرے سوا کون رہ سکتا ہے فاخرہ کے پاس ! میں ہی اس کی پٹی سے لگ کر بیٹھوں گا، اور اس کی تیمار داری کروں گا !"

"بھائی جان آپ !"

"ہاں، — کیوں کیا یہ میرا فرض نہیں ہے ؟"

شمی کے پاس اس سوال کا کیا جواب تھا ! وہ خاموش ہو گئی، لیکن کہتی ضرور تھی کہ "میں کیسے اعتبار انقلاب آسماں کر لوں ! "

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی، فخری بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر فون کے پاس پہنچا، اس نے رسیور اٹھا لیا، اور مخاطب کی بات سن کر بولا،

بہت اچھا ڈاکٹر صاحب، بڑی مہربانی، بہت شکریہ، — میں ابھی بس زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں مریضہ کو لے کر آتا ہوں ! "

فخری نے فاخرہ کو گود میں اٹھایا اور ایمبولنس پہ لے جا کر رکھ دیا،

جب سے ناحزہ کی ماں کا انتقال ہوا تھا رخشی ہر روز بلا ناغہ
ہاں جاتی تھی اور کافی وقت صرف کرتی تھی، سلطانہ اس سے
ت زیادہ مانوس ہو گئی تھی، اور زیادہ تر وہ جاتی بھی اس کے
ے تھی، وہ ناحزہ کی چہیتی تھی، اور ناحزہ سے محبت کا تقاضا یہی تھا
ہ سلطانہ کو ذرا بھی غمگین نہ ہونے دے، ناہید بدستور ٹیوشن کر رہی
ر پڑھ بھی رہی تھی، رخشی اس کا ہر طرح سے ہاتھ بٹاتی رہتی تھی،
ن ناہید بہت روئی ناحزہ کو یاد کر کے کہنے لگی،
"نہ جانے بے چاری آپا کا کیا حال ہے، خدا غارت کرے اس
بخت کو، جس نے ان کی زندگی اجیرا کر دی ہے!"
رخشی نے بھی ہاں میں ہاں ملائی، کہنے لگی،
"خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے، لیکن پڑتی ضرور ہے سر پر!"
ناہید روتی ہوئی بولی، "امی آخر وقت تک ناحزہ کا نام لیتی
یں، لیکن اس ظالم نے اجازت نہ دینا تھی نہ دی، حتیٰ کہ وہ اس

جہاں سے رخصت ہو گئیں، مگر آپا اُن کا چہرہ دیکھنے بھی نہ آسکیں!"

رخشی کی آنکھوں میں بھی آنسو بھرے ہوئے تھے، اس نے کہا۔

ہاں ناہید یہ بہت بڑا ظلم ہے لیکن شاباش ہے فاخرہ کو کس پامردی اور استقلال سے یہ سب کچھ برداشت کر رہی ہے، سچ کہتی ہوں میں اس کی جگہ ہوتی تو اب تک کب کی پاگل ہو گئی ہوتی، یا ہارٹ فیل ہو گیا ہوتا ۔۔۔!"

ناہید نے دُکھ اور کرب کے ساتھ کہا،

وہ بھی نہ جانے کیسی ہیں، وہاں تو پرندہ پر نہیں مار سکتا، کوئی خبر ہی نہیں ملتی ان کی، کسی دن جی چاہتا ہے بھیس بدل کر جاؤں اور دُور سے ایک نظر دیکھ کر انہیں چلی آؤں!؟"

ناہید کی اس بات پر پہلے تو رخشی مسکرائی، کیونکہ یہ محض ایک طفلانہ جذبہ تھا پھر وہ سوچنے لگی کتنی بے پناہ محبت ہے اس لڑکی کو اپنی بہن سے، اسے ترس آگیا اس پہ، بہت دل گرفتہ اسے سینے سے لگایا اور کہا،

"نہیں ایسی حماقت بھی نہ کرنا اگر کہیں پتہ چل گیا ان لوگوں کو تو ایک ہی خبیث ہیں نہ جانے کیا گت بنا دیں تمہاری"

وہ روہانسی ہو کر بولی،

تو رخشی آپا ہم زندگی بھر آپا کی صورت نہیں دیکھ سکیں گے، اسلئے کہ آپ نے کانی بہلا لیا ہے، لیکن جب آپا یاد آجاتی ہیں تو رات

ات بھر روتی اور ضد کرتی ہے کہ آپا کے پاس لے چلو، !"

رخشی نے ایک ٹھنڈی سانس لی مگر منہ سے کچھ نہ کہا،

ناہید کہنے لگی "کیوں رخشی آپا، آخر اللہ میاں کو ہم مظلوموں اور بے کسوں

پر کب رحم آئے گا، ؟ ہماری دادرسی کب ہوگی ؟ اور ظالموں کو ان کے

کیے کی کب سزا ملے گی، !"

رخشی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"ناہید یہ تو میں نہیں کہہ سکتی، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ ایسا ہوگا

ضرور چاہے جب ہو، !"

وہ مایوسی کے عالم میں کہنے لگی،

"ہاں تم بھی ٹھیک کہتی ہو، "دنیا بہ امید قائم، !— میرا بھی دل

کہتا ہے، کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا تو ضرور——"

اتنے میں گھڑی نے شام کے سات بجائے، رخشی اٹھ کھڑی

ہو گئی۔

اچھا ناہید اب چلتی ہوں، آج بہت دیر ہو گئی، انشاءاللہ کل

پھر آؤں گی، !"

(۳)

ناہید سے رخصت ہو کر رخشی اپنے گھر کے دروازے پہ پہنچی تو چراغ جل چکے تھے، رات اندھیری ہوتی جا رہی تھی، لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ فخری دروازے کے پاس کھڑا ہے، وہ آگے بڑھی بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

فخری صاحب آپ! خیریت تو ہے!"

اور پھر فخری کا چہرہ دیکھ کر وہ بدحواس ہو گئی، اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، دل سے خود بخود صدا اٹھی ضرور یہ کوئی بدخبر لے کر آیا ہے، اس نے بے قراری اور اضطراب کے ساتھ پوچھا،

"فخری صاحب خیریت تو ہے! — بتائیے ناخدہ کیسی ہے؟!"

فخری نے اس سے آنکھیں چار کیے بغیر کہا،

"وہ بیمار ہے، بہت بیمار ہے، میں نے آج ہی صبح اُسے سول ہسپتال میں داخل کر دیا ہے، کئی انجکشن لگ چکے ہیں، لیکن حالت ابتر ہی ہوتی چلی جا رہی ہے!"

رخشی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ اسے ٹکر ٹکر دیکھنے لگی، فخری نے کہا۔

"میں ڈیڑھ گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔!"

اس نے بیتاب ہو کر پوچھا،

"کیا اس نے مجھے بلایا ہے؟"

فخری نے جواب دیا،

نہیں ——

رخشی نے حیرت کے ساتھ یہ الفاظ دہرائے،

نہیں —— !"

وہ کہنے لگا،

"مجھے فاخرہ کا اندازہ کرنے میں غلطی ہوئی، میں نے اس کا غلط اندازہ لگایا، میرا خیال تھا میں اسے کچل دوں گا۔ وہ میرے سامنے بے بسی کے ساتھ گھٹنے ٹیک دے گی، میں نے اُسے کچل دیا، لیکن اس نے گھٹنے نہیں ٹیکے، اس کی آن میں فرق نہیں آیا، اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ "دشمن" کے سامنے کسی کمزوری کا اظہار نہیں کیا، جن چیزوں کو میں اس کی کمزوری سمجھتا تھا، ان کا پھر اس نے نام نہیں لیا، مس رخشی آپ اس کی کمزوری تھیں، ناہید اس کی کمزوری ہے، سلطانہ، اختر، اشفاق اس کی کمزوری ہیں، لیکن وہ خود تو کیا ہار مانتی مجھے شکست دینے کے لئے اس نے ان "کمزوریوں" اپنے سے دور کر دیا،

ایسی بن گئی جیسے نہ رخشی کو جانتی ہے، نہ ناہید کو، نہ سلطانہ کو،
ختر اور اشفاق کو، حد یہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی کمزوری
نی اس کی ماں کا انتقال ہوگیا، میں نے اُسے گھر جانے کی اجازت
ے دی کہ گھر جائے، اور اپنی ماں کا آخری دیدار کر آئے، اس کے
خری رسوم میں شرکت کرے، لیکن مس رخشی اس نے ناحزہ نے،
پ کی ناحزہ نے چہرے پہ کسی طرح کے واردات کا اظہار نہیں ہونے
دیا، اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا،!۔
سُن لیا آپ نے مس رخشی،!"

یہ کہتے کہتے فخری کا گلا رندھ گیا، اس کی آواز بھرا گئی، اس کی
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رخشی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُس کی یہ کیفیت
دیکھ رہی تھی اور خاموش تھی، سد مال سے اس نے آنسو پونچھے اور پھر کہا۔
مس رخشی یہ میری کتنی بڑی شکست تھی! اس نے کتنا زبردست
طمانچہ لگایا میری آن پہ،!"

رخشی تو بس اسے ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھی، کیا مجال ہے جو منہ
سے کچھ کہا، اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،
"آج اُسے خون کی قے ہوئی، ——"
رخشی چونک پڑی، بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،
"خون کی قے ——؟"
فخری نے کہا "جی ہاں خون کی قے، میں ڈاکٹر یاور کو لایا

معالجوں نے ایکسرے کیا، خون بلغم اور تھوک کا معائنہ کیا، اور جانتی ہیں آپ کیا کہا —— !"

"دق —— !"

"جی ہاں مس رخشی، —— لیکن اُنھوں نے کہا مریضہ کم از کم تین مہینے سے حرارت اور بخار میں مبتلا ہے، مرض جب آخری درجے پہ پہنچ گیا ہے تو آپ میرے پاس لائے ہیں، !"

رخشی نے نفرت اور حقارت سے بھری ہوئی نظر فخری پہ ڈالی، اور کہا۔

ایک بیمار کے ساتھ یہ سلوک بربریت، سفاکی، درندگی اور وحشت کی انتہا ہے یہ، !"

فخری نے اقرار کر لیا، اس نے کہا،

"جی بے شک، —— لیکن فاخرہ نے اپنی حرارت اور بخار کی اس طویل مدت میں کسی کو ہوا تک نہیں لگنے دی، گھلتی رہی، پگھلتی رہی، لیکن کیا مجال ہے جو اُس نے کسی کو اپنی علالت کی سن گن بھی ملنے دی ہو، —— مس رخشی! بے شک یہ اس کا بہت بڑا کردار ہے کہ اس نے بیماری کو راز رکھا، اور یہ راز فاش ہونے نہیں دیا، لیکن آپ جانتی ہیں اُس نے ایسا کیوں کیا ؟"

رخشی نے نہیں پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ؟ لیکن خود فخری نے بتایا، اُس نے کہا،

"وہ تو مجھے شکست دینے پہ تلی ہوئی تھی، اس نے پھر مجھے شکست دی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ مجھ سے، اپنے دشمن سے پیاری کی فریاد کرے، اسے مرجانا گوارا تھا، لیکن دشمن سے... دلیپا گوارا نہ تھا، وہ تو اس تے کو دعا دیجئے جس نے راز فاش کر دیا، !"

رخشی اب بھی بے حس و حرکت کھڑی تھی، وہ اتنی بدحواس تھی کہ نہ فخری سے یہ کہہ سکی کہ مجھے ہسپتال لے چلو، نہ یہ کہہ سکی کہ آئیے ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیے، خود فخری کو بھی ان باتوں کا ہوش نہ تھا، یکایک جیسے فخری کو کچھ یاد آگیا، اس نے درد سے تڑپ کر کہا:

"مس رخشی، یہ ساری شکستیں اس شکست کے سامنے ہیچ ہیں جو آخر میں اس نے مجھے دی، !"

اور قبل اس کے کہ رخشی کچھ پوچھے اس نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا۔

"مس رخشی، پتھر ایسی چٹان کے سامنے مجھ جیسا گوشت پوست کا بنا ہوا معمولی سا آدمی کہاں ٹھہر سکتا تھا! نہیں ٹھہر سکا، میں نے ہار مان لی، شکست تسلیم کر لی، اس ذرہ بمقدار سے شکست تسلیم کر لی جس کے پاس کوئی طاقت نہیں تھی، کوئی قوت نہیں تھی، میں نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے، میں نے اس سے معافی مانگی، اس نے اس شفقت سے جیسے ایک ماں اپنے شریر بچے کو معاف کر دیتی ہے، معاف کر دیا، میں نے اس کے سامنے اعتراف کیا کہ فاخرہ میں نے

تمہیں بھی غلط سمجھا تھا اور رشدی کو بھی، میں بہت، نادم ہوں، شرمسار ہوں، اور اب تلافی کی صورت میں نے یہ سوچی ہے کہ تم اچھی ہو لو تو ایک بھائی کی طرح تمہارا ہاتھ رشدی کے ہاتھ میں دے دوں گا، مگر یہ سُن کر اس نے کہا تھا!"

اور پھر وہ اس طرح رخشی کی طرف دیکھنے لگا، جواب اس کے پاس ہے"!

اور پھر کچھ دقفے کے بعد کہنے لگا،

وہ اس نے کہا،" میں سچائی کے ساتھ، بغیر کسی کھوٹ کے، بغیر کسی دغا کے تمہاری بیوی بنی تھی، میں تمہاری بیوی ہی کی حیثیت سے مرنا چاہتی ہوں، کیا تم چاہتے ہو اپنی سچائی کو میں خود جھٹلا دوں"!

اور پھر اُس نے بڑے درد کے ساتھ، دل ہلا دینے والے انداز میں پوچھا،

مس رخشی خدا کے لئے بتائیے، اتنی ذلت بخش شکستوں کا بار میں کس طرح اُٹھا سکوں گا ــــ مس رخشی بتائیے کیا وہ اچھی ہو جائے گی! اسے ملک الموت کے پنجے سے چھیننے کے لئے میں پانی کی طرح روپیہ بہا دوں گا، اگر وہ تندرست ہو جائے گی! ــــ مس رخشی جواب جواب دیجئے آپ خاموش کیوں ہیں! کیا آپ کے پاس بھی میرے اس سوال کا جواب نہیں۔!"

اور پھر وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا،

رخشی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ڈرائنگ روم میں لاکر بٹھا دیا،
جلدی سے گلوکوز کا شربت بنایا، اور اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔
"یہ دو گھونٹ پی لیجئے طبیعت سنبھل جائے گی فخری صاحب آپ کی!"
لیکن فخری نے ایک گھونٹ بھی نہیں پیا، وہ بیتابی سے کھڑا ہو گیا،
اس نے کہا۔
"میں چاہتا ہوں آپ اس کے پاس چلیں،!"
وہ آمادہ گی اور مستعدی کے ساتھ بولی،
"ہاں چلتی ہوں اور جب تک وہ ڈسچارج نہیں ہو جاتی وہیں
رہوں گی، — آپ بیٹھئے، میں امی سے اجازت لے کر اور تیار ہو کر
ابھی آتی ہوں،!"
فخری نے پھر ایک سوال کیا،
"لیکن مس رخشی آپ کو دیکھ کر وہ مجھ سے خفا تو نہیں ہو جائے گی؟"
"آپ سے کیوں خفا ہو گی!"
"اس نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ آپ کو، ناہید کو، کسی کو بھی
اس کی علالت کی اطلاع دی جائے نہ ہسپتال میں داخلہ کی،!" —
میں اس کی نافرمانی کر کے کیا منہ دکھاؤں گا اسے!"
اور پھر اس کی آنکھوں سے سیلابِ اشک جاری ہو گیا، رخشی
کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے کہا،
"اگر وہ گھر پر ہوتی تو شاید مجھے آتا دیکھ کر آپ سے خفا ہو جاتی،

لیکن ہسپتال میں بات بن جائے گی، !"

"وہ کس طرح مس رخشی ؟"

"وہ یوں کہ آپ فوراً ہسپتال واپس جائیے، — کیا کہہ کر آئے تھے اُسے ؟

"کہہ کر آیا تھا دوا لینے جا رہا ہوں، !"

"بس ٹھیک ہے کوئی دوا بھی ساتھ لیتے جائیے، میں آپ کے ساتھ نہیں چلتی ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی، !"

"پھر بھی وہ مشتبہ ہو جائے گی — کیا وہ پوچھیں گی نہیں کس طرح آئیں، کیوں آئیں ؟"

"اگر پوچھیں گی میں جواب دے لوں گی، کوئی بہانہ کر لوں گی — لیکن یہ ساری باتیں اس وقت تک ہیں، جب تک میں اس کے پاس نہیں پہنچ لیتی، مجھے دیکھنے اور مجھے پانے کے بعد وہ سب کچھ بھول جائے گی — !"

(۴)

رخشی کا جی چاہا کہ ناہید کو بھی اپنے ساتھ لیتی جائے، پھر سوچا یہ مناسب ہوگا، خبر سنتے ہی ناہید کی حالت ابتر ہو جائے گی، اس کا سنبھالنا شکل ہو جائے گا، اور خود فاخرہ پر بھی اس کا ردِ عمل بہت خراب ور خطرناک ہوگا، اس کی بیماری اور بڑھ جائے گی، لہٰذا پہلے مجھے جانا چاہیئے پھر ناہید کو"!

یہ سوچ کر، کوئی گھنٹہ بھر کے بعد مقررہ پروگرام کے مطابق ان سے اجازت لے کر رخشی باہر آئی، اب رات کے ۹ بج چکے تھے، روازے پر اس نے قدم رکھا ہی تھا کہ رشدی آتا دکھائی دیا، سے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی!

"ارے رشدی بھائی آپ کب آئے! ایک خط بھی نہ لکھا آپ نے اس چار مہینے کی مدت میں!"

رشدی نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا پوچھا،

"فاخرہ کا کیا حال ہے!"

رخشی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، اُس نے سوچا یہ تو دوسری
یا مت آئی، وہ کہنے لگی،
"آپ کو کیا معلوم ہے فاخرہ کے بارے میں!"
اُس نے کہا کچھ بھی نہیں، ــــ لیکن معاملہ نازک ہے،!"
رخشی نے پھر پوچھا، "آخر یہ رائے کیسے قائم کر لی آپ نے!"
اس نے بتایا گیارہ بجے دوپہر سے اب تک تحری کے دو پیامبر
چکے ہیں، تین ٹرنک کال آ چکے ہیں، اب ایسا معلوم ہوتا ہے اس
پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہے، ہر پیام میں ہر کال میں صرف ایک
ہی بات ہوتی ہے،
"مجھے معاف کر دو، جیسے بیٹھے ہو فوراً آؤ،!"
"آخر کیا مطلب ہے ان باتوں کا!"
رخشی کی جان میں جان آئی اس نے کہا،
"زیادہ پریشان نہ ہو جئے، فاخرہ بیمار ہے، ہسپتال میں داخل
کر دی گئی ہے، میں وہیں جا رہی ہوں، اور جب تک وہ تندرست
ہو جائے گی وہیں رہوں گی، آپ گھر جائیے میں صبح خود آؤں
گی اور اس کی مفصل حالت آپ سے بیان کر دوں گی،!"
رشدی نے کہا، "میں خود بھی کیوں نہ ہسپتال چلوں رخشی!"
وہ بولی، "چل سکتے ہیں، لیکن آپ فاخرہ کا مزاج جانتے ہیں
ممکن ہے وہ پسند نہ کرے،!"

بات رشدی کی سمجھ میں آگئی، اس نے رخصت ہوتے ہوئے کہا،

"صبح میں تمہارا انتظار کروں گا، خواہ کچھ بھی ہو، ہر حالت میں میرے پاس پہنچنا، !"

وہ بولی، "رشدی بھائی کیا آپ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے، !"

رشدی مطمئن ہوگیا، اُس نے پوچھا،

"کیا ناہید وغیرہ بھی وہیں ہیں !"

وہ بولی، "وہاں کوئی نہیں ہے، پہلے میں جا رہی ہوں، کیفیت دیکھ کر، حالات کا جائزہ لے کر آپ کو بھی اطلاع دوں گی اور ناہید کو بھی، !"

رشدی واپس جانے کے لئے مُڑا، دو قدم جانے کے بعد پھر واپس آیا، کہنے لگا،

"کیا میں مخبری کو اپنے آنے کی اطلاع دے دوں !"

رخشی نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا،

"آپ کچھ نہ کیجئے، صرف جاکر بیٹھئے، اور جیسے ہی سورج طلوع ہو میرا انتظار کیجئے، !"

(۵)

ڈاکٹر مس کلثوم فاخرہ کا چارٹ دیکھ رہی تھیں، ان کے چہرے سے فکر و تشویش کے آثار نمایاں تھے، پھر وہ آکر مریضہ کے پاس بیٹھ گئیں، مخزی نے پوچھا،

"کہیے ڈاکٹر صاحبہ حالت کچھ سنبھلی،؟"

انہوں نے ذومعنی سا جواب دیا،

"حال پہلے سے بہتر ہے!"

اتنے میں ایک نرس نے آکر کہا،

"ڈاکٹر ایک صاحبہ آپ سے ملنے آئی ہیں،!"

ڈاکٹر کلثوم نے کہا، "میں تو ذرا انہیں (فاخرہ) کی واچ کر رہی ہوں، یہاں سے پندرہ بیس منٹ تک ہل بھی نہیں سکتی۔ ان صاحبہ سے کہو ذرا انتظار کر لیں،!"

نرس ذرا دیر کے بعد پھر واپس آئی کہنے لگی،

"وہ کہتی ہیں ایک بہت ضروری کام ہے، صرف ایک منٹ

کے لئے ان کی بات سُن لیجئے۔

ڈاکٹر کلثوم نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا،

"انہیں یہیں لے آؤ، میں نہیں جاؤں گی کہہ دیا،!"

نرس چلی گئی اور فوراً ہی ان صاحبہ کو لے کر آ گئی، یہ صاحبہ مس رخشی تھیں،

رخشی اور فاخرہ کی نظریں ملیں، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، اور بے ساختہ فاخرہ کے منہ سے نکلا "رخشی" اور رخشی کے منہ سے "فاخرہ" نکلا، رخشی نے ڈاکٹر کلثوم سے بات بھی نہیں کی، تیر کی طرح سیدھی فاخرہ کے پاس پہنچی،

"ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے فاخرہ بیمار ہو گئیں،!"

وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی زیرِ لب تبسم کے ساتھ گویا ہوئی،

"نہیں، سیر و تفریح اور تبادلۂ آب و ہوا کے لئے آئی ہوں!"

رخشی نے نجری کو دیکھا لیکن نہ اس سے بات کی، نہ اس سے مخاطب ہوئی، وہ فاخرہ کو پا کر سب کچھ بھول گئی تھی، قریب ہو کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی،

"تم بیمار پڑیں اور مجھے خبر بھی نہ دی!"

اس نے لُکتے ہوئے جواب دیا،

"کیا کرتی خبر دے کر! خدا کی مشیت میں جب ڈاکٹر دخل نہیں

ے سکتا تم کیا کر لیتیں، !"

رخشی نے دلاسا دیتے ہوئے کہا،

"کیوں ایسی باتیں کرتی ہو، اچھی ہو جاؤ گی انشاءاللہ، !"

پھر بڑی دیر تک دونوں میں باتیں ہوتی رہیں، رخشی نہ جانے
کیا کہتی رہی، وہ چپ چاپ لیٹی سنتی رہی، کمزور اتنی تھی کہ بات
تے کرتے تھک جاتی تھی، نہ رخشی نے ناہید وغیرہ کا ذکر چھیڑا،
فاخرہ نے ان لوگوں کے بارے میں کچھ پوچھا، اسی طرح بارہ
ج گئے، وہ کہنے لگی،

"ارے رخشی رات کے بارہ بج گئے، اور تم اب تک یہیں
بیٹھی ہو، گھر کب جاؤ گی !"

وہ بولی "نہیں جاؤں گی، یہیں تمہارے پاس رہوں گی، !"

فاخرہ خاموش ہو گئی، فخری اب تک ان دونوں کی باتوں سے
بالکل بے تعلق الگ تھلگ بیٹھا تھا، رخشی نے اس سے کہا۔

"فخری صاحب آپ جائیے آرام کیجئے جا کر، میں یہاں ہوں!"

وہ ضد کرتا ہوا بولا،

"میں بھی یہیں رہوں گا مس رخشی !"

وہ سمجھاتی ہوئی بولی،

"ضد کرنے سے کیا فائدہ ؟ آپ جائیے آرام کیجئے جا کر،
جتنی اچھی تیمارداری عورت کر سکتی ہے، مرد نہیں کر سکتا، صبح

پھر آجائیے گا، پھر دن بھر بے شک رہیئے گا“!

فاخرہ نے بھی رخشی کی تائید کی، آخر نخزی کو چلا جانا پڑا، اس کے جانے کے بعد دونوں میں پھر کچھ دیر تک باتیں ہوتی رہیں، پھر رخشی نے کہا۔

”اب سو جاؤ فاخرہ“!

فاخرہ نے عجیب حسرت کے ساتھ کہا،

”یہی رات ہے، یہی وقت ہے، کچھ باتیں کر لیں، پھر تو سونا ہی ہے قیامت تک، اسے کہ حشر تک جاگنا قسم ہے“!

رخشی خفا ہو گئی، ”نہیں مانوں گی“!

وہ بولی ”مان گئی، لیکن جو کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ تو سن لو، کل سنوں گی، —“

”لیکن میں آج اور ابھی سنانا چاہتی ہوں“!

رخشی نے ہتھیار ڈال دیئے، ”اچھا بھئی کہو“!

فاخرہ نے اپنی ساری رام کہانی شروع سے آخر تک بیچ میں رک رک کر اور ستا ستا کر سنا ڈالی، رخشی رو رہی تھی اور سن رہی تھی، پھر فاخرہ نے کہا۔

”تم چاہے جتنی خفا ہو لو رخشی، لیکن میں جانتی ہوں کہ میرا وقت آچکا ہے، اور مرنے سے پہلے اپنی وصیت تم تک پہنچانا چاہتی ہوں، بہت مختصر سی ہے وہ وصیت“!

اس پر جب رخشی نے مزاحمت کی منتظرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے
لگی، اس نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

”رشدی صاحب سے کہہ دینا میں نے اُن سے محبت کی، انہیں چاہا، زندگی کی آخری سانس تک رہی، لیکن انہیں پا نہ سکی، انسان پہاڑ اور سمندر سے لڑ سکتا ہے مگر مشیّت سے نہیں لڑ سکتا، خدا کی مرضی یہی تھی، گو میں رشدی صاحب کو نہ پا سکی، ان کی نہ بن سکی، اپنی محبت کا کوئی پھل مجھے نہ ملا، لیکن رشدی صاحب اگر چاہیں تو مجھے پا سکتے ہیں، ——“

رخشی چونک پڑی،

”رشدی بھائی تمہیں پا سکتے ہیں، ؟!“

وہ بولی: ”ہاں رخشی، میرے گوشۂ قبر میں پہنچ جانے کے بعد بھی وہ مجھے پا سکتے ہیں، بتاؤں کیونکر؟“

”ہاں بتاؤ——“

”میں خاک میں مل جاؤں گی، لیکن محبت امر ہوتی ہے، وہ میری محبت اگر زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں ناہید سے شادی کرنا پڑے گی، !“

رخشی تڑپ کر بولی،

”یہ کیا کہہ رہی ہو تم فاخرہ!“

فاخرہ نے کہا، ”صرف اسی طرح میری روح کو سکون مل سکتا ہے،

ناہید مجھ سے بھی زیادہ مظلوم اور بدقسمت ہے اسے خوش اور مطمئن دیکھ کر میری روح کو چین آجائے گا، کیوں رخشی کیا میری یہ وصیت رشدی تک پہنچا دو گی، ؟"

"ضرور پہنچا دوں گی، !"

"فاخرہ مجھے اس کا بڑا غم ہے کہ فخری نے تمہاری زندگی غارت کر دی، !"

وہ کمزور آواز میں بولی، "مقدر کا لکھا کون مٹا سکتا ہے! میں فخری کو دوش نہیں دیتی، وہ بھی قابل معافی ہیں اور میں نے انہیں معاف کر دیا ؟"

"فاخرہ تم نے فخری کو معاف کر دیا ؟"

"ہاں — صدق دل سے، !"

"کتنا بڑا دل ہے تمہارا فاخرہ، تم کیا چیز ہو یہ میں اب تک نہیں سمجھ سکی، !"

"غلطی آدمی ہی سے ہوتی ہے، فخری مجھے سمجھ نہ سکے، اور اپنی ناسمجھی کے باعث ہلاکو اور چنگیز بن گئے، لیکن اب وہ نادم ہیں، شرمسار ہیں، وہ کئی بار مجھ سے معافی مانگ چکے ہیں، اور بہرحال وہ میرے شوہر ہیں میں کس طرح ان کا تڑپنا، پھڑکنا، رونا اور سر جھکانا دیکھ سکتی ہوں! مجھے خوشی ہے کہ میں — اس حالت میں دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں کہ وہ مجھ سے خوش ہیں، ان کی غلط فہمی رفع

چکی ہے، ایک مسلمان بیوی کی حیثیت سے مجھے اس طرح نہ مرنا
بیٹھے تھا کہ وہ مجھ سے خفا ہوتے۔ خدا بڑا کارساز ہے رخشی، اس
ے ان کے دل میں انسانیت ڈال دی، اسی لئے انہیں سمجھ حلالا کر دی،
دا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اتنا بڑا بوجھ میرے سر سے اتر گیا،

ذرا دیر کے بعد فاخرہ نے پکارا،

”رخشی کیا سو گئیں؟“

وہ بولی، ”نہیں، —— لیکن تم کیوں نہیں سو جاتیں!“
وہ کہنے لگی، ”سو جاؤں گی، —— ایک بات تم سے بھی کہوں“!

”ہاں ضرور، ——“

”مجھے امید ہے رشدی صاحب میری وصیت کی تعمیل کریں
گے، اب ایک وصیت تم سے ہے، !“

”مجھ سے!“

”ہاں رخشی، !“

”وہ بھی کہہ ڈالو فاخرہ!“

”سلطانہ ——

اور اس کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکی، رخشی سمجھ گئی۔ وہ کیا کہنا چاہتی
ہے، اس نے کہا ”فاخرہ یقین کر و میں اس سے اتنی ہی محبت کرتی
ہوں جتنی تم کرتی ہو، وہ صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی بہن ہے،
اور آج سے وہ میری لڑکی ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں جب تک

زندہ مبدل، —

"فاخرہ تمہیں کیا ہوگیا ہے! کیا کر رہی ہو تم!"
رخشی نے مڑ کر دیکھا فاخرہ کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں، سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا، وہ بھاگی ہوئی ڈاکٹر کلثوم کے کمرے میں گئی، انہیں جگا کر لائی، بے چاری فوراً آئیں۔ آتے ہی انھوں نے ماتھے پر ہاتھ رکھا، نبض دیکھی اور جھکتے ہوئے کہا۔

"قصہ ختم"!

رخشی نے حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھا، اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے، یہ کیفیت دیکھ کر ڈاکٹر کلثوم بہت متاثر ہوئیں انہوں نے کہا۔

"جب وقت آتا ہے تو انسان کی ساری تدبیریں دھری رہ جاتی ہیں —"

اب صبح ہو چکی تھی اور جس وقت کا دھڑکا تھا وہ وقت آ گیا آخر۔ ڈاکٹر کلثوم جا چکی تھیں اور وہ کمرے کے دروازے پر کھڑی سوچ رہی تھی کہ اب کیا کرے، رشدی کو کس طرح اطلاع دے! نا معلوم یہ خبر کس طرح پہنچائے۔ اور فخری کو اس حادثہ جانگداز کا حال کس طرح سنائے کہ دیکھتی کیا ہے فخری سیدھا اسی طرف چلا آ رہا ہے، اس نے آتے ہی پوچھا۔

"فاخرہ کی طبیعت کیسی ہے اب؟"

رخشی نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"وہ سو رہی ہے۔"

فخری نے ایک نظر رخشی پر ڈالی، اس کی پُرنم آنکھیں دیکھیں، اترا ہوا چہرہ دیکھا، کانپتا ہوا بدن دیکھا۔ پھر اُس نے کچھ نہیں کہا، سیدھا فاخرہ کے کمرے میں پہنچا، بستر کے قریب کھڑا ہو کر اُسے تکنے لگا۔ پھر اُس نے آواز دی —

"فاخرہ — !"

"لیکن وہ نہیں بولی۔ اُس نے جھنجھوڑا، لیکن اس نے جنبش بھی نہ کی۔ نبض دیکھی تو بدن ٹھنڈا پڑ چکا تھا، وہ آہستہ سے کہنے لگا۔

"وہ مر گئی، رخصت ہو گئی اس جہاں سے!"

اور پھر وہ تیورا کر فرش پر گرا اور خون میں نہا گیا،

رخشی چلائی، "دوڑو، دوڑو، یہ کیا ہو گیا!"

ختم شد